إنّ من الشعر لحکمۃ وإنّ من البیان لسحرا

مجموعہ

کلام اردو و فارسی حضرت مولانا مولوی

حاجی محمد مظفر الدین حسینی تقی متخلص معلّی

حیدرآبادی نوّر اللہ مرقدہ سابق ناظم دار الخلافت

ریاست حیدرآباد دکن مرحوم

ریاضِ معلّیٰ

جس میں حضرت مولانا مولوی قاضی

محمد شریف الدین صاحب مدظلہ مہتمم دائرۃ المعارف النظامیہ و اتالیق

شہزادگان بلند اقبال و شہزادیان فرخندہ فال سلطان دکن حضرت

آصف سابع خلد اللہ ملکہ نے حضرت

معلّی کی سوانح و کلام پر عالمانہ تبصرہ کیا ہے

جامع

محمد ریاض الدین بن علی حسینی تقی پسر خلف حضرت معلّی مرحوم مغفور

بار اول

[illegible] پریس میں چھپا

۵۰۰ جلد چھپے

خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمہ

حضور پرنور سلطان دکن نواب میر عثمان علی خاں سلطنۃ

التماسِ ضروری

مصنف دیباچہ الحاج حضرت مولانا قاضی محمد شریف الدین صاحب مدظلہ شیخ دائرۃ المعارف النظامیہ
و اُستاد شہزادگانِ بلند اقبال شہزادہ ہائے فرخندہ فال کی نسبت اس جا
تعارف مناسب خیال کیا جاتا ہے کہ آپ بلحاظ جدّی ہونے کے بلحاظ سے حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ
سلاطین دکن کے رشتہ میں چچا اور روحانی توسل کے لحاظ سے حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ
شاگرد رشید اور پیر بھائی ہوتے ہیں حضرت معلیٰ اور ان حضرات میں بلحاظ قرابت و نسبت روحانی
گہرے تعلقات تھے کہ ان ہر سہ حضرات کو ایک جان دو قالب کے بجائے سہ قالب کہا جائے تو بیجا
دیباچہ میں جہاں کہیں حضرتِ معلیٰ کے رفقاء سفر کے نام درج ہیں وہاں حضرت قاضی صاحب
اپنا اسم گرامی کسرِ نفسی سے نظر انداز فرمایا ہے اس لئے یہاں اُسکی توضیح کر دیگئی۔
بعض قصائد اور غزلیات بے وقت دستیاب ہونیسے بلحاظ سلسلہ ابجد درج کی گئیں اور حصہ اول
و دوم کا صحت نامہ حصہ دوم کے آخر۔ دیباچہ اور حصہ سوم کا صحت نامہ حصہ سوم کے آخر دیا گیا
اس کے علاوہ سہو کتابت سے کوئی غلطی رہ گئی ہو تو ناظرین سے اُمید ہے کہ اس ہیچمداں کو معاف فرما کر
صحت فرمالیجائے گی۔
حضرت مولانا سید شاہ حسین صاحب قبلہ سجادہ نشین روضۂ حضرت نے قطعہ تاریخ اور عالیجناب
راجہ راجایان مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنۃ بہادر شاد پیشکار و سابق وزیر اعظم دولت آصفیہ دام اقبالہ
نے بہ لحاظ تلمذ حضرتِ معلیٰ تقریظ اور جناب نواب فصاحت جنگ جلیلؔ اُستاد شہریار دکن اور جناب حسن
عاشق حسین صاحب ہاتف وغیرہم نے جو قطعات تاریخ روانہ فرمائے اسکا بدل مشکور ہوں۔
میں اپنے بھائی مظہر الدین احمد صاحب کا ممنون احسان ہوں کہ بھائی صاحب نے مصروفیت کار سرکاری
و مشغولیت امتحان جوڈیشل امتحانِ بی اے کلاس کے باوجود نقل کلام اور تصحیح طبع میں میری کافی مدد فرمائی
اسیطرح بالخصوص اپنے قابل قدر دوست جناب آغا حسینی بیگ صاحب منشی فاضل اور مولوی سید حبیب اللہ صاحب
حلمی کا رہینِ منت ہوں کہ ان احباب نے اپنا قیمتی وقت اس مبارک کام کی تکمیل میں بخلوص دل صرف فرمایا
آخر میں دعا ہے کہ اس مبارک کام میں جن جن حضرات نے حصہ لیا ہے خداوند کریم ان کو دارین میں شاد کام رکھے
اور سب کے طفیل میں باستقامت باطن جملہ بھائیوں کے ساتھ اس ناچیز کا خاتمہ بخیر فرمائے۔

۸ ماہ ذیحجۃ الحرام ۱۳۴۲ھ

محمد ریاض الدین علی صدیقی عفی عنہ

ان من الشعر لحکمۃ وان من البیان لسحرا

مجموعۂ کلام نعتیہ اردو مصنفہ قبلہ گاہم حضرت مولانا مولوی حاجی محمد مظفر الدین صاحب معلی حیدرآبادی علیہ الرحمۃ سابق مددگار ناظم ٹپہ خانہ جات دولت آصفیہ

موسوم بہ

ریاض معلی

۱۳۴۰ھ

حصۂ اول

(۱) دیباچہ

مرتبۂ خاکسار محمد ریاض الدین علی ریاض حیدرآبادی عفی اللہ عنہ صیغہ دار صدارت العالیہ سرکار عالی فرزند حضرت مصنف علیہ الرحمہ

در عماد پریس واقع چھتہ بازار حیدرآباد دکن طبع شد

علامہ کے دار العلم میں شریک ہو کر عربی کی تکمیل کی اور دیگر علوم مروجہ کا درس بھی اُسی دار العلم میں ختم فرمایا تا آنکہ آپ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے رشید شاگردوں میں شمار کئے جانے لگے چنانچہ حضرت شہید علیہ الرحمہ اور ان کے بھائی کی سوانح حیات مسیح وغیرہ میں جابجا حضرت مرحوم کے شاگرد رشید ہونے اور علم و فضل کے متعلق ذکر آیا ہے حضرت معلی مرحوم کے ہم سبق اور اُستاد بھائیوں کی مختصر فہرست یہاں درج کی جاتی ہے جو صفحہ ۲۵۴ حیات مسیح سے نقل کی گئی ہے۔

(۱) نواب میر محبوب علیخاں غفراں مکاں سلطان دکن (۲) مولوی شیخ احمد صاحب المخاطب نواب رفعت یار جنگ بہادر مرحوم (۳) مولوی محمد صدیق صاحب المخاطب نواب عماد جنگ بہادر مرحوم ہوم سکرٹری (۴) مولوی عبد السلام خانصاحب المخاطب نواب مقتدر الدولہ بہادر مرحوم صوبہ دار اورنگ آباد (۵) بہاؤ الدین خاں صاحب المخاطب نواب بشیر نواز جنگ بہادر مرحوم صوبہ دار دولت آصفیہ (۶) مولانا مولوی مسیح الزماں خاں علیہ الرحمہ استاد حضرت غفراں مکاں (۷) مولوی محمد شاہ صاحب مترجم خیر المواعظ (۸) مولوی عبد الرحمن صاحب یاد مرحوم (۹) مولوی عبد الرحیم صاحب ضیاء مرحوم (۱۰) مولوی غوث الدین صاحب مہاجر مرحوم (۱۱) مولوی محمد حنیف صاحب حنفی نقشبندی حیدر آبادی (۱۲) مولوی بدیع الدین صاحب بھوکری (۱۳) مولوی سید ابوتراب صاحب مرحوم (۱۴) مولوی سید یعقوب صاحب حسینی مرحوم (۱۵) مولوی سید عبد اللہ صاحب مرحوم (۱۶) مولوی عبد الرحیم صاحب (۱۷) مولوی غلام سید الانام صاحب وغیرہم۔

صوبہ دار بنگل[۱]

ملازمت و خدمات اعزازی حضرت معلی مرحوم فارغ التحصیل ہوتے ہی سررشتہ مال میں ملازم ہو گئے۔ دیانت و راستبازی چونکہ آپ کا نصب العین

تھا اس لئے چند ہی روز میں آپ کے خدمات عام طور پر پسندیدہ اور مستحسن سمجھے جانے لگے آپ کی دیانت اور جفاکشی کی شہرت نے نواب مختار الملک بہادر جیسے مدبر وزیر اعظم کو بھی اپنا گرویدہ بنا لیا چونکہ ضلع بندی سے پہلے سررشتہ ٹپہ کا انتظام باقاعدہ اصول پر نہ تھا اور عام طور پر بدنظمی پھیلی ہوئی تھی جس سے نہ صرف ٹپہ کی روانگی میں رکاوٹ پیدا ہوتی تھی بلکہ طرح طرح کی مشکلات حائل تھیں اس لئے ضرورت تھی کہ ان نقائص کو دور کرنے کیلئے حضرت معلی مرحوم جیسی روشن دماغ اور غیر معمولی ذہانت والی ہستی کا انتخاب کیا جائے چنانچہ نواب صاحب ممدوح نے سررشتہ ٹپہ کا انتظام آپ کے سپرد فرما دیا اور آپ نے ممالک محروسہ کا دورہ کر کے جا بجا ناکہ جات قائم کئے اور ٹپہ کے عبور و مرور کا بہترین انتظام کیا اور سررشتہ ٹپہ کی پیش آئند ضروریات کو مدنظر رکھ کے ایک باضابطہ دستور العمل بھی مرتب فرمایا بالآخر صدر مددگار ناظم ٹپہ خانجات ممالک محروسہ سرکار عالی یعنی (ڈپٹی انسپکٹر جنرل پوسٹ آفس) کی خدمت سے وظیفہ پر سبکدوشی حاصل فرمائی -

وظیفہ پر علیحدہ ہونے کے بعد بھی متعدد خدمات اعزازی حیثیت سے آپ کے تفویض رہیں آپ نے ناظم حجاج کی اعزازی خدمت بھی انجام دی اور دائرۃ المعارف النظامیہ کے معتمد رہنے کے علاوہ تا حیات اس کے رکن انتظامی بھی رہے مشہور مدرسہ عالیہ نظامیہ و[illegible] دینی مدرسہ جس کا افتتاحی اجلاس آپ کے دیوان خانہ میں ہوا تاریخ قیام سے اُس کے معتمد اعزازی رہے اور تا دم زیست اُس کی ترقی صلاح و بہبود میں آپ ہمہ تن کوشاں رہے۔ نیز مدرسہ عالیہ محبوبیہ (شاہ علی بنڈہ) کی معتمدی اور علامہ شہید رحمہ کے عرس وغیرہ کا جملہ انتظام شاگرد رشید ہونے اور دیرینہ تعلق کے لحاظ سے ایک مدت دراز تک آپ کے زیر نگرانی رہا -

تعمیر حجاز ریلوے کے زمانے میں آپ نے فراہمی چندہ میں نہ صرف نمایاں سعی

فرمائی ملکہ جو بھی ایک معتدبہ رقم چندہ میں دی اس سعی و ایثار کے صلہ میں کمیٹی تجانو ریلوے نے سلطانی تمغا بھی عطا فرمایا تھا اس کے علاوہ آپ جس محلہ میں مقیم تھے وہاں کے میر محلہ کی خدمت بھی ایک مدت تک آپ ہی سے متعلق رہی پیرانہ سالی اور مرض فالج واقع ہوجانے سے آپ نے اس خدمت کو اپنے بھائی مولوی محمد سعدالدین صاحب وظیفہ یاب سرکار عالی کے سپرد کروادی چنانچہ اس وقت تک بھی سعدالدین صاحب اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں

حالات معاشرت

حضرت معلی مرحوم نہایت با خدا خلیق مزاج حلیم الطبع ذی مروت علم دوست بزرگ تھے ہمیشہ بلالحاظ موسم نماز تہجد کے لئے دو بجے بیدار ہوجاتے بعد نماز تہجد و فراغ ذکر و شغل اگر طبیعت راہ دے تو شعر و سخن کی تصنیف فرماتے۔ اس کے بعد اگر کچھ وقت مل جائے تو بہ لحاظ حفظ ما تقدم و عدم ہرج کار سرکاری آرام فرمایا کرتے اور پھر نماز فجر کے لئے بیدار ہوجاتے تھے فجر کی نماز پڑھ کر اشراق تک اوراد و وظائف و تلاوت قرآن مجید کا حسب عادت مشغلہ رہتا تھا یہ نظام العمل ابتدائی زمانے میں رہا جب حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ سے آپ مشرف ہوچکے تو شب بیداری آپ کے روزانہ مشاغل میں داخل ہوچکی تھی رات کا نصف سے زیادہ حصہ اکثر حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی فیض بخش صحبت میں گزرتا تھا اس کے بعد پچھلی کے وقت آپ اپنے گھر واپس ہوتے تھے۔ کیسی ہی بارش ہو مگر آپ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ کی قیام گاہ پر بپابندی تشریف لے جاتے تھے حتیٰ کہ طغیانی رود موسیٰ کے وقت گو پلوں کی حالت مخدوش تھی مگر آپ معمول کے موافق گئے اور واپس ہوئے آپ کا دسترخوان افراط تفریط سے بری اور نہایت وسیع تھا آپ کا دیوانخانہ دن رات مختلف علم و کمال کے لوگوں کے لئے ایک اچھا خاصا ضیافت کدہ تھا آپ میں خدا ترسی بدرجہ اتم موجود تھی دوشنبہ اور پنجشنبہ کو ہمیشہ روزہ رکھتے۔ پہلے پہلے ہفتہ میں دو دفعہ دوشنبہ اور پنجشنبہ کو آپ کی قیام گاہ میں ایک مجلس

مختص شرکاء کے ساتھ منعقد ہوا کرتی جس میں آپ کے پیر حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ شریک رہتے۔ مثنوی مولانا روم اور عوارف المعارف کے جستہ جستہ مقامات کا درس ہوا کرتا جس میں حقائق و معارف کے دقیق نکات و رموز کی توضیح و تشریح ہوا کرتی تھی اس کے بعد اس مبارک صحبت کا قیام روزانہ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے دولتکدہ پر رہا جس میں حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی تصانیف فصوص الحکم فتوحات مکیہ وغیرہ کا مذاکرہ جاری رہا کرتا تھا۔

حضرت معلّی کی ازواج و اولاد

آپ کی تین ۳ بیویاں تھیں جن میں سے دو ۲ لاولد فوت ہوئیں صرف ایک بیوی جو اس وقت موجود اور حضرت شیخ سلطان الدین شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کی آل سے ہیں (جن کا مزار مبارک کڑپہ کرنول علاقہ مدراس میں اسوقت زیارت گدۂ خاص و عام ہے) صرف اُن کے بطن سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں موجود ہیں۔ آپ کی بڑی لڑکی مظہر النساء قاضی محمد سعید الدین صاحب قاضی آشٹی و نیواسہ تعلقہ احمد نگر سے اور چھوٹی لڑکی وحید النساء جاگیر دار مولوی غلام دستگیر صاحب مفتی احمد پور سے جو حضرت معلّی کے برادر زادہ ہیں بیاہی گئیں۔

آپ کے بڑے فرزند حاجی محمد احتشام الدین صاحب تجلّی اللہ معمر (۵۰) سالہ مہاراجہ سر یمین السلطنت بہادر کے علاقہ میں سررشتہ دار عدالت تھے جو اسوقت وظیفہ حسن خدمت پا رہے ہیں اوائل سن شعور میں آپ کو بھی شعر و سخن کا اچھا مذاق رہا ہے یہاں چند شعر آپ کے طبعزاد نقل کئے جاتے ہیں۔

کیا بھروسہ ہیں رفاقت کا کروں یاروں پر
زار ہوں بام مکاں پر ترے چڑھ جاؤنگا
ہے تجلّی تری قسمت کا ستارا روشن

قیس جنگل میں ہے فرہاد ہے کہساروں پر
سایہ جس طرح سے چڑھ جاتا ہے دیواروں پر
ہے جو وہ خال سیہ چاند سے رخساروں پر

[illegible] وغیرہم

حضرت معلی کے منجھلے فرزند محمد مجاہد الدین صاحب مجاہد جنکی عمر اس وقت ۴۸ سال ہے ایک مدت تک مہاراجہ سرمین السلطنت بہادر کے مہتمم کتبخانہ رہ چکے اور اب سررشتۂ ٹپہ میں ملازم ہیں لڑکپن سے شعر کہتے ہیں اور اس وقت صاحبِ دیوان ہیں ابتدائے شاعری سے اب تک اُن کا کلام فراہم و طبع کرایا جائے تو کم از کم فارسی اور اُردو میں ایک ایک ضخیم دیوان ہوگا کلام باعتبار زبان رنگ تغزل اچھی کیفیت رکھتا ہے چند شعر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ ان کو تاریخ گوئی میں بھی خاص ملکہ حاصل ہے۔

سوئے کعبہ یا کلیسا میروی — دل چو برجا نیست بے جا میروی
دلِ محزون بجوشش افتادہ است — مدد اے خضرِ رہبر وقت داد است
بحالِ خویش مجاہد خبر نمی دارم — چہ ابتدائے منست و چہ انتہائے منست
افسوس ہم آنسو کی طرح دیدۂ تر سے — اُٹھے نہ کبھی گر کے حسینوں کی نظر سے
زیرِ زمیں رہے نہ سرِ آسماں رہے — آفت رسیدہ تیرے نہ جانے کہاں رہے
وعدہ کے ساتھ وعدہ کا ایفا ضرور ہے — دی ہے اگر زبان تو پاسِ زباں رہے
تڑپ بجلی نے سیکھی ہے ہمارے قلبِ مضطر سے — برستا ابرِ باراں نے اُڑایا دیدۂ تر سے

حضرت معلی کے سنجھلے فرزند محمد رضوان الدین عرف محمد عبد الجامع صاحب رضوان معمر ۴۲ سال اس وقت سررشتۂ ٹپہ میں ملازم ہیں انہیں بھی پہلے پہلے شعر و سخن کا ذوق رہا ہے۔ محبوب الکلام کے ابتدائی پرچوں اور دیگر اس زمانہ کے مشاعرہ گلدستوں میں رضوان کی غزلیں ملیں گی تلاش زبان مضمون آفرینی کے اعتبار سے کلام میں خاص کیفیت پائی جاتی ہے۔ چند شعر یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

نہ کمر سے ابھی اُس شوخ کے خنجر نکلا — مجھکو حیرت ہے کہ دم جسم سے کیونکر نکلا
طوبیٰ فردوس ہو گلشن میں صنوبر نکلا — پر نہ کوئی ترے قامت کے برابر نکلا
نہیں نہیں کے سوا اور کچھ نہیں آتا — سوالِ وصل پہ کہتے ہو بار بار نہیں

حضرتِ معلی کے چھوٹے فرزند محمد ریاض الدین علی صاحب ریاض عمر ۳۰ سال اسوقت محکمۂ صدارت العالیہ سرکار عالی میں ملازم ہیں (۱۶) سال کی عمر سے انھوں نے شعر کہنا شروع کیا - زمانہ حال کے اعتبار سے تو نظمیں بھی متعدد کہی ہیں -

غرض عمر کے لحاظ سے اِس قلیل مدت میں بھی اِن کا کلام اس قدر موجود ہے کہ ایک کافی حجم کا دیوان نکل سکے کلام میں سوز و گداز کے علاوہ ایک قسم کی جدت اور آمد کا پتہ چلتا ہے - چند شعر نمونتاً یہاں نقل کئے جاتے ہیں -

الفتِ احمدِ بے میم ہے ایماں میرا	مطلعِ حُسن کی تفسیر ہے دیواں میرا
مرے دل کی کشش نے کیا دکھایا ہے اثر دیکھو	انہیں دیکھو یہ آدھی رات دیکھو میرا گھر دیکھو
دیر پر اپنی نظر ہے نہ حرم دیکھتے ہیں	آنکھ جس نے ہمیں دی ہے اُسے ہم دیکھتے ہیں
میں کس منہ سے کہوں بتائیں دل کا جو عالم ہے	ترا ملکر نہ ملنا ہائے کیا شادی نما غم ہے
ہم دست بدل اس لئے پامالِ جہاں تھے	ہر شکل میں اُس صُورتِ اصلی کے نشاں تھے
اسباب جہاں معدنِ اسرارِ جہاں تھے	وہ اپنی حقیقت ہی کے پردوں میں نہاں تھے
سب کہنے کی باتیں ہیں یہاں تھے نہ وہاں تھے	وہ اپنی ہی نظروں میں نہاں اور عیاں تھے
اب ہم کو محبت میں یہ تحقیق ہوئی ہے	تصدیق یقیں کیلئے سب وہم و گماں تھے
یہی دیدِ عشق میں عید ہے مجھے دیکھ پردۂ راز میں	میں وہ عین صورتِ ناز ہوں جو چھپی ہے شکل نیاز میں
فاش ہو کر راز میں رہنا عجب انداز ہے	بے حجابانہ ادا ہی پردہ دارِ راز ہے
جائیں آنکھیں نہ کہیں گوشہ نشیں بنکے رہیں	آمد و رفتِ نفس کا ہے تقاضا ہم سے
کچھ اندازہ کریں گے اہلِ دل اہلِ نظر میرا	میں کہہ سکتا نہیں کیا چیز ہے دردِ جگر میرا
جلتا ہوں یوں کہ موت کا نقشا نظر میں ہے	منشائے زندگی معلی نظر میں ہے
دِل میں تیرا خیال رکھتا ہوں	دولت لازوال رکھتا ہوں
کیفیت ادراک کو نفرت ہے بیاں سے	اب لطفِ خموشی ہمیں حاصل ہے زباں سے

زیارتِ حرمین شریفین و دیگر مقاماتِ مقدسہ

حضرت معلی مرحوم نے اپنے شیخ کی معیت میں تین مرتبہ حج بیت اللہ اور چار دفعہ مدینہ منورہ کی زیارت سے تشرف حاصل کیا ہے چنانچہ ایک قصیدہ میں آپ نے اس کا اعادہ فرمایا ہے۔

کوئی مرض نہ کسی دن کبھی بخار آیا ✤ اگرچہ بندہ مدینہ کو چار بار آیا

پہلی دفعہ ۱۲۸۵ھ میں جب آپ فریضۂ حج اور زیارتِ شریف کے لئے راہی حرمین شریفین ہوئے تو اسوقت کے رفقاء سفر کی فہرست یہ ہے۔

(۱) حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ رح (۲) حاجی عبدالصمد صاحب (۳) حضرت مولانا مولوی حافظ شجاع الدین صاحب رح (۴) مولوی غوث الدین صاحب (۵) حافظ جمال الدین صاحب قاضی وڑگی (۶) بہاء الدین صاحب محتسب قندھار مع محل یعنی محبوب بیگم صاحبہ (۷) محل غلام محی الدین صاحب برادر حضرت معلی یعنی یٰسین بی صاحبہ (۸) محمد اکبر صاحب (۹) محمد منور صاحب (۱۰) مولوی شجاعت علی صاحب رکن پائیگاہ خورشید جاہ مرحوم۔

۱۳۰۱ھ میں جب دوسرے حج کی غرض سے آپ نے ارادہ فرمایا تو آپ کے جو رفقاء سفر تھے وہ یہ ہیں۔

(۱) محمد امیر الدین صاحب پونیری (۲) مولوی امیر الدین صاحب بیدری (۳) قاضی محمد اشرف صاحب قاضی سیدک (۴) افضل محمد خاں وغیرہ۔

اِن کے علاوہ حج اور عرفات پر جو رفقاء رہے ہیں یہ ہیں۔

(۱) غلام نبی صاحب بالکنڈوی (۲) مولوی عبدالقادر صاحب (۳) حضرت چندہ شاہ صاحب رح (۴) ملا عبدالقیوم صاحب مرحوم (۵) امیر الدین صاحب مع محل مریم بی صاحبہ (۶) احمد محی الدین صاحب معہ خاندان (۷) نجیبہ بیگم صاحبہ دختر امیر الدین صاحب (۸) سید یوسف صاحب (۹) سید محمد صاحب کوچک معہ فرزند (۱۰) محمد درویش خادم فیروز یار جنگ مرحوم واپسی حج کے رفقاء کے نام یہ ہیں (۱) حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ رح مع محل (۲) مولوی محمد امر اللہ صاحب

مع والدہ صاحبہ وخالہ صاحبہ (۳) مولوی میر عبداللطیف صاحب مرحوم (۴) مولوی میر عبدالقدیر صاحب سلمہ
(۵) حکیم وزیر علی صاحب (۶) سید علیصاحب فرزند وزیر علیصاحب (۷) لطیف علی صاحب (۸)
احمد علی صاحب (۹) والدۂ ولایت علیصاحب (۱۰) شہاب الدین صاحب معہ محل لسیم اللہ بی صاحبہ
(۱۱) سالار علیصاحب (۱۲) سید عبداللہ حسینی مرحوم افسر معہ خالہ وفرزند سید اعظم اللہ حسینی صاحب
اطہر (۱۳) مولوی سید ابراہیم صاحب مرحوم قاضی ناگڑھ (۱۴) نواب فیروز یار جنگ مرحوم مع والدہ
ومحل امۃ اللہ بی صاحبہ (۱۵) دختر معز یار جنگ یعنی لاڑلی بی صاحبہ معہ دو فرزند خردسال
اکرام الدین وفرید الدین (۱۶) حافظ غلام حسین صاحب حاجی لعل محمد وغیرہ -
اسی مبارک سفر میں حضرت زرد علیشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال مکہ معظمہ میں ہوا -
حضرتِ معلیٰ اور ہم دیگر رفقاءِ سفر نمازِ جنازہ اور دفن میں شریک رہے -
سنہ ۱۳۰۵ھ میں تیسرے حج کی غرض سے جب حضرت معلیٰ عازمِ بیت اللہ شریف ہوئے تو
رخصت نہ مل سکی مگر ملازمت کی پرواہ نہ کرکے توکل علی اللہ پا بہ رکاب ہوگئے حضرت
فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ جب حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمۃ سے اجازت حاصل کرنے ایوانِ شاہی
میں حاضر ہوئے تو دورانِ تقریر میں حضرت غفراں مکاں نے اجازت عطا فرماتے ہوئے حضرت
فضیلت جنگ علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ آپ کے ساتھ معلیٰ صاحب بھی ضرور جائیں گے اس پر انہوں نے
عرض کیا کہ معلیٰ صاحب کو نظامت ٹپہ سے رخصت ملنے میں دریغ ہورہا ہے لیکن وہ اپنے
غایت شوق میں مضطرب اور بلا منظوری رخصت چلنے پر تیار ہیں - حضرتِ غفراں مکاں نے
تعجب کے لہجہ میں فرمایا کہ کیا ناظمِ ٹپہ مسلمان نہیں ہیں مولوی صاحب کو ضرور رخصت ملنی چاہیے
اس کے ساتھ ہی فرمان شرف صدور لایا کہ معلیٰ صاحب کو دو سال کی رخصت مع تنخواہ دیجائے
غرض حضرت معلیٰ حج بیت اللہ وزیارت شریف سے فارغ ہو کر جزیرۃ العرب اور دیگر
مقاماتِ مقدسہ کی دید سے سعادت حاصل کی اور جابجا بزرگانِ دین و صوفیائے کرام کی
صحبت سے استفاضہ کیا - اس سفر میں جو رفیقِ سفر رہے ہیں اُن کے نام یہ ہیں -

(۱) حضرت شاہ غلام علی صاحب قبلہ قدس سرہٗ قاضی قندھار (۲) حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ صاحب مع والدہ صاحبہ و ہمشیر سکندر بی صاحبہ و سید علی ہمشیر زادہ (۳) عبد الصمد خادم حضرت غلام علی صاحب قبلہ تحت ذل شادی ہو گیا تو زیر شریف خادم (۴) مولوی میر عبد اللطیف صاحب مرحوم مع محل و دختر (۵) میر عبد المجید صاحب مرحوم (۶) لطیف الدین عرف چاند میاں صاحب سلمہٗ (۷) یٰسین بادشاہ صاحب (۸) مولوی محمد شاہ صاحب علیہ الرحمہ (۹) امیر الدین صاحب خوشنویس مع محل احمد بی صاحبہ (۱۰) کریم الدین صاحب عین الحسین نعیم الدین صاحب اکرام الدین صاحب فرزندان امیر الدین صاحب ——(۱۱) محمد رفیع الدین صاحب نقیس مرحوم ۔

چونکہ حضرت معلیٰ کی واپسی اس سفر میں قافلہ سے جدا عمل میں آئی اس لئے آپ کے ہمراہ صرف آپ کے متعلقین تھے جن کے نام یہ ہیں

(۱) ہر دو محل حضرت معلیٰ مرحوم مراد بی صاحبہ و لیاقت بی صاحبہ (۲) حاجی محمد احتشام الدین صاحب و محمد مجاہد الدین صاحب و محمد عبد الجامع صاحب فرزندان حضرت معلیٰ (۳) حضرت معلیٰ کی دو لڑکیاں مظہر النساء و حید النساء (۴) حاجی محمد فصیح الدین صاحب برادر نسبتی حضرت معلیٰ مع والدۂ خود جمال بی صاحبہ و برادر محمد رضی الدین صاحب ۔

اس کے علاوہ ہندوستان وغیرہ کے اکثر و بیشتر مقامات مقدسہ مثلاً اجمیر شریف و کلیر شریف رحمت آباد شریف بیجاپور وغیرہ میں حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے ہمراہ آپ نے مزارات بزرگان دین اور اولیاء اللہ کی زیارت سے تشرف حاصل کیا ۔ اسی طرح عراق کے سفر میں بصرہ بغداد شریف کاظمین شریفین ۔ کرخ ۔ کربلائے معلیٰ نجف اشرف کے عتبات عالیات کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اس سفر میں جن حضرات کی شرکت رہی اونکے نام یہ ہیں ۔

(۱) حضرت مولانا مولوی محمد انوار اللہ صاحب مغفور استاد سلاطین دکن (۲) حضرت مولوی سید کریم اللہ صاحب مرحوم (۳) جناب مولوی سید احمد صاحب قادری اول تعلقدار ضلع گلبرگہ شریف (۴) جناب سید عبد العلی صاحب (۵) مولوی میر عبد اللطیف صاحب مرحوم (۶) جناب سید احمد صاحب (۷) دلاور علی صاحب کیل مرحوم (۸) مولوی فاضل صاحب مرحوم (۹) حاجی محمد رضا صاحب مرحوم جمعدار (۱۰) مولوی تراب محی الدین صاحب مرحوم (۱۱) مولوی سید ابراہیم صاحب مرحوم (۱۲) سید عبد الرحمٰن صاحب مرحوم والد حکیم عبد الوہاب صاحب نابینا

(۱۳) سرفراز الدین صاحب (۱۴) سید برہان اللہ حسینی صاحب (۱۵) ابو الحسن صاحب بیدری

(۱۶) موتی میاں صاحب مرحوم (۱۷) حاجی لعل محمد وغیرہ

حلقۂ مخلصین و خاصۂ طبعی آپ کی ذات جامع جمیع صفات حسنہ تھی اس لئے یہ کہنا کہ بہت لگتا تھا دل صحبت میں اُن کی (شعر) وہ اپنی ذات سے یک انجمن تھے نا موزوں نہ ہوگا۔ فقراء ابرار علماء باعمل شعراء نازک خیال غرض ہر حیثیت کے آدمی آپ کے گرویدہ اور آپ کی صحبت و بذلہ سنجیوں کے دلدادہ تھے مرنج و مرنجان آپ کا شعار رہا اسلئے آپ کے احباب کا حلقہ بلا لحاظ مذہب و ملت نہایت وسیع تھا ایثار و ہمدردی آپکا مایہ خمیر تھا آپ فطرۃً اس کے مجبول تھے کہ تادم زیست حاجتمندوں کی صحیح اور جائز حاجت برآری میں کبھی آپ نے دریغ نہ فرمایا حتی الامکان دامے درمے۔ سخنے۔ قدمے کام آئے سچ تو یہ ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کا مطمح نظر خیر الناس من ینفع الناس رکھا تھا ذوی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین کو پیش نظر رکھکے عزیز و اقارب کے سود و بہبود کے مقابل میں آپ نے ہمیشہ اپنا نقصان گوارا فرمایا اور یتامیٰ پروری میں خاص حصہ لیا مسکینوں وغیرہ کی حاجت برآری تا امکان فرمائی چنانچہ ایک غزل میں آپ نے خود فرمایا ہے۔

از دل و جانِ من زیانِ خویشتن دارم قبول (شعر) سود و بہبودِ عزیزاں گر دہ اسرار یست

مشاغل علمی و خصوصیات آپ کی گراں قدر زندگی کا اس امال یاد سے مبارک اہم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے قرآن شریف کا سلیس با محاورہ اردو ترجمہ مختصر تفسیر کے ساتھ شروع کیا تھا جو تقریباً ثلث تک پہنچ گیا اور طغیانی رود موسیٰ میں غرق ہو کر دستیاب ہوا لیکن اوراق ایک دوسرے سے چپٹ گئے ہیں اگر مجلت علمی علحدہ کر کے بعد صحت و جانچ شائع کر دیا جائے تو فی الحقیقت حضرت معلی کے منازل عمر کی ایک بہترین یادگار باقیات الصالحات ہوگی بشرطیکہ بقیہ حصہ کی تکمیل ہو جائے ہم اُمید کرتے ہیں کہ حضرتِ معلی کے جانشین اسکی تکمیل کیجانب عاجلانہ توجہ فرمائیں گے حضرت معلی کو اپنے پیر اور پیر کو اپنے مرید سے جو دلی انس و شفقت تھی اگر ہم اس کو عشق و محبت کے

الفاظ سے تعبیر کریں تو مبالغہ نہ ہوگا۔ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ ہمیشہ بارگاہِ خسروی میں حضرت معلی کے علم و فضل محاسن شاعری کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ سنہ ۱۳۳۰ کے اوائل میں جبکہ موکب سلطانی اورنگ آباد نزہت بخش ہوئی تو مولانا ممدوح بھی ہمراہ تھے ممدوح کے دو خطوط جو حضرت معلی کے نام ہیں بجنسہ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں جس سے ظاہر ہوگا کہ اعلیحضرت بندگانعالی[۲] کو حضرت معلی کی شخصیت کا کس قدر پاس تھا۔

از اورنگ آباد کیمپ شاہی۔

مکرم و معظم من دام عنایتہ۔ السلام علیکم آج ہی اعلیحضرت خلد اللہ ملکہٗ درگاہوں کو تشریف لے گئے تھے میں بھی موٹر میں ہمراہ تھا شاہ علی صاحب نہری قدس سرہٗ کی زیارت سے فارغ ہو کر حضرت شاہ نور حموی قدس سرہٗ کی درگاہِ شریف کو جارہے تھے اُس وقت مجھ سے پوچھے کہ معلی صاحب ہیں" مجھے تامل ہوا کہ کن کا حال دریافت فرمارہے ہیں کیونکہ اندنوں آپ کا ذکر نہیں ہوا تھا اُس کے بعد فرمائے مظفر الدین صاحب کہاں ہیں میں نے عرض کیا وہ حیدرآباد میں ہیں۔ فرمائے میں اپنے بھائیوں کی استادی کے لئے اُن کو تجویز کیا ہوں حیدرآباد کو جاکر پڑھائی شروع کردیجائے گی" میں نے اُسوقت کہا کہ ماشاء اللہ آپ کا حافظہ نہایت قوی ہے کہ کتنے روز کے بعد آپ نے اُن کا نام اور تخلص یاد رکھ کے یہ تجویز فرمائی۔ شب چہاردہم جو صاحبزادۂ بلند اقبال متولد ہوئے اُن کا نام میر احمد علیخاں تجویز فرمائے اور یہ بھی فرمائے کہ اِس ماہ کی مناسبت سے یہ نام تجویز کیا گیا۔ اگر کوئی تاریخ ولادتِ باسعادت شاہزادۂ بلند اقبال کی عمدہ نکلی ہو تو جلد روانہ فرمائیے کہ اس موقعہ میں گزراننا نہایت مناسب ہوگا ضرور فکر کیجئے سعد و میاں صاحب اور حمید میاں صاحب وغیرہ حال پرسان کو سلام شوق ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ

شرحہ بخط مبارک حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ خاں صاحب المخاطب حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ استاد سلاطین دکن

---

[۲] بوجہ معذرت پیرانہ سالی اس خدمت سے حضرت معلی مرحوم نے معذرت چاہی۔

کمپ شاہی شنبہ **دوسرا نوازش نامہ** ۲۶ ربیع الاول شریف ۱۳۵۰ھ

"مکرمی الطاف و کرم فرمائے بیکراں دام عنایتہ - السلام علیکم - الحمد للہ یہاں ہم خیریت سے ہیں اور عافیت وہاں کے آپ سبھوں کی مدعو و مطلوب ہے آپ کا خط ۲۱ شہر حال کا معہ قطعہ تاریخ وصول ہوا کل تاریخ ۲۵ ماہِ رواں روز جمعہ اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ جامع مسجد میں گیارہ پلہ کی بریانی پکوا کر اور مجھے اپنے ساتھ لیجا کر اُس پُختِ پر فاتحہ دلوائی اور غربا کو کھلائے اور جمعہ کی نماز بھی حضور اور ہم پھر جامع مسجد جا کر پڑھے اور بعد نمازِ جمعہ وہیں سے بسواری موٹر حضور کی ہمراہی ہیں اور دوسرے مصاحبین کے ساتھ خلد آباد شریف روانہ ہوئے کیونکہ وہاں موئے مبارک وغیرہ جو آثارِ شریف ہیں اُن کو صندوقوں میں رکھنا منظور تھا اور وہ صندوقیں ہیں اورنگ آباد میں بقیمت ایکہزار روپیہ نہایت عمدہ تیار کرا کے لیگئے اور اثنائے راہ میں آپ کا وہ سرخ کاغذ قطعہ تاریخ کا میں نے اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ کو دیا بعد ملاحظہ بہت خوش ہوئے اور نہایت پسند فرمائے اور دیر تک تعریف فرماتے رہے اور اس موٹر میں مولوی احمد حسین صاحب علم اور نواب صادق جنگ بہادر اور ڈاکٹر شاہ میر خاں صاحب بھی موجود تھے وہ لوگ بھی بہت تعریف کئے اور حضور پر نور یہ بھی فرمائے کہ "معلی صاحب کیا عالم بھی ہیں" میں نے جی ہاں کہا اور مولوی محمد زمان خانصاحب شہیدؒ کے تلمذ اور صحبت وغیرہ کا حال بیان کیا اور تاریخ کا کاغذ حضور پر نور اپنے پاس رکھ لئے قریب مغرب کے ہم اورنگ آباد واپس آگئے بفضلہ تعالیٰ اور بھی حالات سب شکر کے قابل ہیں اور کوئی تاریخیں جنکا مادہ نہایت عمدہ ہو روانہ فرمائیے پھر اعلیحضرت کے ملاحظہ میں پیش کئے جائیں گے - مولوی سعد و میاں صاحب اور حمید میاں صاحب اور آپ کے سب بچوں وغیرہ کو سلام فرمائیے - یہ ضرور نہیں کہ کوئی تاریخ ضرور روانہ کیجائے اگر کوئی عمدہ مادہ نکل آئے تو روانہ فرمائیے خلد آباد میں پانی کی نہایت قلت ہے نہر کا کام شروع کر دیا گیا ہے تخمیناً بائیس ہزار کی اُس کے لئے ضرورت ہے دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ اسے انجام کو پہنچائے فقط شرحد دستخط مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ صاحب قبلہؒ ـــــ"

بادشاہ ظل اللہ پیر اہل اللہ ہونیکی حیثیت سے جب دونوں کے مکارم و مراحم کسی شخص کے شاملِ حال ہوجائیں تو بلاشبہ اُس

شخص کی ذات حقیقی معنوں میں معلی ہی کہلائے گی۔

ہمعصر علماء و مشائخین عظام حضرت معلی نے جن علماء اور مشائخین عظام سے ملاقات اور شرف صحبت حاصل فرمایا ہے ان کے اسماء گرامی کی منتخب فہرست یہاں نقل کیجاتی ہے۔ (مشائخین حیدرآباد مع بیرون جات)

(۱) حضرت عزت اللہ شاہ صاحب (۲) حضرت حافظ مولوی محمد شجاع الدین صاحب (۳) حضرت شاہ سعد اللہ صاحب (۴) حضرت حافظ محمد علی صاحب خیرآبادی (۵) حضرت شاہ غلام علی صاحب قندھاری (۶) حضرت حسن پیر صاحب قادری (۷) حضرت مولوی وجیہ الدین صاحب قادری (۸) حضرت شاہ جمال الدین صاحب (۹) حضرت نبیرۃ القادری صاحب (۱۰) حضرت مولوی حسن الزماں صاحب[۱] (۱۱) حضرت مرزا سردار بیگ صاحب (۱۲) حضرت شاہ قیام الدین صاحب قندھاری (۱۳) حضرت شاہ علیم الدین صاحب قندھاری (۱۴) حضرت محمد دائم صاحب (۱۵) حضرت محمد قائم صاحب (۱۶) حضرت میر اشرف علی صاحب (۱۷) حضرت مسکین شاہ صاحب (۱۸) حضرت مولوی عثمان صاحب (۱۹) حضرت ملک اعظم صاحب (۲۰) حضرت شاہ نورالدین صاحب قادری (۲۱) حضرت سید شیخین صاحب شطاری اورنگ آبادی (۲۲) حضرت بہبود علی شاہ صاحب (۲۳) حضرت شاہ خاموش صاحب خاموش (۲۴) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب (۲۵) حضرت ہلال شاہ صاحب (۲۶) قاضی شاہ برہان الدین صاحب (۲۷) حضرت زرد علی شاہ صاحب (۲۸) حضرت سید نورالمقتدیٰ صاحب خجندی اورنگ آبادی (۲۹) حضرت چندہ شاہ صاحب حیدری (۳۰) حضرت اسداللہ حسینی صاحب مرحوم (۳۱) حضرت سید پیر صاحب (۳۲) حضرت محمد حسین صاحب ابوالعلائی (۳۳) حضرت محمد آغا داؤد صاحب (۳۴) حضرت افتخار علی شاہ صاحب وطن (۳۵) حضرت بہار علی شاہ صاحب (۳۶) میاں اسلم صاحب خیرآبادی (۳۷) مولوی میاں قادر بخش صاحب (۳۸) (۳۹) حضرت نصرت اللہ شاہ صاحب مرحوم (۴۰) حضرت دلاور علی شاہ صاحب مرحوم (۴۱) حضرت مولوی سید عبدالرحمٰن صاحب نجف آبادی (۴۲) سید شاہ اسداللہ حسینی صاحب عرف حبا صاحب مرحوم۔

(مشائخین حرمین شریفین) (۱) حضرت شاہ حافظ محمد امداد اللہ صاحب چشتی (۲) حضرت ملا نواب صاحب مہاجر (۳) مولانا مولوی رحمت اللہ صاحب[۲] (۴) حضرت شیخ احمد دحلان مکی (۵) حضرت محمد حسین صاحب شیخ الہنود

[۱] محدث حیدرآبادی

[۲] کیرانوی بانی مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ

(۶) مولوی عبدالحق صاحب (۷) حسن عرب صاحب (۸) شیخ عبداللہ بہاری۔

(۱) شیخ محمد بن علی بن مالک باشلی الحریری شیخ الدلائل (۲) حضرت مولوی سید ظاہر وتری المدنی مدرس مسجد نبوی (۳) شیخ محمد رضوان (۴) شیخ محمد سعید۔

یہاں شیخ الدلائل حضرت محمد مالک باشلی کا ایک خط بجنسہ نقل کیا جاتا ہے جس کو حضرت موصوف نے مدینہ منورہ سے اس ناچیز کے نام تحریر فرمایا ہے جس سے حضرت معلی کے دوستانہ تعلق کی توضیح ہوتی ہے

نقل خط

جناب معلی القاب معظم و مکرم حضرت جناب قاضی محمد شریف الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون الاسلام کے واضح ہو کہ ہم خیریت سے ہیں آپ کی سلامتی اللہ تعالیٰ سے شب و روز چاہتے ہیں آپ کو خط بھیجا تھا ۲ محرم کو اور اس میں لکھا کہ ہم نے وکیل کیا حافظ غلام حسین صاحب کو جس طرح مولوی مظفر الدین صاحب نے فرمایا تھا مگر اب تک اس کا حال نہیں معلوم ہوا آپ کا خط بھی نہ آیا نہ مولوی صاحب کا خط آیا ہم بہت آزردہ ہیں کہ آپ نے بھی خط نہ بھیجا جب سے تشریف لے گئے ہم نے جانا تھا کہ آپ ہی سے سب کام ہمارا بنے گا مگر آپ نے اب تک خط نہ لکھا تعجب ہے اب آپ مہربانی فرماکر مولوی مظفر الدین صاحب کے پاس جاکر ہم کو روپیہ پہلے سال کے جلد بھیجوا دو کہ ہم بہت پریشان ہیں اور حافظ غلام حسین صاحب کے پاس جاکر سب حال کہکر روپیہ جلدی روانہ کرو اور حافظ غلام صاحب کا خطاب اور محلہ اور پتہ ہم کو لکھو اور سب جواب تمہارے نام بنام سلام فقط خادم دلائل الخیرات (محمد مالک باشلی) علامت مہر

۱۳ ربیع الثانی ۱۳۰۹ھ

(مہر: مالک باشلی محمد بن علی بن)

علماء و مشائخین بغداد شریف

(۱) حضرت پیر سید سلیمان افندی نقیب الاشراف صاحب سجادہ مرحوم (۲) حضرت پیر عبدالرحمٰن صاحب نقیب الاشراف صاحب سجادہ مدظلہ۔

علماء حیدر آباد دکن وغیرہ۔ (۱) حضرت مولوی حافظ محمد شجاع الدین صاحب (۲) حضرت مولوی

حافظ محمد انوار اللہ صاحب علیہ الرحمہ (۳) حضرت مولوی قاضی بدیع الدین صاحب (۴) حضرت مولوی عبد الحلیم صاحب (۵) حضرت مولوی حافظ محمد عبد الحی صاحب فرنگی محلی (۶) مولوی نیاز احمد صاحب بدخشانی (۷) مولوی غوث الدین صاحب (۸) مولوی شمس الدین صاحب استاد نواب لائق علیخاں بہادر (۹) مولوی محمد اکبر صاحب (۱۰) حکیم مولوی محمد ابراہیم صاحب (۱۱) مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی (۱۲) مولوی منور شاہ صاحب (۱۳) مولوی حیدر علی صاحب منتہی الکلام فیض آبادی (۱۴) مولوی محمد اسحق صاحب (۱۵) مولوی محمد یعقوب صاحب (۱۶) مولوی عبد الرحیم صاحب (۱۷) مولوی احمد خیر الدین صاحب (۱۸) مولوی خیر المبین صاحب مدظلہ (۱۹) مولوی سید یعقوب علی صاحب

انتقالِ پُر ملال یہ امر مسلم ہے کہ نیک انجام آغاز سے زیادہ قابل تعریف ہے ہر شخص اسکی کوشش کرتا ہے کہ عاقبت محمود ہو۔ جو لوگ خاصانِ خدا ہیں در اصل اُن کا مرنا مرنا نہیں ہے بلکہ حیات بعد الممات ہو کر فضائے روحانی کی سیر کرتے ہیں کسی کے خضر راہ ہیں تو کسی کے مشعل ہدایت اور کسی کے صراط مستقیم اُن کی غیبی تائید اور اُن کے باطنی فیوض و برکات قیامت تک دنیا میں آفتاب بنکر چمکتے ہیں۔ یہی کیفیت ہم حضرت معلّیٰ کے انتقال کی بھی پاتے ہیں چنانچہ حضرت معلّیٰ نے سات سال قبل اپنے موت کی پیشین گوئی ایک قطعہ تاریخ کے ذریعہ کی ہے جسکو حضرتِ موصوف نے اپنے قلم سے اپنے وظیفہ کی کتاب میں درج فرمادیا ہے حضرتِ معلّیٰ (۸۰) سال کی عمر طبعی پاکر ۲۶ شوال المکرم ۱۳۳۵ھ پنجشنبہ کی رات میں گیارہ بجے راہی عالم بقا ہوئے قطعہ تاریخ میں پانچ شعر کہے ہیں ہر مصرعہ حضرت معلّیٰ کی کسر نفسی توبہ۔ مغفرت دعائے استجابت گریہ بکا رحمت شفاعت کا ضامن و کفیل ہے آخر میں مادۂ تاریخ کا مصرعہ جس بے ساختگی سے نکلا ہے اس کی قدر کچھ ارباب بصیرت ہی کرسکتے ہیں۔

قطعۂ تاریخ

اے معلّیٰ گرچہ ہوں عصیاں میں غرق	رحمتِ خالق پہ تکیہ ہے میرا
رحمتی سبقت علی غضبی عیاں	بہرِ بخشائش وثیقہ ہے میرا

کہ اسی رحمت کی سبقت کے سبب — شافعِ محشر وسیلہ ہے میرا
رب کریم اور ہیں حبیب اُس کے کریم — دو کریموں پہ بھروسہ ہے میرا
جاں نکل کر جسم سے کہتی ہے سن — بخشنے والا اب اللہ ہے میرا

ایک اور قطعۂ تاریخ آپ کے چھوٹے بھائی مولوی محمد حمید الدین صاحب نے بھی کہا ہے ایک بھائی کا مرنا دوسرے بھائی کے لئے فی الحقیقت سوہانِ روح کا باعث ہے۔ اِس لحاظ سے محمد حمید الدین صاحب نے اپنے بھائی حضرتِ معلّیٰ کا جن الفاظ میں شیون کیا ہے اُس کا سوز و گداز دوسروں کا بھی دل ہلا دیتا ہے اور واقعاتِ موت کی ایسی موثر تصویر کھینچی ہے کہ ایک ایک لفظ تیرِ غم ہے۔

قطعۂ تاریخ

تھا مہِ شوال اور تاریخ تھی چھبیسویں — میرے بھائی ہائے جب سوئے ارم رخصت ہوئے
پنجشنبہ کی تھی شب گیارہ بجے تھے رات کے — وصل سے وہ خوش تو ہم غم دیدۂ فرقت ہوئے
لیٹنے کی طرز میں شکلِ محمد تھی عیاں — رو بہ قبلہ واصلِ حق وہ بایں صورت ہوئے
بھینا بھینا تھا پسینہ روئے پُرانوار پر — وہ روانہ سرخ رو با اینہمہ شوکت ہوئے
کہہ رہی تھی مسکراہٹ چہرۂ پُر نور کی — آج ہم شکرِ خدا مستِ مئے وحدت ہوئے
مصرعۂ تاریخ رحلت دل نے رو رو کر کہا — طالبِ جنت معلّٰی راہیِ جنت ہوئے
چھوڑ کر ہائے معلّٰی الیس الف کا گر عدد — اس طرح سے فصلی اعدادِ سنِ ہجرت ہوئے

ایک تیسرا قطعہ فارسی میں آپ کے منجھلے فرزند محمد مجاہد الدین صاحب مجاہد کا بھی ہے مادۂ تاریخ نہایت بہتر اور صبر و سکون کا مجموعہ ہے۔

قطعۂ تاریخ

ازحکمِ خدا مظفر الدینؒ — بے مثلِ زمانہ فردِ یکتا
بود آنکہ بصورتِ محمد — زاں وقت کہ جسمِ ذاتِ والا
پابندِ شریعت و طریقت — جاں دادہ شدہ چو رو بقبلا

گفتم سن رحلت ای مجاہد | رفتند بجنت معلاً
۱۳۳۵ھ

مزار حضرت معلیٰ محلۂ عثمان شاہی میں مصداق (ھٰذہٖ قبوُرھُم وھٰذہٖ قصورھُم) ان کے مکان ہی کے روبرو مرجع خاص و عام ہے قبر بے تکلف مٹی کی ہے جب ہم اس طرف گزرتے ہیں تو اس چھوٹے سے قبرستان میں حضرت معلیٰ کی قبر سے حضرت سعدیؒ کی قبر کا دھوکہ ہوتا ہے نوّر اللہ مرقدہٗ ۔

حضرت معلّیٰ کی شاعری

اب ہم اس مجموعہ کے اصل عنوان پر بحث کرنا مناسب خیال کرتے ہیں حیدرآباد دکن شعرا کا قدیم مرکز رہا ہے اور ہر زمانے میں یہاں سے اچھے اچھے شعرا نکلا کئے۔ ولی سراج جو دکن کے مشہور و معروف شعرا ہیں ان سے قدامت کی تصدیق ہوتی ہے جنکے دواوین اسوقت کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی میں موجود ہیں ایک لحاظ سے اُردو شاعری کا موجد ان کو کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا غرض سرزمین دکن کو علاوہ دیگر فنون کے فن شعروسخن میں بھی اعلیٰ مذاق حاصل رہا ہے اُردو اور فارسی میں بہت سارے افراد صاحب دیوان نکل چکے اور نکل رہے ہیں جناب امیرؔ اور جناب داغؔ جنکو موجودہ زمانے کی اُردو دنیا کے شاعری میں ایک خاص امتیاز حاصل ہے ان کا یہاں دفن ہونا دکن کی قدرشناسی کی زندہ دلیل ہے بلکہ اس کلیہ کے لحاظ سے کہ جس کی جہاں کی خاک ہوگی وہیں دفن ہوگا .... جناب امیرؔ اور جناب داغؔ کو بھی خاک دکن سے شمار کیا جائے تو بیجا نہیں خصوصاً اس مبارک دور عثمانی میں تو بقائے زبان اُردو کا سہرا حیدرآباد دکن کے سر ہوگیا ہے۔ ترقی زبانِ اُردو کیلئے جو ذرائع بہم پہنچائے جارہے ہیں ظاہر ہیں جامعۂ عثمانیہ دارالترجمہ کا قیام کوئی معمولی بات نہیں ہے اس کے علاوہ زبانِ اردو میں جن امور کی کمی ہے اُس کی تکمیل کے لئے حضرت آصف سابع سلطانِ دکن خلد اللہ ملکہ نے اپنی اعلیٰ فراست سے بصرفِ زرِکثیر خاص خاص علمے اور تقررات جو فرمائے اور فرمارہے ہیں دکن کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانیکے قابل واقعات ہیں
(۲) عموماً شاعر دو قسم کے ہوا کرتے ہیں ایک بالطبع موزوں دوسرے عروض دانی کے لحاظ سے

شعر کہہ لیا کرتے ہیں مگر اس مجموعہ کے ناظم (حضرت معلّیٰ علیہ الرحمہ) کو ہم دونوں کا جامع پاتے ہیں یعنی حضرت طبعاً شاعر ہونے کے علاوہ عروض دانی میں بھی اعلیٰ معلومات اور تبحّر رکھتے تھے اس کے سوا سونے پر سہاگا آپ نے درد بھرا دل پایا تھا جو جانِ شاعری ہے کلام کے دیکھنے سے ناظرین سوز و گداز و اثرات کا اندازہ فرما سکتے ہیں۔ اوائل زمانۂ شاعری میں آپ کو نواب حیدر حسین خانصاحب مرحوم حیدر حیدرآبادی تلمذ تھا جو حضرت حفیظ کے فرزند اور حضرت فیض علیہ الرحمہ کے ہمعصر ہیں اور اپنے زمانے کے مشہور شعرا سے ہیں۔ حضرت حفیظ دکن کے وہ شاعر ہیں جن کے متعلق آبحیات میں جناب ذوق کے بیان میں شہیدی مرحوم کی زبان سے مصنف آبحیات نے لکھا ہے اسوقت ہندوستان میں تین شاعر ہیں دہلی میں ذوق لکھنؤ میں ناسخ دکن میں حفیظ۔ حضرت فیض وہ بزرگ ہیں جنکا طبع شدہ دیوان اسوقت موجود ہے دکن کی زبان دانی کی سند ہے

حضرت معلّیٰ اردو کے علاوہ فارسی میں بھی شعر و سخن کا مذاق رکھتے تھے جو نسبتہً آپ کے اردو مذاق سے اعلیٰ ہے۔ یہاں حضرت معلّیٰ مرحوم کے ہمعصر دکن کے چند مشہور و معروف صاحب دل صاحبِ دیوان شعرا کی فہرست نقل کیجاتی ہے۔

(۱) حضرت فیض علیہ الرحمہ (۲) حضرت شاہ خاموش صاحب خاموش رح (۳) حضرت افتخار علی شاہ صاحب وطن رح (۴) نواب سناء الملک آغا شوستری صاحب طوبیٰ (۵) نواب وزیر علی بادشاہ صاحب وزیر مغفور (۶) مولوی عبد الحفیظ پاس مرحوم (۷) حکیم مظفر الدین مرحوم مزاج (۸) مولوی عبداللہ حسینی مرحوم انسر (۹) مولوی احمد علی مرحوم اثر (۱۰) مولوی امیر اللہ صاحب مرحوم امیر (۱۱) حضرت مولوی محمد محسن قادری مرحوم الملقب بہ شیرین سخن خاں راقم (۱۲) مولوی سراج الدین صاحب سراج (۱۳) مولوی عبد العلی مرحوم والہ (۱۴) غلام دستگیر صاحب نظم (۱۵) حکیم وحید الدین صاحب عالی (۱۶) مولوی محمد حسین بخاری مرحوم موزوں (۱۷) مولوی حبیب اللہ ذکا مرحوم (۱۸) جناب مردان علی صاحب مرحوم ضیا (۱۹) مولوی بسم اللہ خاں مرحوم زخم (۲۰) عبدالکریم صاحب والا (۲۱) ملا عبد الباسط صاحب مرحوم (۲۲) قاضی عبد الحمید صاحب فوق قاضی کوتگیر (۲۳) علی احمد صاحب شوق (۲۴) غلام حسین صاحب جذبی

ساکن پربلی (۲۵) فیاض الدین خاں صاحب (۲۶) بنسی راجہ بہادر باقی (۲۷) راجہ بجو لعل تمکین (۲۸) راجہ سیتل پرشاد خرم (۲۹) صدر الاسلام خانصاحب صدر المہام متفرقات -

حضرت معلّیٰ نے بہت کم سنی سے شعر کہنا شروع کیا ابتداءً تو اردو شاعری میں جناب حیدر مرحوم سے اصلاح لی مگر تھوڑے ہی زمانے میں آپ نے اپنی خداداد طبیعت سے اس قدر ترقی فرمائی کہ حیدرآباد دکن کے اعلیٰ نامور شعراسے شمار کئے جانے لگے اور دن بدن آپ کے شاگردوں کا حلقہ بڑھتا رہا اسوقت بھی حیدرآباد دکن اور اس کے اطراف واکناف کے ممالک میں آپ کے شاگرد موجود ہیں راجہ راجایان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنۃ کے سی ایس آئی پیشکار و سابق وزیر اعظم دولت آصفیہ دام اقبالہٗ نے بھی حضرت آصف سادس خلد آشیاں کی شاگردی سے تشرف حاصل کرنیسے پہلے حضرت معلّیٰ ہی سے اصلاح سخن حاصل فرمائی چنانچہ خود مہاراجہ بہادر فرماتے ہیں - تم معلّیٰ کو نہیں پہچانتے ؛ شاعری میں شاد کا اُستاد ہے اس کے علاوہ مہاراجہ یمین السلطنت بہادر دام اقبالہٗ کے دو خط یہاں بجنسہ نقل کیے جاتے ہیں جس سے حضرت معلّیٰ اور مہاراجہ بہادر کے شاعرانہ تعلق کی توضیح ہوتی ہے

نقلِ خط

جناب معلّیٰ صاحب - تسلیم -

عنایت نامہ پہنچا مشکور ہوا جو کچھ آپ تحریر فرماتے ہیں یہ آپ کی محبت اور الطاف ہے میں اس قابل نہیں ہوں آپ نے سنا ہوگا کہ فیض صاحب کے شاگردوں میں سے ایک فقیر جنکا تخلص آزر تھا اور وہ سناسی تھے بروز مشاعرہ حضرت فیض انھوں نے اپنی غزل سب کو پڑھکے سنائی اور دفعۃً فالج نے ان کو گھیرا دوسرے روز صبح یعنی کل سویرے راہیٔ ملک عدم ہوئے وہ فقیر میرے دوست تھے اس لئے میں ان کی میت میں گیا تھا لب گور پہنچا کے واپس ہوا سنا گیا کہ آٹھ بجے دفن ہوئے ان کا دفن بھی میرے علاقہ کا ایک مندر ہے جو پھول باغ کے عقب ہے وہیں پر ہوا - رات میں آپ کے جمال سے مشرف ہوا - میں نے بھی دیکھا کہ آپ کتاب پڑھ رہے تھے کیا مضائقہ

بہرحال آپ میرے اُستاد ہیں رہبر کی وفات کی دو تین تاریخیں ہوئی ہیں جو علحٰدہ پرچہ پر بھیجتا ہوں
بنظر اصلاح دیکھکر لطف فرمائیے کل ہی ہوئی ہیں۔ فقط (دستخط مہاراجہ سر یمین السلطنت بہادر شاد دام اقبالہٗ)

دوسرا رقعہ

جناب معلّٰی صاحب تسلیم خمسہ پہنچا مشکور ہوا اس کے پہلے بھی میں نے ایک خمسہ لکھا تھا داغ صاحب نے
مجھ پاس کہوایا کہ اگر اس پر خمسہ ہو تو مجھے دکھلا دیں حسبہٗ میں نے روانہ کیا تھا اُسپر جو کچھ انھوں نے
کم و بیشی کی ہے بجنسہٖ وہ خمسہ روانہ کرتا ہوں۔ تاریخ در روز جشن سے میں آپ کو ضرور اطلاع دونگا اور
سرکار سے آپکے قصیدہ پڑھنے کی نسبت خدا نے چاہا تو اجازت بھی حاصل کروں گا باقی اور کیا لکھوں
خدا کے فضل کا امیدوار ہوں فقط (دستخط مہاراجہ سر یمین السلطنت بہادر شاد دام اقبالہٗ)

حضرت معلّٰی کے کل شاگردوں کی فہرست اگر قلمبند کیجائے تو طول عمل ہے اس لئے یہاں صرف
چند مشہور صاحبِ دیوان شاگردوں کی فہرست درج کیجاتی ہے:۔

(۱) نواب لقمان الدولہ بہادر دل (۲) نواب اقبال یار جنگ مرحوم (۳) راجہ ٹھاکر پرشاد صاحب
بہنوی مہاراجہ سر یمین السلطنت دام اقبالہٗ (۴) آصف نواز ونت بہادر جاگیردار (۵) رفیع الدین صاحب
نفیس (۶) محمد مجاہد الدین صاحب فرزند حضرتِ معلّٰی رح (۷) حشمت علی صاحب مرحوم حشمتؔ (۸) صوفی
مشرف علیشاہ صاحب حیدرآبادی (۹) رفیع الدین صاحب فریدی (۱۰) سید اعظم اللہ حسینی صاحب اطہر
(۱۱) صادق حسین صاحب صادق (۱۲) مولوی یعقوب علی صاحب مرحوم اشہر (۱۳) مولوی سید محمد حبیب الدین صاحب علی

غرض حضرتِ معلّٰی قدیم کہنے والوں میں سے ہیں کہا جاتا ہے کہ حضرت موصوف کے اُردو اور
فارسی ملاکے پانچ چھ دیوان ردیف وار تھے جو آپ کے کتبخانہ میں مجلد رکھے ہوئے تھے۔
آپ کی قیامگاہ محلہ عثمان شاہی متصل رود موسیٰ واقع ہونیسے ۱۳۲۶ھ کی طغیانی رود موسیٰ میں جملہ
مکانات مع اثاث البیت وکتب خانہ جس میں بعض اسنادِ جاگیر وجملہ دواوین بھی تھے
افسوس کہ آب برد ہوگئے۔ اب جو اس مجموعہ کے ذریعہ ناظرین کے سامنے پیش کیا جارہا ہے
وہ کلام ہے جو طغیانی زدہ غزلیات کے مسوّدوں سے حاصل کیا گیا یا بعد طغیانی حضرت معلّٰی نے

تصنیف فرمایا ہے فراہمی کلام کی تفصیلی حالت اگر ظاہر کیجائے تو ایک مستقل رسالہ ہو جائیگا۔ غرض مختصر یہ کہ اتنا کلام بھی جو دستیاب ہوا ہے صرف تصرف حضرت معلی بتائید ایزدی جمع ہوا ہے وہ طغیانی زدہ پرچہ جات جن پر سے کلام نقل کیا گیا ہے اگر دیکھے جائیں تو ہر دیکھنے والا اسکی تصدیق کریگا کہ ترتیب کنندہ بجز تائید غیبی کسی صورت مرتب نہیں کر سکتا بعض پرچوں کو خردبین لگا لگا کے کلام لیا گیا ہے۔ غرض اس مجموعہ میں جس قدر کلام ہے وہ حضرت معلی کے مختلف دواوین کا مجموعہ ہے اشعار وغیرہ چونکہ شاعر کی اولاد معنوی کہلاتی ہے اِس لحاظ سے حضرت معلی کے فرزندانِ صوری یعنی (محمد احتشام الدین صاحب تجلی اور محمد مجاہد الدین صاحب مجاہد اور محمد عبد الجامع صاحب ضوان اور محمد ریاض الدین علی صاحب ریاض) نے حضرتِ موصوف کی اولادِ معنوی کو پراگندگی سے بچانیکی غرض سے برادرانہ نسبت کو پیش نظر رکھکے بصورتِ دیوان بنام نہاد ریاض معلی اپنے برادرانِ معنوی کے شیرازۂ اخوت کو اپنے والد مرحوم کی یادگار میں جو محفوظ کیا ہے خداوند کریم ان کو اِس کے صلہ میں استقامتِ باطن اور ترقی معنوی عطا فرمائے اِس کے علاوہ حضرتِ معلی کے برادرزادہ مظہر الدین احمد صاحب نے بھی نقل کلام اور تصحیح طبع میں عقیدت مندی کے ساتھ جو حصہ لیا ہے خداوندِ کریم اِن کو بھی دارین میں اسکا صلہ کافی ووافی عطا فرمائے۔

کلام پر سرسری نظر حسب تشکیل ذیل تین حصوں پر کلام کی تقسیم کی گئی ہے۔

(۱) حصۂ اول متعلق بہ کلامِ اردو نعتیہ (۲) حصۂ دوم متعلق بہ کلام اردو عشقیہ قصائد مدحیہ قطعات مناجات وغیرہ (۳) حصۂ سوم متعلق بہ کلام جملہ فارسی۔

حصۂ اول ریاض معلی اس حصہ میں حضرتِ معلی کا اردو نعتیہ کلام درج ہے نعت گوئی ایک اہم مقام کلام ہے یہاں وہی انسان زبان کھول سکتا ہے جو قال کے ساتھ حال بھی رکھتا ہو۔ حال کے انتہا کے بعد جب انسان کو درجۂ قال حاصل ہوتا ہے وہ ایک خاص اثر اور لطف رکھتا ہے اس کلام میں ایسی دلکشی ہوتی ہے جو بیان سے خارج ہے۔

انتہائے قال کیا ہے ابتدائے حال ہے شعر انتہائے حال تک اعلیٰ مقام قال ہے
حضرتِ معلیٰ کی نعت گوئی میں قال کے ساتھ حال کی کیفیت پائی جاتی ہے اِس کے علاوہ حفظ مراتب مؤدبانہ مخاطبت آپ کے حوصلۂ عشق کو ظاہر کر رہی ہے کلام میں سلاست اور سادہ ادائی کوئی معمولی بات نہیں یہ محبت بھرے دل کا کام ہے جو مدتوں جگر کاوی کے بعد فضل ایزدی حاصل ہوتی ہے حضرتِ معلیٰ کا کلام بے ساختگی سے مملو اور اِس کے ہر ہر لفظ سے صداقت مترشح ہے چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

ہمیں بھی تو ہی اے اللہ مصطفیٰ سے ملا
تو ان کے ملنے سے ملتا ہے لوگ کہتے ہیں

اِس قبیل کے اور بھی کئی شعر ملیں گے بالفعل اِس ایک شعر سے ناظرین خاص اندازہ فرما سکتے ہیں کہ کس سادگی کے ساتھ اظہار مدعا کیا گیا ہے اگر سچ پوچھو تو مذکورہ شعر سے تجاہل عارفانہ کی شان نمایاں ہے اِس کے علاوہ اور ایک جگہ اسی مضمون کو ایک دوسرے پیرایہ میں فرماتے ہیں۔

بخدا اُن کے ہی ملنے سے خدا ملتا ہے
یہ نہ سمجھو کہ نبی ملنے سے کیا ملتا ہے

اِس شعر میں لفظ (بخدا) حضرتِ معلیٰ کے درجۂ یقین کو ظاہر کر رہا ہے اِس کے سوا جن حضرات کی نظر سے حضرتِ فضیلت جنگ کی تصانیف کا سلسلہ گزرا ہے اُن کو حضرتِ معلیٰ کے کلام میں ایک خاص ذوق ملے گا مقاصد الاسلام وغیرہ میں تفصیل سے جن مسائل پر بحث کی گئی ہے اکثر ان تفصیلی مباحث کو حضرتِ معلیٰ نے اجمالی صورت میں لا کر ایک ایک شعر میں عام فہم الفاظ کے ذریعہ خلاصہ بنایا ہے ان کی قادر الکلامی کا آئینہ ہے چند شعر اس قبیل کے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

منکرِ قولِ شفاعت سے ہی جی میں پوچھوں
معنیٔ آیت یُعْطِیكَ فَتَرْضیٰ کیا ہے

مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِلَّا دلیل ہے
ناطق تھی وحیِ حق سے ہی گفتارِ مصطفیٰ

ہمسری خیر البشر کی کیا کرے کوئی بشر
سامنے یاقوت کے شانِ حجر کچھ بھی نہیں

نہ چھوڑ جلسۂ میلادِ شاہِ دیں کو دلا
کہ اس خوشی کے منانے میں ہے خدا کی خوشی

کرو قیام معلیٰ کہ ہے دمِ تعظیم
ہمارے مالکِ دیں پیشوا ہوئے پیدا

حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے قیام مولود جشن میلاد شریف وغیرہ پر ایک بسیط بحث فرمائی ہے
غرض اکثر اشعار میں اس قسم کے فیصلہ کن خلاصے ملیں گے۔

(۲) حضرت معنیؔ نے قصیدہ بردہ شریف کا ترجمہ اردو نظم میں فرمایا تھا اس ترجمہ میں بہت ساری خوبیاں قابل داد تھیں جسمیں زیادہ تر قابل داد اور ذکر کے قابل یہ خوبی ہے کہ عموماً ترجمہ میں اصل کی کیفیت اثرات و جذبات نہیں دیکھے جاتے مگر اس ترجمہ کو یہ بات حاصل تھی یہاں اثرات جذبات وغیرہ علیٰ حالہ بحال تھے افسوس کہ وہ بھی طغیانی رود موسیٰ میں آب برد ہو گیا طغیانی زدہ کاغذات میں تلاش کرنے سے اس کا صرف پہلا صفحہ دستیاب ہوا جس کے چند شعر تصدیقاً اصل کی نقل کئے جاتے ہیں

أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيرَانٍ بِذِي سَلَمٍ — مَزَجْتَ دَمْعًا جَرَى مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمِ
آئی ہے کیا یادِ یارانِ جوار ذی سلم — اشک سے ملکر ہے خون آنکھوں سے جاری دمبدم

أَمْ هَبَّتِ الرِّيحُ مِنْ تِلْقَاءِ كَاظِمَةٍ — وَأَوْمَضَ الْبَرْقُ فِي الظَّلْمَاءِ مِنْ إِضَمِ
یا مدینہ کی طرف سے آئی ہے بادِ صبا — چمکی ہے ظلمت میں بجلی جانب کوہ اضم

فَمَا لِعَيْنَيْكَ إِنْ قُلْتَ اكْفُفَا هَمَتَا — وَمَا لِقَلْبِكَ إِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ يَهِمِ
کیا ہی آنکھوں کو نہ روکیئے تو وہ روتی ہیں زار — کیا ہی دل کو غم نہ کریئے تو وہ کرتا ہے غم

أَيَحْسَبُ الصَّبُّ أَنَّ الْحُبَّ مُنْكَتِمٌ — مَا بَيْنَ مُنْسَجِمٍ مِنْهُ وَمُضْطَرِمِ
کیا گماں ہے یہ کہ عشق عاشق اخفا رہ سکے — درمیانِ دیدۂ گریان و سوزِ دل بہم

لَوْلَا الْهَوَى لَمْ تُرِقْ دَمْعًا عَلَى طَلَلٍ — وَلَا أَرِقْتَ لِذِكْرِ الْبَانِ وَالْعَلَمِ
گر نہ ہوتا عشق آنسو کیوں گرا بیٹھتے — یادِ شاخ و کوہ میں ہوتا نہ خوابِ آنکھوں کو کم

فَكَيْفَ تُنْكِرُ حُبًّا بَعْدَ مَا شَهِدَتْ — بِهِ عَلَيْكَ عُدُولُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ
کیسے انکارِ محبت ہو کہ ہیں عادل گواہ — اشک ہائے دیدۂ تر اور آثارِ سقم

سنا جاتا ہے کہ ترجمہ موصوف کی نقول حضرت کے کئی ملاقاتیوں نے حاصل کی تھیں دریافت جاری ہے دستیاب ہونے کی صورت میں انشاء اللہ تعالیٰ علیحدہ اسکے طبع کا انتظام کیا جائے گا

(۳) اسکے علاوہ حضرتِ معلّٰی نے حضرت جامی علیہ الرحمہ کے فارسی عقائدنامہ منظوم کا ترجمہ بھی اُردو نظم میں فرمایا ہے اسمیں بھی اصل کے مطابق اثرات و جذبات بحال ہیں یہ ترجمہ حضرتِ معلّٰی نے شہزادۂ نواب میر حمایت علیخاں بہادر دام اقبالہٗ ولیعہد سلطانِ دکن خلد اللہ ملکہٗ کے آغازِ تعلیم کی یادگار میں ختم فرمایا اور شہزادہ صاحب موصوف کے اسمِ گرامی سے موسوم کرکے اسکا نام حمایت نامۂ اسلام رکھا چنانچہ اس ترجمہ کے ختم کی تاریخ حضرتِ موصوف نے (تمامی ترجمہ مقبول ہے) فرمائی ہے!

اِس رسالے کو حضرتِ فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے حضرت اقدس و اعلیٰ حضور پُر نور بندگانِ عالی آصف سابع سلطانِ دکن خلد اللہ ملکہ کے قدسی ملاحظہ میں بغرضِ شرکتِ نصاب بالمشافہ پیش فرمایا تھا اعلحضرت بندگانعالی نے پسند فرمایا اور ارشاد فرمایا تھا کہ معروضہ کے ساتھ پیش کیا جائے تو منظوری دیجائے گی افسوس کہ حضرت معلّٰی کا انتقال اور اُس کے (۷) ماہ بعد ہی حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کا وصال ہو جانے سے یہہ کارروائی تکمیل کو نہ پہنچ سکی اب یہ رسالہ زیرِ طبع ہے انشاء اللہ تعالیٰ متعاقب اُسکی اشاعت کیجائیگی

(۴) مدینۂ منورہ کی دو سالہ فیض بخش سکونت کے زمانے میں حضرتِ معلّٰی نے دو دیوان نعتیہ لکھے تھے جس میں ایک اردو اور دوسرا فارسی تھا افسوس کہ طغیانئ رودِ موسیٰ میں یہ بھی نذرِ آب ہو گئے ان دواوین کے چند قصائد اور متفرق اشعار دستیاب ہوئے چنانچہ متفرق اشعار حصہ دوم کے آخر میں درج ہیں کہا جاتا ہے کہ اِس کی ہر طرح میں مستقل قصائد اور غزلیات تھیں اُن کے دیکھنے سے آج پتہ چلتا ہے کہ حضرتِ معلّٰی نے جس التزام سے سخن گوئی کا سلسلہ قائم فرمایا تھا وہ ایک خاص جدت رکھتا ہے حیدرآباد دکن سے مدینۂ منورہ تک شوق و ذوق سوز و گداز جذبات وغیرہ کی حالت محل و مقام کے لحاظ سے قصائد میں ظاہر کی گئی ہے وہاں کے چند شعر یہاں بھی نمونتہً درج کئے جاتے ہیں۔

اشعار

حج مبرور یہ دیتا ہے بشارت تم کو — حاجیو آؤ مبارک ہو زیارت تم کو

جب سفر مکے سے مدینہ جلوہ گر ہونے لگا — فرقتیں بڑھنے لگیں غم مختصر ہونے لگا

دِل سے دور ہونے لگی یادِ رفیقانِ وطن — جانبِ شہرِ مدینہ جب سفر ہونے لگا

اِس کے علاوہ اور ایک جگہ فرماتے ہیں ؎ چھوٹے کبھی نہ ہم سے مدینہ رسولؐ کا ؛ سر ہو ہمارا اور یہ زینہ رسولؐ کا
ہرگز نہ جائیں گے درِ شاہِ جہاں سے ہم ؛ سر کائیں گے نہ سر کبھی اِس آستاں سے ہم ؛ اِن اشعار میں اشارہ "یہ"
اور "اِس" بطور خاص بلا لحاظ طلب ہے ظاہر ہے کہ زینۂ مبارک پر فی البدیہہ شعر کہے گئے ہیں ورنہ اشارہ
قریب کے استعمال کی ضرورت نہ تھی محاورے کے موافق سر ہو ہمارا اور ہو زینہ رسولؐ کا۔ کہا جا سکتا تھا
مگر چونکہ مصنف صاحب کو اظہار مقام تصنیف شعر مقصود ہے اِس لئے (یہ) اور (اس) اشارۂ قریبہ
کا استعمال ایک خاص معنی پیدا کر رہا ہے غرض حضرتِ معلّیٰ کے کلام میں اس قسم کے کئی شعر ملیں گے
جن سے مقاماتِ خاص کا پتہ چلتا ہے درحقیقت آپ کو نعت گوئی گویا بمنزلہ وظائف و اوراد رہی ہے
چنانچہ ایک قصیدہ میں خود اِس خیال کو ظاہر فرماتے ہیں ؎ اے معلّیٰ نہ کبھی نعتیہ اشعار کو چھوڑ ؛ کافی ہے
ورد یہی بارہ مہینے تجھکو ؛ مدینۂ منورہ کی حالِ زندگی مبارک سکونت کے زمانہ میں حضرتِ معلّیٰ نے ایک خواب
دیکھا تھا اُسکا مختصر ذکر یہاں بیجا نہ ہوگا آپنے رؤیا میں دیکھا کہ دربارِ رسالت ماٰبؐ ہے اور آپ بھی دست بستہ
وہاں حاضر ہیں مسندِ رسالت پر سرکارِ دوجہاں کی رونق افروزی مشتاقانِ جمالِ مبارک کی چشم دل و
جاں کو اپنے انوار سے فیض بخش رہی ہے اور شہیدی علیہ الرحمہ اپنا قصیدہ سنا رہے ہیں اسپر سرورِ کائنات
نے ارشاد فرمایا کہ محسنؔ کا سراپا سناؤ وہ بہت اچھا ہے اور ہمارے یہاں مقبول ہے خواب سے بیدار ہونیکے بعد حضرت
معلّیٰ نے اِس خواب کا ذکر اپنے ایک رفیق مولوی عبدالحق صاحب کانپوری سے کیا تو مولوی صاحب موصوف نے
ذریعۂ خط جناب محسنؔ کاکوروی کو اطلاع دی سنا جاتا ہے کہ جسوقت یہ خط جناب محسنؔ کو پہنچا ہے وہ فرطِ مسرت کے باعث
بیخودی کے عالم میں گھر سے باہر نکل گئے اور اپنا بھرا گھر لٹا دیا چنانچہ کلیاتِ نعت مولوی محمد محسن جو ۱۳۲۴ء میں
الناظر پریس واقع چوک لکھنؤ میں چھپا ہے اس کے صفحہ ۳۰ و ۳۱ پر حضرتِ معلّیٰ کے اِس خواب کا ذکر درج ہے
اِس کے علاوہ اِس حصہ کے شروع میں صفحہ (۷) پر جو قصیدہ درج ہے جسمیں حضرتِ معلّیٰ نے بعالم خواب دربار
رسالت میں اپنی رسائی کا ذکر فرمایا ہے اس کی تمہید سے پتہ چلتا ہے کہ آپکو پہلے تو تفصیلی واقعات کا اظہار
مدنظر تھا مگر پھر آپ کی غیور طبیعت نے اس کا اظہار نامناسب خیال کیا تو آپنے صرف اس شعر پر اس کو
ختم فرما دیا کہ ؎ مجھے بھی طالعِ بیدار نے واں تک جو پہنچایا ؛ معلّیٰ کیا بتاؤں کچھ نہ پوچھو فضلِ یزداں تھا

کیا عجب ہے کہ یہ خواب حضرت محسن کاکوروی ہی سے متعلق ہو غرض اس واقعہ سے حضرت معلّی کے مدارج مقبولیت ظاہر ہیں

حصہ دوم ریاضِ معلّی

اِس حصہ میں حضرت معلّی کا اُردو عشقیہ اور مدحیہ کلام تواریخ مناجات وغیرہ درج ہے

حضرتِ موصوف کا عشقیہ کلام بھی ایک خاص کیفیت رکھتا ہے اکثر اشعار سے مقاماتِ تصوف کا پتہ چلتا ہے جس کو سوائے صاحبِ مقام کے دوسرا بیان نہیں کرسکتا چنانچہ خود ایک جگہ فرماتے ہیں شعر ہیں یہ جو علم عرفاں سے بے نصیب ۔ بس کہ میرے شعر گھبراتے ہیں وہ ۔ آپ کے کلام میں مضامینِ توحید کے اشعار اکثر و بیشتر ملتے ہیں جن سے آپ کی عارفانہ کیفیت کا پتہ چلتا ہے یہاں چند شعر درج حاشیہ کیے جاتے ہیں ۔

اُسی کا سب ظہور جا بجا ہے ۔ وہی یک قابلِ حمد و ثنا ہے
دیکھنے میں جو چیز آتی ہے ۔ سب ظہور صفات ذاتی ہے
عیاں ہیں جو کثرت کے جلوے ہوئے ہیں ۔ حجاب انکی وحدت پہ ڈالے ہوئے ہیں
یہ تیل شعلۂ جوالہ ہو ہم ہی ہستی ہے ۔ وجود ذرہ میں کچھ بلندی نہ پستی ہے
خیالِ غیریت پر خود حقیقت اپنی ہستی ہے ۔ یہ سب کثرت نما ابدالابد یکتا کی ہستی ہے

حضرت موصوف کے عشقیہ کلام میں یہ بات خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے کہ اکثر غزلوں میں ایک ایک دو دو نعتیہ شعر بھی بکثرت ملیں گے اِس سے حضرتِ معلّی کی محبت کے رجحان کا پتہ چلتا ہے جب عالمِ کیف میں آپ اپنی کیفیت کا اظہار اشعار میں فرماتے ہیں اور جمالِ محمدی کا تصور ہو جاتا ہے تو آپ مستانہ کلام سے گریز کے مصداق اِس شعر کے ۔ مستی میں بھی سر اپنا ساقی کے قدم پر ہو ۔ اتنا ہی کرم کرنا اے لغزشِ مستانہ ۔ فوراً نعت گوئی کی طرف رجوع کر جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کی اکثر عشقیہ غزلوں میں نعتیہ شعر بھی ملیں گے سچ تو یہ ہے کہ جو جسکو محبوب رکھتا ہے اس کو اس کا ذکر بھی محبوب ہوا کرتا ہے ع ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے ۔ اِس کے سوا بعض بعض اشعار سے تعلیم طریقۂ اذکار و اشغال بھی ظاہر ہے چند اس قبیل کے شعر درج کیے جاتے ہیں ۔

دیدارِ رخِ پاک کی ہے یہ تدبیر ۔ رہتا ہے لگا دیدۂ سر بام ہمارا
جما کر تصور میں قدِ موزوں ۔ ان آنکھوں کو ڈھیلے بھی ہم ہوگئے ہیں
بجوشش نہ یہ کہتا ہے ہم آہستہ آہستہ ۔ خدا کی یاد میں گزرے یہ دم آہستہ آہستہ

اکثر اشعار سے حکیمانہ اور نصیحت آمیز مضامین کا بھی پتہ چلتا ہے دو ایک شعر اس قسم کے بھی درج کیے جاتے ہیں

خاکساروں کو ہے راحت سربلندوں کو رنج ۔ ہے زمیں آرام اور آسماں گردش میں ہے
ہے کون اپنا گنبدِ گردوں میں اور ۔ آتی ہے پھر پلٹ کے صدا کر پکار کے

آخر حصۂ عمر میں آپ نے غزل کہنا قطعاً ترک فرما دیا تھا چنانچہ ایک غزل میں اس کا اظہار فرمایا ہے کہ ۔ جب تم نہ رہے جانِ معلّی نہ رہی ۔ ہم نے بھی بند دفترِ اشعار کر دیا

اِس غزل کے بعد سے آپ نے کوئی غزل نہیں کہی صرف نعتیہ قصائد قطعات تاریخ وغیرہ کہہ لیا کرتے تھے یہ مشغلہ بھی انتقال سے دو تین سال قبل تک رہا اِس کے بعد جب آپ مرض فالج میں مبتلا ہو گئے اور لکھنے پڑھنے کی حالت آپ میں باقی نہیں رہی تو آپ اس سے بھی معذور رہے مگر اس حالت میں بھی آپ شعر وغیرہ دلچسپی سے سنا کرتے بعض اوقات اصلاح بھی فرما دیا کرتے تھے۔

(۲) سلاطین وقت کی مدح گستری بھی آپ نے اعلیٰ تمہید و گریز سے قادر الکلامی کے ساتھ فرمائی ہے چند قصائد مدحیہ اس حصہ کے آخر میں درج ہیں منجملہ ان کے اگر صرف میٹھے اور کھارے کی تمہید کا قصیدہ دیکھ لیا جائے تو ناظرین کو تصدیق ہو جائے گی اِس قصیدہ کو حضرت معلیٰ نے جشن جوبلی چہل سالہ کی تہنیت میں طبع کروا کے حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ کے حضور میں دست بدست پیش کرنے کا شرف حاصل فرمایا ہے بوقت پیشکشی قصیدہ سلطان دکن حضرت غفراں مکاں کے یہ لفظ تھے کہ اس میٹھے کھارے کے مناظرہ کی ایک کاپی قبل از یں پہنچ چکی ہے مگر میں اس کاپی کو قدر مکرر سمجھتا ہوں آپ نے اس قصیدہ میں میری جانب سے جو فیصلہ کیا ہے وہ میری طبیعت کے موافق ہے اِس کے علاوہ بہت کچھ تحسین و آفرین بھی فرمائی۔

حصہ سوم ریاض معلّیٰ اِس حصہ میں حضرت معلّیٰ کا جملہ فارسی کلام درج ہے آپ کے فارسی کلام سے متقدمین کے کلام کی بو آتی ہے۔ رنگِ تغزل حضرت حافظ علیہ الرحمہ حضرت جامی علیہ الرحمہ حضرت خسرو علیہ الرحمہ سے ملتا ہے چند شعر تصدیقاً محاذی (۱) میں لکھے جاتے ہیں۔

فارسی نعت گوئی میں حضرت معلّیٰ نے ع

باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

کے مصداق پاس ادب و حفظ مراتب کو مدنظر رکھ کے زبان کھولی ہے جو اُن کی مقبولیت کی دلیل ہے جس کا نمونہ یہ ہے (۲)

اُردو کی طرح فارسی عشقیہ کلام سے بھی مقامات تصوف کا انکشاف ہوتا ہے بعض جگہ ابہام میں اور کہیں صاف لفظوں میں

(۱)

منم کہ چرخ مشک تیر آہ من است
ختم فلک زگران بارئ گناہ من است

از فن شعر جا بجا ہست معلیٰ را بلند
بہر خدا باو نما طرز کلام خویش را

بیک جامے کہ خسرو مست گردد از نوا ہی
لب تو اے معلّیٰ زانئ خمخانہ زبانی

(۲) اے کہ ہیم رسالت بر سر زیبائی تو
وای قبلہ دعا حق از بیت بالائے تو

رمز عجیب سر نہان محمد است
گویا زبان حق بلسان محمد است

ضعیف ہستم و ناتوانم کہ کمترین تو
از در خاص خود مران بیچارہ غلام خویش را

اگر چہ ناخن پا لیس ہلال است
برونق بر زراز بدر کمال است

ظاہر فرمایا ہے اس قبیل کے بھی چند شعر[1] یہاں نقل کیے جاتے ہیں اِس کے علاوہ اکثر اشعار سے تعلیم ذکر و اشغال کا بھی پتہ چلتا ہے جس کے متعلق چند شعر تحت نمبر ۲ حاشیہ میں درج ہیں اسیطرح بعض اشعار سے حکیمانہ مضامین نصایح وغیرہ کا پتہ چلتا ہے چنانچہ چند شعر اس قسم کے نمبر ۳ کے تحت درج ہیں غرض حضرتِ معلی کی عشقیہ شاعری بھی ایک فیض بخش ذخیرہ ہے آپ کا کلام زلف و کمر بوس و کنار کے مضامین سے مبری ہے سچے طالب کے حق میں ہر شعر کا ایک ایک لفظ مستقل وعظ کی کیفیت رکھتا ہے شعر سننے کے بعد سننے والے کے دل میں خودبخود وعظ کی سی کیفیت پیدا ہوتا شعر کی مقبولیت کا ثبوت ہے ۱۳۱۷ھ میں بیادگار جشن جوبلی چہل سالہ مہاراجہ سیرمین السلطنت بہادر مدار المہام وقت کے آئینہ خانہ میں ایک خاص مشاعرہ منعقد ہوا تھا جسمیں غفران مکانؒ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی تھی اسوقت دکن کے مشہور و معروف شعرا سے (۳۵) یا اس سے کچھ کم زیادہ شعرا قصائد مدحیہ پڑھنے کیلئے منتخب کئے گئے تھے فہرست شعرا منجانب مدار المہام وقت مرتب ہوئی تھی سب سے پہلے جناب آغا شوستری صاحب کا نام تھا دوسرے نمبر پر غالباً نواب وزیر علی پادشاہ صاحب تھے اس فہرست میں حضرتِ معلی کا نمبر کسی قدر دور تھا جب آغا شوستری صاحب نے قصیدہ پڑھا اور نواب وزیر علی پادشاہ صاحب نے ختم فرمایا تو بطور خاص بلا لحاظ سلسلۂ فہرست حضرت غفرانمکانؒ نے حضرت معلی سے فرمایا کہ مولوی صاحب اب آپ قصیدہ سنائیں - اسوقت بامتثال ارشاد خسروی آپ نے اپنا وہ قصیدہ پڑھا جو عرفی شیرازی کے قصیدہ پر کہا گیا ہے جسکا قافیہ آسمان اور ردیف آفتاب ہے جو اس حصہ کے آخر میں درج ہے جسکا پہلا مطلع یہ ہے ؎ اگہ ورکوئی جلالت ذرہ شانِ آفتاب ؎ زینۂ بام مکانت سائبانِ آفتاب غرض جس طرح عرفی شیرازی نے دربار اکبری میں قصیدہ پیش کرکے شاہی داد حاصل کی تھی اسی طرح

(۱) سیر گاہ ہست در جبروت ۔ گشتہ ناسوت بہر من قفسے

زقید جسم برون گشتہ عزم جان دارم ۔ گسستہ ام ز مکان شوق لامکان دارم
ترک اسباب جہان رہ جاناں کردم ۔ خوب ساماں لبے سر و ساماں کردم
بیابیا کہ خریداری گنج اسرار است ۔ کہ جنس ہائے گرانمایہ در دکان دارم
جز تسلیم معلی مرد ۔ باز مجو نقص و کمالے کسے

(۲) نفس را در ہوائش بادبان کن ۔ روانہ کشتی عمر رواں کن
نمی گویم چنیں کن یا چناں کن ۔ نظر ہر دم بحکم کن فکاں کن

(۳) مشو بعید ز انوار مرشد کامل ۔ کہ ذرہ از دم او آفتاب میگردد
مشو ز جہل گرفتار مکر نفس شقی ۔ کسیکہ گشت مطیعش خراب میگردد
نزول رحمت حق شود بر اہل نیاز ۔ بسوئے پستاں موج آب میگردد
چو رحم او طلبی اختیار کن زاری ۔ زگریہ حال رحمت سحاب میگردد

حضرتِ معلّیٰ حیدرآبادی نے بھی دربارِ آصفی میں قصیدہ سنا کے شاہانہ تحسین و آفرین کا شرف مکرر سکرر حاصل فرمایا۔ عرفی شیرازی جیسے قصیدہ گو کے منتخب قصیدہ پر انہیں قوافی اور ردیف میں رعایتِ لفظی اور مضمون آفرینی کے ساتھ قصیدہ کہنا معمولی شاعر کا کام نہیں ہے دونوں قصیدوں کو ملا کے دیکھنے کے بعد ناظرین حضرتِ معلّیٰ کے مذاقِ سخن کی داد کافی دے سکیں گے۔

حضرتِ معلّیٰ کی تاریخ گوئی آپکو تاریخ گوئی میں ایک خاص ملکہ حاصل تھا یعنی تاریخی مصرعہ آمد کیساتھ نکلتے تھے جو محاسنِ تاریخ کے مخزن ہوا کرتے تھے اس مجموعہ کے حصۂ دوم و سوم میں صدہا قطعات ہیں یہی چند قطعات تاریخ اردو اور فارسی درج کئے گئے ہیں اس سے ناظرین اندازہ فرمالیں گے کہ حضرتِ معلّیٰ کس شان کے تاریخ گو تھے تدخلہ و تخرجہ جو منجملہ محاسنِ تاریخ ہے اسکا برتاؤ حضرت نے محل و مقام کے لحاظ سے جہاں کہیں کیا ہے وہ ایک خاص حسن رکھتا ہے نمونتاً ایک قطعہ تاریخ اس صنعت میں یہاں درج کیا جاتا ہے جسکو حضرتِ معلّیٰ نے حضرت آصف سادس غفران مکان کی وفات اور حضرتِ آصف سابع خلد اللہ ملکہ کی تختنشینی کی یادگار میں نظم فرمایا ہے ۔۔۔۔۔۔

قطعہ

رخت از شاہیِ اقلیمِ دکن | میر محبوب علی چوں بر بود
او برفت و بنقامش آمد | شاہ عثمان علی نیک وجود

شاہیِ اقلیمِ دکن کے (۱۷۰۵) اعداد میں سے میر محبوب علی کے اعداد ۴۸۱ خارج کردیں اور باقی ۱۲۲۴ شاہ عثمان علی نیک وجود کے (۱۰۵) اعداد میں جمع کریں تو (۱۳۲۹) ہوتے ہیں۔ قطعۂ مذکور میں تدخلہ و تخرجہ کا برتاؤ کس محل و مقام اور مناسبت کے ساتھ کیا گیا ہے ظاہر ہے اب ناظرین فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ حضرت معلّیٰ کس برجستگی کے ساتھ تاریخ فرماتے تھے اکثر آپنے فی البدیہہ بھی تاریخ فرمائی ہے چنانچہ اپنی والدہ صاحبہ کے انتقال کے وقت آپنے (غمِ مادر) فی البدیہہ تاریخ فرمائی اسیطرح اپنے اُستاد علامۂ زماں حضرت ابو رجا محمد زماں خاں صاحب شہید کی شہادت کی تاریخ (یارِ علیِ عثمانی شہید) اس کے علاوہ اپنے سب سے پہلے فرزند محمد احتشام الدین صاحب کے تولد کی تاریخ (دیکھ عزیز زادہ ہی) فرمائی۔ اس مجموعہ میں یاں - واں - تلک - ولا - وغیرہ اور بھی اس قسم کے الفاظ ملیں گے جو اسوقت متروک ہیں انکی نسبت ناظرین حضرتِ معلّیٰ کے ابتدائی زمانۂ شاعری کو پیشِ نظر رکھیں تو خود بخود تصفیہ ہو جائیگا بعض جگہ کہ جن کے محاورے بھی نظر آئیں گے جنکو حضرت معلّیٰ نے عمداً جائز رکھا ہے اور بعض اشعار میں شاعرانہ استحقاق کو پیشِ نظر رکھکے ضرورتاً لفظی تصرف بھی فرمایا ہے۔ غرض جن حضرات کو جذبات کا اظہار مدِ نظر ہوتا ہے وہ ایسی پابندیوں کو جائز نہیں رکھتے چنانچہ خود فرماتے ہیں ؎ طریقِ نعت گزینم بشعر گوئی و بس ؎ چرا نظر بخیالاتِ پختہ چیں دارم

حیدرآباد دکن
مرقوم شوال المکرم ۱۳۴۴ھ
محمد شرف الدین عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمیت مارمیت ہے معمہ ہو و لاہو کا / کرے کیونکر ادا کعبہ نہ سجدہ طاقِ ابرو کا

کلامِ حق میں ہے واللیل آیا وصف گیسو کا / نہیں کچھ فرق باقی اس میں اک تار سرمو کا

شب میلاد میں سب خاکِ کعبہ مشک آگیں تھی / گماں نافِ زمیں پر کیوں نہو پھر نافِ آہو کا

ہے مظہر ذاتِ والا ذاتِ حق کی کچھ نہیں بیجا / کروں گر یا محمد کہتے کہتے ذکر یاہو کا

ادا کیا ہو خلقِ شاہِ دیں میری زباں سے / کلام پاک حق ہے وصف اُس سلطانِ خوشخو کا

دلِ مضطر میرا کیا رہ گیا جا کر مدینے میں / نظر آتا مکاں سنسان ہے کیوں آج پہلو کا

ہوا ہیبت سے دو ٹکڑے گرا قدموں پہ غش کھا کے / ہوا جب ماہ کی جانب اشارا ان کی ابرو کا

عدم میں گر گیا شیطاں شبِ میلاد رو رو کر / فرشتے نے لگا کر ایک ٹھوکر منہ پہ چپ تھو کا

ملے مٹی میں لاکھوں ضربِ مشتِ خاکِ الا سے / بوقتِ جنگ دکھلایا جو شہ نے زور بازو کا

تھیں آنکھیں سرمۂ مازاغ سے روشن دمِ رحلت / اثر کیا ہو سکے اُن پر کسی چشمانِ جادو کا

بوقتِ نزع خوف مکرِ شیطاں ہو معلی کیا
بنے عشقِ قدومِ پاک گر تعویذ بازو کا

جذب دل پھر تا درِ شاہِ زمن لیجائیگا
باد کا جھونکا مجھے سوئے چمن لیجائیگا

یا رخ دکھلائیگی صبحِ بنارس کی بہار
عشقِ گیسو مجھکو تا ملکِ ختن لیجائیگا

بعد مردن بھی جو آئیگا مدینے کا خیال
پھیر کر جنت سے میری روح تن لیجائیگا

اندنوں ہے نعت گوئی میں مرا بڑھتا قدم
مجھ سے کیا سبقت کوئی اہلِ سخن لیجائیگا

وحشتِ دل پھر مدینے کی فزا دکھلائیگی
پھر مجھے اُس جا مرا دیوانہ پن لیجائیگا

ہو جو تن دشتِ مدینہ میں خوراکِ مور وما
دِل نہ ہرگز حسرتِ گور و کفن لیجائیگا

اے معلّیٰ رہتے ہو کیوں روزِ فرقت سے ملول
پھر مدینے کو خدائے ذو المنن لیجائیگا

عشق ہو دل میں ہمارے احمدِ مختار کا
داغِ دل ہو گل خلیل اللہ کے گلزار کا

نورِ ذاتِ پاک سے عالم منور ہو گیا
جب زمانہ آگیا اُس شاہ کے اظہار کا

چشمِ حضرت میں تھا روشن نورِ مازاغ البصر
حضرتِ موسیٰ نے دیکھا جلوہ شکلِ نار کا

عرشِ اعظم پر مقامِ قرب تھا جنکو نصیب
کس کو عالم میں ہوا حاصل یہ حظ دیدار کا

مٹ گئی ہستی ہی ساری ظلمتِ کفر و نفاق
جب پڑا عالم پہ پرتو روئے پرانوار کا

دشمنوں پر کیوں نہو حاصل انہیں فتح و ظفر
ہے لقب اِنّا فتحنا طرۂ دستار کا

ذاتِ اقدس انکی ہر خوبی میں ہو کامل نہ کیوں
مظہرِ کل ہو وہی حسن و جمال یار کا

ہوتے ہیں صف بستہ حاضر انبیاء بہرِ سلام
ہو نہ کیوں جبریل کو حاصل شرف دربار کا

کیوں نہ ہو ہر دو جہاں میں رحمتِ حق کا ظہور
جشنِ میلادِ مبارک ہے شہِ ابرار کا

اے مسیحا شربت دیدار حضرت کے سوا
ہو معالج کوئی کیا دردِ دلِ بیمار کا

دولت ہر دو جہاں اُسکو معلّی مل گئی
ہو گیا دل سے جو خادم سید ابرار کا

الٰہی ہم کو تو اُس شاہِ انبیا سے مِلا
کہ عرش کو بھی شرف جس کے نقشِ پا سے ملا

جو خوش نصیب کوئی شاہِ دوسرا سے ملا
عجب نہیں جو کہے وہ کہ میں خدا سے ملا

محیطِ غم میں جو نا آشنا بنے ہیں پڑے
تو اے خدا ہمیں اُس یار آشنا سے ملا

مقربین بھی حسرت سے منہ ہی تکتے رہے
خدا سے وہ شہِ لولاک کس ادا سے ملا

ہزار شکر کریں کیوں نہ اہل دیں اس پر
لقب جو اُمتِ حضرت کا کبریا سے ملا

تو اُن کے مِلنے سے ملتا ہو لوگ کہتے ہیں
ہمیں بھی تو ہی اے اللہ مصطفٰے سے ملا

مِلی جو خاک درِ یار سے ہمیں صحت
اثر شفا کا نہ ایسا کسی دوا سے ملا

درود پڑھنے کو حضرت پہ کیوں نہ سمجھیں فرض
یہ کار خیر ہمیں حکم کبریا سے ملا

مِلا جو حق سے وہ شہ لیکے اپنا جسمِ نحیف
نہ کوئی کاہ ضعیف ایسا کہربا سے ملا

جہاں میں پھرتے ہیں عشاق دم انا الحق کا
حبیب حق نہ ہو کیونکر بھلا خدا سے ملا

یہ آرزو ہے معلّی کہوں میں حضرت سے
مجھے بھی قصرِ جناں آپ کی دعا سے ملا

کوئی کیا جانے علو عز و شانِ مصطفٰی
ملحق اوجِ لامکاں سے ہے مکانِ مصطفٰی

لامکاں سے ہو دلا ملحق مکانِ مصطفٰی
زینۂ عرشِ بریں ہے آستانِ مصطفٰی

رمزِ احمد اور احد جانے تو کیا جانے کوئی
ہے حجابِ میم حائل درمیانِ مصطفیٰ

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ حق نے جب فرما دیا
زور دکھلائے نہ کیوں تیرِ کمانِ مصطفیٰ

جو کلامِ حق میں آیا ہے عَلٰی خُلُقٍ عظیم
خود خدائے دو جہاں ہے قدردانِ مصطفیٰ

جب سے حضرت کی شفاعت بن گئی ہے خضرِ راہ
جا رہا ہے سوئے جنت کاروانِ مصطفیٰ

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ میں جو معنی ہیں عیاں
کیا کوئی سمجھے جو ہے سرِ نہانِ مصطفیٰ

وصف ان کا خارج از حدِ بشر پھر کیوں نہ ہو
حضرتِ خالق ہے خود جب مدح خوانِ مصطفیٰ

جان کر محوِ رضائے حق کیا اللہ نے
اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ کہکر امتحانِ مصطفیٰ

باطناً حضرت میں تھی شانِ خدائی جلوہ گر
تھا بظاہر صرف لوگوں کو گمانِ مصطفیٰ

اے معلّی کیا کسی سے وصفِ حضرت ہو سکے
بس خدا ہی جانتا ہے عز و شانِ مصطفیٰ

بندہ ہوں دل و جاں سے رسولِ عربی کا
مکی مدنی ہاشمی و مطلبی کا

کچھ گرمیٔ خورشید قیامت کا نہیں خوف
ہے سر پہ علم سایہ فگن ظلِ نبی کا

کیوں فخر نہ ہو ہم کو کہ آقا ہے ہمارا
عالم میں شرف جس کو ہے عالی نسبی کا

فرمان جو نازل ہے خدائی کا اسی میں
بڑھ جائے نہ کیوں رتبہ لسانِ عربی کا

کیونکر نہ غلام درِ سلطانِ رسل ہو
جس دل میں ذرا بھی ہو اثر حق طلبی کا

حضرت کی شفاعت کا جو قائل نہ ہو مردود
بدلہ اسے مل جائے گا اس بے ادبی کا

کیوں عفوِ گنہ کی مجھے حق سے نہ ہو امید
ہے جوش مرے دل میں شفاعت طلبی کا

مِنْ اَنْفُسِکُمْ بَعْدِ لَقَدْ جَآءَکُمْ آیا — قرآن میں بیاں ہے تری عالی نسبی کا
مشہور لقب سید کونین ہے جس کا — سردار ہے ہر شیخ و جوان طفل و صبی کا
حضرت کا بیاں کس سے ہو وہ وصفِ رحیمی — حق نے جو مخاطب کیا اس خوش لقبی کا

ہوگا مرض جرم و خطا دور معلّیٰ
ہوں دل سے غلام اپنے طبیب قلبی کا

جدا جس دن سے ہے دلبر ہمارا — تڑپتا ہے دلِ مضطر ہمارا
ہو بس دہلیز شاہِ دیں کا تکیہ — رہے فرش الحجر بستر ہمارا
اگر مدفن مدینے کی زمیں ہو — نصیبہ ہے بلندی پر ہمارا
تمنا ہے یہی خلدِ بریں کی — مدینے کی زمیں ہو گھر ہمارا
کہا شق ہو کے مہ نے شاہِ دیں سے — بلندی پر ہے نیک اختر ہمارا
شفاعت کی سند گر ہاتھ آجائے — ہو نامہ داخلِ دفتر ہمارا

معلّیٰ کو زمانہ جانتا ہے
ہے چرچا عشق میں گھر گھر ہمارا

حیف پھر جانا مدینے کو ہمارا نہ ہوا — لطفِ دیدار میسر وہ دوبارا نہ ہوا
صدقے ہونا نہ ہوا روضۂ اقدس پہ نصیب — بخت کا آہ بلند اپنے ستارا نہ ہوا
کس طرح سے ہو مرا نخلِ تمنا سرسبز — حاصل اُس گنبدِ خضرا کا نظارا نہ ہوا
کچھ کمی عاشقِ مضطر نے تڑپنے میں نہ کی — نائلِ زخمِ جگر دل ہی تمہارا نہ ہوا

لاکھوں اچھے کئے بیمار مسیحا تم نے
لیکن اچھا دلِ بیمار ہمارا نہ ہوا

دلِ دیوانہ مرا کیوں نہ خیالی بن جائے
خواب میں بھی کبھی دیدار دوبارا نہ ہوا

ہوتا دیدار ہی اُس گنبدِ خضرا کا نصیب
کاش دل اپنا مدینے کا منارا نہ ہوا

نکہتِ زلفِ رسولِ عربی کے ہمسر
مشکِ اذفر نہ ہوا عنبرِ سارا نہ ہوا

دور پھینکا جو مدینے سے اُٹھا کر مری خاک
اے فلک تجھکو تو اتنا بھی گوارا نہ ہوا

چل سکا بس نہ کبھی اپنا دلِ مضطر پر
ملکِ تسکینِ جگر پر بھی اجارا نہ ہوا

ہم ہی افسوس **معلّی** نہ پیارے کے بنے
کہیں کس منہ سے کہ اپنا وہ پیارا نہ ہوا

جھک کے جب یار کے میں زیرِ محل بیٹھ گیا
ہو کے ہر عضو مرا ضعف سے شل بیٹھ گیا

جب سے ہی جوش پہ طوفان مرے اشکوں کا
ڈوب کر پانی میں اس دل کا کنول بیٹھ گیا

دلِ اعدا سے کسی طرح نکل سکتا نہیں
رعب حضرت کا جو از روزِ ازل بیٹھ گیا

دیکھکر شانِ فقیری کا ہماری رتبہ
جوشِ سرمستیٔ اربابِ دول بیٹھ گیا

شور و غل مرحبا کہنے کا ہر اک سو سے اُٹھا
میں جو پڑھنے کو یہ محفل میں غزل بیٹھ گیا

رات دن دل جو مرا رہتا ہی مشتاقِ سماع
سُنی جس جلسے میں آوازِ دہل بیٹھ گیا

نہرِ ساوا ہوئی خشک آتشِ فارس تھی بجھی
رُعبِ میلاد سے کسریٰ کا محل بیٹھ گیا

دینِ روشن کا جو حضرت کے ہوا شہرہ بلند
بت پرستی کا جو اُٹھا تھا خلل بیٹھ گیا

اے **معلّی** رہوں کیونکر نہ میں اشعار میں محو

اِس زمیں پر مرا دِل مثلِ جبل بیٹھ گیا

ہے شوریدہ سرِ زلفِ شہِ عالم میں سر میرا
گُلِ باغِ خلیل اللہ ہے داغِ جگر میرا

تڑپتا ہوں جو سوزِ آتشِ فرقت میں روز و شب
صبا کہدے مدینہ جاکے حالِ مختصر میرا

مدینے کو چلے جاتے ہیں اُڑ کر بال و پر والے
پہنچنا کس طرح سے ہو سکے بے بال و پر میرا

کسی صورت پہنچ جاؤنگا اقصائے مدینہ تک
کشش اپنی ذرا دکھلائے جذبِ دل اگر میرا

سفر ہے آخرت کا پیشتر پہنچوں میں مدینے کو
الٰہی حیدرآباد دکن سے ہو سفر میرا

لگے جاکر ٹھکانے مشتِ خاک اپنی کسی صورت
بنے یارب مدینے کے کسی کوچہ میں گھر میرا

جنابِ نوح سے کہدو کہ پھر کشتی بنا لائیں
نہیں ہوتا ہے کم دریائے جوشِ چشمِ تر میرا

کسی کی راہِ صحرائے مدینہ میں نہیں حاجت
جنابِ خضر سے کہدو کہ دل ہی راہبر میرا

الٰہی تو ہی فرمادے مددِ غیبی خزانے سے
کہ زادِ راہ کو کافی نہیں ہے مال و زر میرا

جو میں دیوانۂ زلف و عارضِ شہ کا معلّیٰ ہوں
تماشا دیکھتے ہیں رات دن شمس و قمر میرا

عجب شاہانہ مجلس تھی عجب دربارِ ذیشاں تھا
یہ میرا دیدۂ پرخواب محوِ دیدِ جاناں تھا

سریرِ ناز پر جلوہ فزا سلطانِ خوباں تھا
ضیائے نور سے روشن ہر اک سروِ چراغاں تھا

وہاں کا ذرہ ذرہ تھا منور نورِ خالق سے
کہ جس کے رشک سے خورشید بھی مغرب میں پنہاں تھا

ادب سے عاشقِ مضطر کھڑے صف بستہ ہر سو تھے
کوئی گردن کئے تھا خم کوئی استادہ حیراں تھا

کھڑے آداب گاہوں پر تھے سب صف بستہ انبیا
ادب سے اور تفاوت سے جہاں قولِ نقیباں تھا

پئے عرض سلامِ شاہِ دیں مصروف تھا ہر اک — کوئی راکع کوئی قائم کوئی سجدہ میں غلطاں تھا

مجھے بھی طالعِ بیدار نے واں تک جو پہنچایا
معلی کیا بتاؤں کچھ نہ پوچھو فضلِ یزداں تھا

اگرچہ دل نہ مائل جانبِ تکمیلِ ایماں تھا — مگر سر میں سر سودائے زلفِ شاہِ خوباں تھا
ٹھکانا غیرت کا ہم کو لے دل مل سکے کیونکر — جدھر دیکھو ادھر ہر شئی میں اُن کا نور پنہاں تھا
خبر خوش اُن کے آنے کی کدھر سے دل پا سکتی — ہجومِ لشکرِ غم دل کے اندر گرم جولاں تھا
سعادت وحشتِ دل پر تصدیق کیوں نہ میری — سہانا وہ میرے پیشِ نظر یثرب کا میداں تھا
بھرا تھا روئے اقدس جلوۂ نورِ تجلی سے — جسے غش دیکھ کر مانند موسیٰ ماہِ کنعاں تھا
اِک ابرو کے اشارہ سے ہو اشق مہ جو گردوں پر — اِس اعجازِ شرف سے دیدۂ خورشید حیراں تھا

بہارِ بے خزاں کی سیر حاصل تھی مجھے ہر دم
معلی میری نظروں میں مدینہ کا گلستاں تھا

جنابِ خواجۂ ہر دوسرا ہوئے پیدا — ہمارے راہ نما پیشوا ہوئے پیدا
ہے ذاتِ پاک کے باعث یہ سب جہاں کا ظہور — وہ آج بندۂ خاصِ خدا ہوئے پیدا
خطاب اِنّا فتحنا کے جو مخاطب ہیں — وہ راز دانِ مقامِ دنیٰ ہوئے پیدا
وجودِ پاک سے جنکے ظہورِ عالم ہے — وہ فخرِ جملہ جہاں رہنما ہوئے پیدا
خدا نے خلق کو جنکے عظیم فرمایا — وہ فخرِ زمرۂ کل انبیا ہوئے پیدا
شبِ ولادتِ والا کی جنکی ہے یہ خوشی — وہ پیشوائے تمام اولیا ہوئے پیدا

کرو قیام معلّی کہ ہے دم تعظیم
ہمارے مالکِ دیں پیشوا ہوئے پیدا

شب میلاد کے اوصاف اور حالات کیا کہنا — عجب ہے اے معلّی یہ سہانی رات کیا کہنا
عبادت اور طاعت میں ادائے شکر خالق میں — بسر ہوتے تھے حضرت کے جو کچھ اوقات کیا کہنا
ہوئے انگلی کے اشارے سے قمر دو ٹکڑے ہو جانا — وہ حالِ معجزات و خرقِ عادات کیا کہنا
ورم پائے مبارک پر قیام لیل سے آنا — عبادت میں بسر ہوتے تھے جو دن رات کیا کہنا
تن تنہا چلانا سکۂ دیں سارے عالم میں — شجاعت کی صفت اور حالتِ غزوات کیا کہنا
کلام مَا رَمَیتَ اِذْ رَمَیتَ پڑھ کے قرآں میں — وہ تھا دستِ مبارک یا خدا کا ہات کیا کہنا
چھڑانا نارِ دوزخ سے بچانا رنج و آفت سے — جو ہونگے حشر میں حضرت کے احسانات کیا کہنا
بجھانا نارِ فارس کو سکھانا نہر ساوا کو — شب مولد میں جو ظاہر ہوئے آیات کیا کہنا
جو امت کو طفیل شاہِ دیں فضل و کرامت کے — جنابِ حق تعالیٰ سے ملے سوغات کیا کہنا
تنِ بے سایہ کا ہونا نکلنا جسم سے ٹپکہ — تھی وہ بے مثل حضرت کی مقدس ذات کیا کہنا
دکھا کر حجتِ بے مثلی قرآں زمانے میں — وہ سچا دین کا ہونا کیا اثبات کیا کہنا
شبِ معراج میں عرش بریں پر جا کے خلوت میں — جو تھے راز و نیاز اُن کے خدا کے ساتھ کیا کہنا

جزائے خیر دے تمکو معلّی حضرتِ باری
قصیدہ خوب یہ لکھا تمہاری بات کیا کہنا

ہوں جب سے محوِ جلوۂ رخسارِ مصطفیٰ — ہے داغ دل مرا گلِ گلزارِ مصطفیٰ

ظاہر ہو کیسے معنی اسرارِ مصطفیٰ — یارِ خدا ہیں وہ ہے خدا یارِ مصطفیٰ

آنکھیں ہی ہیں نہ طالبِ دیدارِ مصطفیٰ — دل بھی ہے جان و دل سے طلبگارِ مصطفیٰ

عرشِ بریں پہ اُن کو بلایا بہ اشتیاق — ہو کر خدا بھی طالبِ دیدارِ مصطفیٰ

مضمونِ مَنْ رَاٰنِیْ رَاءَ الْحَقَّ دلیل ہے — دیدارِ حق تعالیٰ ہے دیدارِ مصطفیٰ

ہرگز کبھی نہ خواہشِ ظلِّ ہُما کروں — مجھ کو ملے جو سایۂ دیوارِ مصطفیٰ

مائل ہوں سوئے دیر و حرم شیخ و برہمن — ہوں جان و دل سے میں تو پرستارِ مصطفیٰ

ناطق ہے اُن کے وصف میں جملہ کلامِ حق — کیا وصف لکھ سکوں میں سزاوارِ مصطفیٰ

حور و ملائکہ جو ہیں مصروفِ اہتمام — اللہ ری شان و شوکتِ دربارِ مصطفیٰ

ہرگز پھرا نہ سُرمۂ مازاغ پہن کر — دیدارِ حق سے دیدۂ بیدارِ مصطفیٰ

ہے سجدہ گاہ جن و ملک قدسی و بشر — محرابِ طاقِ ابروئے خمدارِ مصطفیٰ

واللہ اُس کو حق کی تجلّی ہوئی نصیب — دیکھا ہے جس نے روئے پُر انوارِ مصطفیٰ

حضرت کا کیا سمجھتے کوئی رتبہ بلند — عرشِ بریں ہے پایۂ دیوارِ مصطفیٰ

لوٹ آئے جاکے عرشِ بریں پر اک آن میں — اللہ ری شانِ سرعتِ رفتارِ مصطفیٰ

مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِلَّا دلیل ہے — ناطق تھی وحیِ حق سے ہی گفتارِ مصطفیٰ

کیونکر نہ اِن کو سجدہ کریں سب شجر حجر — شانِ خدا ہے روئے طرحدارِ مصطفیٰ

فضلِ خدائے پاک سے کیا خوش نصیب تھے — اصحاب سب مہاجر و انصارِ مصطفیٰ

محشر کے دن کا خوف معلّی نہیں مجھے

ہوں دل سے میں غلامِ وفادار مصطفٰے

آنکھوں میں جو ہے روضۂ پر نور کا نقشا
موسیٰ کی نظر میں ہی جما طور کا نقشا

پھر جاؤں مدینے سے اگر خلد کی جانب
بگڑے نہ کہیں اِس دلِ رنجور کا نقشا

اِس رہ سے کہیں سوئے مدینہ نہ چلے جائے
جو دل میں جما ہے مرے ناسور کا نقشا

ہے دیدۂ مخمورِ نبی کا جو تصور
بگڑا ہے مرے زخم کے انگور کا نقشا

سکۂ ابدالدہر شہِ دیں کا ہے جاری
ہے اب وہ کہاں شاہی فغفور کا نقشا

ہر کوہ مدینہ کی تجلّی سے عیاں ہے
آنکھوں میں ہماری جبلِ طور کا نقشا

حق کہتے جو حضرت کی شریعت کے مطابق
ہرگز نہ بگڑتا کبھی منصور کا نقشا

فرقت میں سرِ زلف شہِ دیں کے معلّیٰ
ہر صبح ہے گویا شبِ دیجور کا نقشا

جوانی جو غفلت میں کھویا کیا
اسی غم میں دن رات رویا کیا

جو میں خواب غفلت میں سویا کیا
غمِ نامرادی میں رویا کیا

دکن میں جو عمر اپنی کھویا کیا
فراق مدینہ میں رویا کیا

ملے کیا اُسے ثمرۂ آخرت
نہالِ بدی جس نے بویا کیا

کلامِ خدا کا ملا اُس کو ذوق
زبانِ وحی سے جس نے گویا کیا

شفاعت کے پھل سے وہ محروم ہے
جو نخلِ محبت نہ بویا کیا

جو جاگا یہاں ذکرِ حق میں مدام
لحد میں وہ بے فکر سویا کیا

نہ پایا معلّی نے جز نعت ذوق
بہت سلک مضموں پرُو دیا کیا

ہے قبر میں بھی لطف تمھارے بھرا ہوا
ویرانے ہیں ہی گنج یہ مخفی دھرا ہوا

زندہ دلوں سے کیسے ہو دعوائے ہمسری
اعمالِ بد سے اپنا تو دل ہے مرا ہوا

حسرت ہے آبیاریٔ چشم پُر آب سے
نخلِ اُمید بھی نہ ہمارا ہرا ہوا

رحمت کی وہ کسوٹی ہے کیا وصف ہو بیاں
کھوٹا بھی اُس پہ آیا تو فوراً کھرا ہوا

بدرالدجیٰ کی چاند سی صورت جو دیکھ لی
دل جان سے فدائے شہِ دوسرا ہوا

مرنے کے بعد ساتھ نہ آئے گا منعمو
رہ جائیگا یہ مال دھرے کا دھرا ہوا

عرش بریں پہ طبع معلّی کا ہے دماغ
جب سے وہ مدح خوانِ شہِ دوسرا ہوا

لیتا ہوں میں جو نام رسالت پناہ کا
ملتا ہے کچھ عجیب مزا مجھ کو چاہ کا

کہتے ہیں جسکو روح امیں سب ملائکہ
وہ ایک ایلچی ہے تری بارگاہ کا

دل نے جو کو نعت شہِ دیں اُٹھالیا
کیا حوصلہ بلند ہے اِس بے گناہ کا

تجھکو جلا ہی دیں گے نہ کر دل جلوں پہ ظلم
ہے کام اے فلک یہ فقط ایک آہ کا

مرنے کے بعد خاک بھی اِس خاکسار کی
کہلائے گی غبار مدینے کی راہ کا

رحمت معلّی جس کی زمانے پہ عام ہے
ہوں میں غلام خاص اُسی بادشاہ کا

گردن پہ اولیا کی قدم غوث پاک کا
دکھلا رہا ہے فضل و کرم غوث پاک کا

مامون آفتوں سے رہیں گے وہ حشر میں
دنیا میں بھر رہے ہیں جو دم غوث پاک کا

فرما دیا جو حکم وہ ٹلتا نہیں کبھی
ہے حکم حکم لوح و قلم غوث پاک کا

منہ چومتے ہیں شوق سے آ کر ملائکہ
لیتے ہیں نامِ پاک جو ہم غوث پاک کا

معراج میں سواری حضرت کے ساتھ ساتھ
عرشِ بریں پہ پہنچا علم غوث پاک کا

حورِ جناں ملائکہ و اہلِ چرخ بھی
کرتے ہیں مل کے وصف بہم غوث پاک کا

حسرت کی جا نہیں ہے کہ حق نے ازل سے خاص
رتبہ کیا بلند رقم غوث پاک کا

فضلِ خدا سے سارے زمانے میں چلگیا
سکہ عرب سے تا بہ عجم غوث پاک کا

اللہ ری شان خاص کہ محشر کے روز بھی
نام انبیا کے ساتھ ہے ضم غوثِ پاک کا

شانِ جم اور شوکتِ کسری کو بھول جائے
دیکھے جو کوئی جاہ و حشم غوثِ پاک کا

کحل البصر ہے چشم بصیرت کیواسطے
مل جائے گر غبار قدم غوثِ پاک کا

مرقد سے زندہ ہو کے اُٹھیں مثلِ روزِ حشر
سُن لیں جو نام اہل عدم غوث پاک کا

تنویرِ دل صفائی باطن کے واسطے
کافی ہے ذکر حق کی قسم غوث پاک کا

کیوں فیض ذاتِ پاک کی پھیلے نہ روشنی
مملو تھا نور حق سے شکم غوثِ پاک کا

دِل سے غلام ادنیٰ معلی ہوں کمترین
پھونچے مجھے بھی فیض اتم غوث پاک کا

یا الٰہی ہم کو دیدار پیمبر ہو نصیب
جلوۂ انوار فیض روئے انور ہو نصیب

تا قیامت ہم پیاسے حب حضرت کے رہیں
فضل رب سے شربِ جامِ حوضِ کوثر ہو نصیب

صدقِ دل سے ہم غلامانِ شہِ لولاک ہیں
کیا عجب ہے جنت الماویٰ ہمیں گر ہو نصیب

چوب سے کمتر نہیں ہیں عشقِ شاہِ دیں میں ہم
استنِ حنّانہ کی حالت ہمیں گر ہو نصیب

خواہشِ ظلِّ ہما کیونکر ہمارے دل میں آئے
سایۂ دیوار حضرت گر میسر ہو نصیب

کیوں نہ سمجھیں اپنی آنکھوں کا اُسے کحل البصر
گر ہمیں خاکسترِ دہلیز دلبر ہو نصیب

کیوں نہ ہم اسکو سمجھ لیں نقشِ تحصیلِ مراد
گر کہیں سے ہم کو نقشِ پائے سرور ہو نصیب

وہ نظر آجائیں بس آئینۂ دل میں ہمیں
کچھ نہ ہم کو شوکت و شانِ سکندر ہو نصیب

گوہرِ مقصد سے ہو دامن ہمارا کیوں نہ پُر
ہجرِ حضرت میں جو اشکِ دیدۂ تر ہو نصیب

ہے مسِ جرم وگناہ کے واسطے اکسیر وہ
خاکپائے حضرتِ شبیر و شبر ہو نصیب

پھر نہ ہوگی ہم کو سرخ و سبز کی کچھ احتیاج
خادمیٔ حضرتِ شبیر و شبر ہو نصیب

مغفرت کے واسطے کافی وسیلہ ہے ہمیں
حبّ صدیقؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ ہو نصیب

دو جہاں میں ہم درِ حضرت کے کہلائیں گدا
چاہنے والوں کو گنج دولت و زر ہو نصیب

اِس تمنا میں معلّی ہوں گریباں چاک میں
روزِ محشر دامنِ آلِ پیمبر ہو نصیب

یہی ہے بندۂ احقر کی التجا یارب
مجھے مدینے کا دیدار پھر دکھا یارب

جو پہنچوں شہر مدینہ میں پھر عجب کیا ہے
ہو تیرا لطف اگر میرا رہنما یارب

دلِ حزیں کی مرے بس یہی تمنا ہے
درِ رسول کا نوکر رہوں گدا یارب

پہنچ کے شہر مدینہ میں دم نکل جائے
ترے حبیب کے روضے پہ ہوں فدا یا رب

زیارتِ شہِ لولاک سے مشرّف ہوں
قبول ہو مرے دِل کی یہی دعا یا رب

وہ دیکھکر رُخِ پُر نور دم نکل جائے
نہیں کچھ اور طلب میری اس سوا یا رب

نہ دفن ہونے کے قابل ہوں اُس زمیں میں اگر
سگِ مدینہ کی بن جاؤں میں غذا یا رب

مریضِ جرم ہوں لیکن غلامِ حضرت ہوں
یہ بس ہے میرے لئے درد کی دُوا یا رب

ترے حبیبِ مکرم کا نام لیوا ہوں
اگرچہ جرم و گنہ میں ہوں مبتلا یا رب

گناہگار معلّیٰ ہے بخش تو اُس کو
طفیلِ پنجتن و شاہِ کربلا یا رب

خدا کرے کہ مدینے کا پھر سفر ہو نصیب
نظارۂ درِ سلطانِ بحر و بر ہو نصیب

بگرد روضۂ پُر نور صدقے ہو ہو کر
وہ چومنا درِ اقدس کا ہر سحر ہو نصیب

گدائے درگہ سلطانِ دیں میں کہلاؤں
مجھے سوا نہ کوئی اِس کے مال و زر ہو نصیب

نہ دیکھوں روضۂ رضوان کی طرف مڑ کر
قیام شہرِ مدینہ مجھے اگر ہو نصیب

پھروں مدینے کی گلیوں میں مثلِ دیوانہ
قیام ہر گھڑی بابُ السّلام پر ہو نصیب

ہو میرا دیدۂ دل نورِ فیض سے روشن
رسولِ پاک کا دیدار اک نظر ہو نصیب

رسولِ پاک کا بندہ بنا رہوں ہر دم
نہ کوئی عالمِ دنیا کا کرّ و فر ہو نصیب

بقیع پاک کے ہو جاؤں دفن گوشے میں
زمیں مدینے کی بس مجھ کو اسقدر ہو نصیب

نہ دیکھوں میوۂ جنت کو حشر تک مڑ کر
وہاں کا اک جو مجھے نخلِ پُر ثمر ہو نصیب

زباں پہ میری معلّٰی ہو یا رسول اللہ
جو نکلے دم تو یہی لفظ مختصر ہو نصیب

دیکھے گر ذرّہ بھی انوارِ لقائے محبوب
مہر و مہ اُٹھ کے ہوں سو بار فدائے محبوب

کیوں نہ ہر دم میں رہوں محوِ ثنائے محبوب
نخلِ ایمان کی ہے بیخ و لائے محبوب

بخدا اُس کو میں سمجھونگا ہے آوازِ خدا
گر مرے کان میں پہنچیگی صدائے محبوب

کہدو یہ حضرتِ عیسیٰ سے نہ تکلیف کریں
دردِ دل کو مرے کافی ہے دوائے محبوب

قربتِ حق میں ہے اللہ ری شانِ والا
اولیاؤں کی بھی گردن پہ ہے پائے محبوب

خاص محبوب خدا ذاتِ مبارک جو نبی
کیا زباں میری کرے وصف و ثنائے محبوب

کیا ولی پہنچ سکے رتبۂ والا کو کوئی
عرش اعظم پہ پھڑکتا ہے لوائے محبوب

درِ والا کی گدائی پہ نہ کیوں فخر کروں
بڑھ کے شاہانِ جہاں سے ہے گدائے محبوب

سوزشِ گرمیٔ خورشید کا کیا خوف انہیں
روزِ محشر جو رہیں زیرِ لوائے محبوب

لطف کیا کیا نہ دکھائے گا بروزِ محشر
سر میں سودائے نبی لیں ولائے محبوب

ہو گیا ہے مرا اب عرشِ معلّٰی پہ دماغ
اے معلّٰی جو مرے دل میں رہی جائے محبوب

عجب برتر ہے عز و شانِ محبوب
مری جاں کیوں نہ ہو قربانِ محبوب

عمل تقویٰ ریاضت بندگی میں
ہے قائم ہر جگہ برہانِ محبوب

جدا حق سے نہیں اُن کو سمجھتے
ولی جو ہیں مراتب دانِ محبوب

رسائی واں غریبوں کی کہاں ہو ... ملائک خاص ہیں دربانِ محبوب
جو کی حضرت کے دیں کی رہنمائی ... مسلمانوں پہ ہے احسانِ محبوب
خدائی میں خداوندِ جہاں کی ... ہے جاری سکّۂ فرمانِ محبوب
کریں ہرگز نہ پھر پرُزے گریباں ... ہمیں ہاتھ آئے گر دامانِ محبوب
ہے حکم اُن کا خدا کا حکم لاریب ... کہ محوِ ذاتِ حق ہے جانِ محبوب

گناہانِ معلّٰی بخش الٰہی
کہ ادنیٰ ہے وہ مدحت خوانِ محبوب

ہر چند ظاہرا تو رسولِ خدا ہیں آپ ... لیکن خبر نہیں ہے کہ باطن میں کیا ہیں آپ
فرما دیا ہے حق نے محمدؐ جو آپ کو ... ہم بھی کہیں گے لائقِ حمد و ثنا ہیں آپ
ہے ذاتِ پاک آپ کی بےمثل و بےنظیر ... واللہ اسمِ اعظم ذاتِ خدا ہیں آپ
ہم کو نہیں ہے حضرتِ عیسیٰ سے کچھ غرض ... ہم عاصیوں کے دردِ جگر کی دوا ہیں آپ

کیا ہو سکے زبانِ معلّٰی سے وصفِ پاک
مقبولِ خاص بارگہِ کبریا ہیں آپ

جب حشر کے دن گرم ہو بازارِ شفاعت ... بھولو نہ مجھے اے شہِ مختارِ شفاعت
رتبہ شہِ ابرار کا کھل جائیگا سب پر ... جب ہوں گے گنہگار طلبگارِ شفاعت
یارب ہے دعا میری پئے عفو یہ دن رات ... مجھ پر بھی کریں رحم وہ سردارِ شفاعت
ناکارہ گنہگار ہوں آلودۂ عصیاں ... ہو یاد مری بھی سرِ دربارِ شفاعت

یہ آپ کو ہی حق نے دیا رتبۂ عالی	ہے آپ سوا کون جو لے بارِ شفاعت
کیوں بخشے نہ جائیں گے گنہگار ہزاروں	خود آپ کا خالق ہے خریدارِ شفاعت
ہو جائیگا رتبہ شہِ ابرار کا روشن	دیکھیں گے جو وہ جلوۂ انوارِ شفاعت

محشر میں پئے گرمیٔ خورشید معلّٰی
کافی ہے مجھے سایۂ دیوارِ شفاعت

ہے آج جشن مولدِ خیر الورا کی رات	جلوہ فزا ہے جلوۂ نورِ خدا کی رات
ہم صبح عید سے اسے افضل کہیں نہ کیوں	روزِ ازل سے آئی ہے بنکر ضیا کی رات
تشبیہ کیسے ہم دیں شب طور سے اسے	موسیٰ کی رات تھی وہ یہ ہے مصطفٰے کی رات
تسمیے شب برات و شبِ قدر اس کے ہیں	ہے یہ ولادتِ شہِ ہر دوسرا کی رات
اس میں جنابِ رحمتِ عالم کا ہے ظہور	سچ پوچھئے تو ہے یہی اک مدعا کی رات
ہے رات کونسی جو کرے اس سے ہمسری	بیشک ہے یہ فضیلتِ بے انتہا کی رات
وردِ درود اس کے سویدائے دل میں ہے	تسبیح خواں ازل سے ہے صلِّ علیٰ کی رات
مانگیں دعائے خیر اسی میں سب اہل خیر	واللہ یہ ہے قبولیتِ ہر دعا کی رات
ہم اُن کے سب غلاموں کا ہو خاتمہ بخیر	یارب ترے حبیب کی ہو ابتدا کی رات

بخشے گئے گناہِ معلّٰی کہ آج ہے
مقبولِ خاص بارگہِ کبریا کی رات

ہے عالی تر مقامِ حضرتِ غوث	فدا ہے دل بنامِ حضرتِ غوث

قدم گردن پہ لیئے ہر ولی کو
ہے حکمِ حق کلامِ حضرتِ غوث

رہے وہ مستِ عشقِ حق ابد تک
جو پی لے ایک جامِ حضرتِ غوث

تمامی اُمّتِ شاہِ رُسل پر
ہے جاری فیضِ عامِ حضرتِ غوث

پئے بخشایشِ اُمّت بمحشر
رہے گا اہتمامِ حضرتِ غوث

نہ خواہش ہو ہمیں ظلِ ہما کی
ملے گر ظلِ بامِ حضرتِ غوث

کھڑے رہتے ہیں صف بستہ ملائک
پئے عرضِ سلامِ حضرتِ غوث

کرے کیا کوئی دعویٰ ہمسری کا
مقدر ہے بکامِ حضرتِ غوث

ہراک مرغِ چمن زارِ ولایت
ہے قیدی زیرِ دامِ حضرتِ غوث

ہمارے پیشوا وہ کیون نہ ٹھہریں
ہیں شاہِ دیں امامِ حضرتِ غوث

طفیلِ غوث سے بخش اسکو یارب
معلیٰ ہے غلامِ حضرتِ غوث

حلقے میں اولیا کے ہی عالی مقامِ غوث
سکہ ہے بادشاہی کا جاری بنامِ غوث

لاکھوں ہی کامیاب ہیں اس در سے اولیا
جاری رہے الٰہی یہ فیضِ دوامِ غوث

ارشاد جو ہوا قدمی ھذہٖ کا قول
اللہ کا تھا کلام نہ تھا وہ کلامِ غوث

معشوقِ حق ہیں آپ ولی عاشقانِ حق
ظاہر ہے اس سے فرقِ عُلوِّ مقامِ غوث

تسخیرِ ملکِ قربِ الٰہی کے واسطے
چمکی ہوئی ہے دونوں جہاں میں حسامِ غوث

حور و ملک بشر سبھی میدانِ حشر میں
صف بستہ ہیں کھڑے ہوئے بہرِ سلامِ غوث

انوارِ حق سے نورِ مجسم ہے ذاتِ پاک
صبحِ تجلیاتِ الٰہی ہے شامِ غوث
جن و بشر ہی تابعِ فرماں نہیں فقط
جاری ملائکہ پہ بھی ہے حکمِ عامِ غوث

بخشش کو میری بس ہے کہیں حشر میں جو لوگ
دیکھو وہ آ رہا ہے **معلّی** غلامِ غوث

کیا لکھوں رتبۂ یگانۂ غوث
بابِ جنت ہے آستانۂ غوث
حالِ اجلالِ غوث دکھلاتا
ہوتا گر آج کل زمانۂ غوث
قعرِ دوزخ سے اٹھ سکے نہ کبھی
جس پہ پڑ جائے تازیانۂ غوث
بھول جائیں گے بیخودی اپنی
گر کروں عرض میں فسانۂ غوث
کام کیا ہے سماعِ دنیا سے
گوش زد ہو اگر ترانۂ غوث
کچھ عجب شانِ دستگیری ہے
فیض سے ہے بھرا خزانۂ غوث

وصف کیا ہو بیاں **معلّی** سے
قدرتِ حق ہے کارخانۂ غوث

جہاں میں آمدِ خیر الوریٰ کی دھوم ہے آج
ظہورِ جلوۂ نورِ خدا کی دھوم ہے آج
ضیائے نورِ تجلی سے چرخ ہے روشن
طلوعِ مہرِ سپہرِ ہدیٰ کی دھوم ہے آج
زبانِ حور و ملک پر ہے مرحبا جاری
صدائے نعرۂ صلِّ علیٰ کی دھوم ہے آج
ہے تہنیت کی ادائی کا شور و غل ہر سو
بہم مبارکئ انبیا کی دھوم ہے آج
بشارت اور خوشی کے ہیں ہر طرف جلسے
ولادتِ شہِ ہر دوسرا کی دھوم ہے آج

ہر ایک سو ہی عیاں رحمتِ خدا کا ظہور
تجلّیٔ کرمِ کبریا کی دھوم ہے آج

بیانِ وصف زباں سی ہو اس خوشی کا کیا
رسومِ شادیٔ بے انتہا کی دھوم ہے آج

ٹلیگا کیوں نہ کدورت کا نام دنیا سے
مسرتِ دلِ اہلِ صفا کی دھوم ہے آج

غمِ تولدِ حضرت سے فوجِ شیطاں میں
الم و زاری و رنج و بکا کی دھوم ہے آج

ہو اہلِ کفر و ضلالت کو دخل یاں کیونکر
قدومِ رہبرِ دین پیشوا کی دھوم ہے آج

ہو کیوں نہ آمدِ مضموں دلِ معلّیٰ پر
زبانِ کلک پہ مدح و ثنا کی دھوم ہی آج

دیکھی ہے جو شانِ رخِ زیبائے محمدؐ
جبریلِ امیں کیوں نہوں شیدائے محمدؐ

ہے عرشِ بریں فرشِ تہِ پائے محمدؐ
کیوں فخر سے چومے نہ قدمہائے محمدؐ

ہے آنکھوں میں اور دل میں مرے جائے محمدؐ
سینہ ہی مرا مسکن و ماوائے محمدؐ

پروانۂ شمعِ رخِ زیبائے نبی ہوں
کیوں مجکو نہو خواہشِ پروائے محمدؐ

قرآں میں جو آیا ہے بیانِ قابَ و قوسین
ادنیٰ ہے مقامِ شرف افزائے محمدؐ

حاصل ہوا انہیں سرمۂ مازاغ کہاں سے
آنکھیں ہوں مری کیسے شناسائے محمدؐ

ہے گول دہن حلقۂ ہا لام دو زلفیں
اللہ کا الف ہے قدِ بالائے محمدؐ

بن جائے وہ یارب شررِ نارِ جہنّم
جس سر میں نہو گرمیٔ سودائے محمدؐ

کیونکر نہ گرفتار رہے قیدِ جہاں میں
جو دل سے نہ ہو والہ و شیدائے محمدؐ

ہے کعبۂ مقصودِ معلّیٰ کا مدینہ

اُس کے دلِ پُر شوق میں ہی جائے محمد

منبعِ فضلِ کبریا ہے درود — معدنِ رحمتِ خدا ہے درود

نہیں کوئی درود سے بڑھ کر — مظہرِ فیضِ مصطفٰے ہے درود

کُنتُ کَنزاً کا راز مخفی ہے — مخزنِ لطف و اتقا ہے درود

کیوں نہ ہو یاد رات دن اُس کی — دلِ عاشق کا مدّعا ہے درود

کیوں نہ بڑھ جائے عاقبت میں حیات — طائرِ روح کی غذا ہے درود

اے مریضانِ عشقِ مصطفوی — ہر مرض کے لئے شفا ہے درود

خوف خورشیدِ حشر کا کیا ہو — اپنا محشر میں آسرا ہے درود

فرض جانو درود پڑھنے کو — نورِ ایمان کی بنا ہے درود

فضل میں فخر ہیں فضیلت میں — سب عبادات سے سوا ہے درود

کیوں کشش ہو نہ دل کی اُس جانب — کاہ میں ہوں تو کہربا ہے درود

وِرد اُس کا ہو کیوں نہ دل کو قبول — بہرِ مقبولیٔ دعا ہے درود

نور پھیلا ہے اس کا عالم میں — رونقِ شمع کی ضیا ہے درود

اے معلّی پڑھو دل و جاں سے
باعثِ بخششِ خطا ہے درود

بھیجے خدا نے جتنے پیمبر زمین پر — حضرت ہیں سب کے سیّد و سرور زمین پر

دورِ فلک نے آہ ہزاروں مٹا دئے — تھے بادشہ جو مثلِ سکندر زمین پر

چرخ بریں بھی گنبد خضرا کے سامنے
کرتا سلام روز ہے جھک کر زمین پر

ارشادِ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ سے ہے ثبوت
آئے حضور روپ بدل کر زمین پر

عیسیٰ کے ساتھ رتبۂ حضرت کا تول مین
پلہ گراں تھا رہ گیا ٹک کر زمین پر

کیونکر ملک نہ آئیں اُتر کر پئے طواف
عرشِ بریں ہے روضۂ انور زمین پر

ظلماتِ کفر دہر میں اندھیر ڈالتی
ہوتی اگر نہ ذاتِ پیمبر زمین پر

خورشید جاکے پردۂ گردوں مین چھپ گیا
دیکھا جو نورِ روضۂ انور زمین پر

کیا وصف شہ کے دانتوں کا اہلِ سخن کریں
کیسے اُتار لائیں وہ اختر زمین پر

تبخانے پائمال تھے بت سارے سرنگون
جب تک رہا قیامِ پیمبر زمین پر

خوبی میں مثل قامتِ بالائے شاہِ دیں
طوبیٰ فلک پہ ہے نہ صنوبر زمین پر

جب سے ہے سیرِ باغِ مدینہ سے بے نصیب
دیوانہ وار پھرتی ہے صرصر زمین پر

ہے شوق انہیں کہ پہلوئے حضرت مین دفن ہوں
عیسیٰ پھر آئیں کیوں نہ اُتر کر زمین پر

شوقِ حصولِ سایۂ دیوارِ شاہ مین
عاشق لگائے بیٹھے ہیں بستر زمین پر

کیا شان کبریائی کی تیری ہے اے خدا
دعویٰ کریں خدائی کا پتھر زمین پر

یارب قبول ہو یہ معلّی کی التجا
مدفن مرا مدینے کی ہو سرزمین پر

رنجِ فرقت سے دلِ زار کو مغموم نہ کر
اپنے دیدار سے جاناں مجھے محروم نہ کر

بارِ عصیاں سے گراں خاطرِ مغموم نہ کر
پیشِ حق مجھکو سبک اے مرے مخدوم نہ کر

میرے آقا مرے حضرت ابھی آرام میں ہیں
جا کے ہنگامۂ محشر سے کہو دھوم نہ کر

ہیچ ہے زندگیِ عمرِ دو روزہ پہ غرور
اعتبارِ اثرِ ہستیِ موہوم نہ کر

چھوڑ کر ظلم و ستم کر مرے احوال پہ رحم
مجھ کو بھی داخلِ جمعِ صفِ مظلوم نہ کر

درِ حضرت کی گدائی مجھے کافی ہے دلا
آرزوئے شہیِ سلطنتِ روم نہ کر

بے نشانی کے سوا اُس کا نشاں ملتا نہیں
یہ ملا ہے جو پتہ دل سے تو معدوم نہ کر

عشق میں رنج و الم کو نہ سمجھ رنج و الم
مائل اِس پر تو کبھی خاطرِ مغموم نہ کر

تا دمِ زیست معلّیٰ نہ کبھی بھول اسے
نعت گوئی کے سوا نثر کو منظوم نہ کر

عرشِ اعظم سے ہی ملحق تر مکانِ دستگیر
کوئی کیا جانے معلّیٰ عز و شانِ دستگیر

رات دن رہتی ہے میرے دل میں بس خواہش یہی
سر ہو میرا اور سنگِ آستانِ دستگیر

گردنوں پر اولیا کی کیوں نہو اُن کا قدم
سب ہیں عاشق اور معشوقی ہے شانِ دستگیر

رتبۂ محبوبِ سبحانی جو عالی ہے مقام
کیا کسی پر کھل سکے رازِ نہانِ دستگیر

دستگیری جس کی حضرت نے وہ کامل بنا
کر لیا ہے ہم نے دائم امتحانِ دستگیر

پہونچتا ہے ہر نشانِ عرش پر تیرِ دعا
کس قدر پر زور ہے تابِ کمانِ دستگیر

کچھ نہ اُن کو گرمیِ خورشیدِ محشر کا ہی خوف
جو رہیں گے زیرِ ظلِ سائبانِ دستگیر

رہ نمائی کے طریقے گوشِ دل سے وعظ میں
خضر بھی سنتے ہیں آ کر خوش بیانِ دستگیر

روزِ محشر غیر حسرت میں رہیں گے دیکھکر
جب کشادہ ہوگا ہر خادم پہ خوانِ دستگیر

گرچہ ظاہر وہ خدا کے خاص بندے ہیں مگر
کوئی کیا جانے جو باطن میں ہے شانِ دستگیر

حشر میں کر عفو یارب اُس کے سب جرم و گناہ
ہے معلّی کمتریں اک مدح خوانِ دستگیر

کچھ پتہ چلتا نہیں دل کا جگر کے آس پاس
دیکھو ہوگا روضۂ خیر البشر کے آس پاس

دولتِ دیدارِ جاناں جلد ہو یارب نصیب
کب تلک پھرتا رہوں پیارو در کے آس پاس

اُڑ سکے اوجِ رسالت تک کہاں مرغِ خیال
گر پرِ جبریل بھی ہو بال و پر کے آس پاس

اُس لبِ شیریں پہ ایسی ہیں فدا جانیں ہزار
چیونٹیاں جیسے لپٹی ہیں شکر کے آس پاس

جب اسی دلبر سے جن و بشر ہیں فیضیاب
کیوں نہ میں بیٹھا رہوں اُس سنگِ در کے آس پاس

غیرتِ خلدِ بریں رشکِ گلستانِ ارم
ہے وہ جالی روضۂ خیر البشر کے آس پاس

کیوں نہ سمجھوں روضۂ رضواں سے بھی بڑھکر اسے
جا مدینے میں ملے گر اُن کے در کے آس پاس

خواہشِ دیدار میں روتا ہوں جب سے رات دن
پڑ گئے ہیں حلقے میری چشمِ تر کے آس پاس

گرد حضرت کے صحابہ کا یہ رہتا تھا ہجوم
رہتے ہیں جس طرح سے تارے قمر کے آس پاس

دل ہمارا غیرتِ گلزارِ ابراہیم ہے
پڑ گئے ہیں اس قدر چھالے جگر کے آس پاس

اے معلّی دل سے نکلی ہے دعا ہوگی قبول
پھر رہی ہے دیکھنا بابِ اثر کے آس پاس

رکھے دل میں جو حبِّ مصطفےٰ دل
وہی ہے اے معلّےٰ کام کا دل

کروں ہر دم نبیؐ پر میں فدا دل
عطا کر ہر گھڑی یارب نیا دل

نہ اک لحظہ بھی پہلو میں رہا دل
مدینے کی گلی ہے اور مرا دل

محیطِ عشق میں ہے آشنا دل
غریقِ بحرِ رحمت ہے مرا دل

کروں کیونکر نہ اپنے دل کی تعظیم
کہ شاہِ دیں کی ہے دولت سرا دل

بنے کیونکر نہ رشکِ عرشِ اعظم
کہ ہے منزل گہِ عرشِ خدا دل

صبا کہدے حبیبِ کبریا سے
تمھارا ڈھونڈتا ہے آسرا دل

ترحم یا نبیؐ اللہ ترحم
ہے مضطر آپ کے غم سے مرا دل

نبیؐ کے ہے جو ظلِ عاطفت میں
معلّیٰ عرشِ اعظم ہے مرا دل

جہاں میں ہے شبِ میلادِ مصطفےٰؐ کی دھوم
ہے آمد آمدِ سلطانِ انبیا کی دھوم

مچی جہان میں ہے کس عروشان سے آنکی
خدائی جس نے کی اُس بندۂ خدا کی دھوم

عجب نہیں ہے جو ہو سرد آتشِ فارس
فروغِ باغِ خلیلی کے ہے ضیا کی دھوم

خوشی سے پھولوں سمائی نہیں شبِ میلاد
ہے آمد آمدِ واللیل والضحیٰ کی دھوم

محلِ کسروی کیونکر نہ خوف سے گرجائے
خدا کے گھر میں ہے اسلام کی ضیا کی دھوم

جہاں سے ظلمتِ وکفر و نفاق کیوں نہ مٹے
ہے پھیلی جلوۂ انوارِ کبریا کی دھوم

جو کرتے ہیں ادا آج شادیٔ میلاد
بیاں میں آتی نہیں رضا اور سما کی دھوم

سمائے کیسے بھلا مومنوں کے دل میں خوشی
ہے مولدِ شہِ مقبولِ کبریا کی دھوم

دلوں میں اپنے جو روزِ الست کی ہے خوشی
مچا رہی ہے وہ اس شب میں بھی بلا کی دھوم

درود خوانی کا عالم میں ہر طرف جو ہے غل — ہے خوشنما یہ عجب خلقتِ خدا کی دھوم
جو نغمہ خوانیٔ صلِّ علیٰ میں ہیں مشغول — لبھاتی دل کو ہے حور و پری بھی صدا کی دھوم
ظہورِ مظہرِ نورِ الٰہ کے باعث سے — سُرورِ شادی سے ہر سو ہے اصفیا کی دھوم
ادائے تہنیتِ جشن کے لئے ہر جا — نزولِ فوجِ ملک سے ہے انتہا کی دھوم
جو شور و غُل ہے مبارک کا دہر میں ہر سو — شمارِ عقل سے خارج ہے جا بجا کی دھوم
خوشی دلوں پہ جو حضرت کی ہے ولادت کی — کہیں ہے ذکر کا غُل اور کہیں ثنا کی دھوم

میں لکھ رہا ہوں معلّیٰ جو نعتیہ اشعار
ہے دل پہ میرے مضامین باصفا کی دھوم

وصفِ رسولِ پاک کریں کس زباں سے ہم — لائیں زبانِ حضرت باری کہاں سے ہم
ہرگز نہ جائیں گے درِ شاہِ جہاں سے ہم — سرکائیں گے نہ سر کبھی اس آستاں سے ہم
تشبیہ کیا بیانِ دُرِ دنداں کی ہو سکے — تارے اُتار لائیں بھی گر آسماں سے ہم
بے مثل ذات اُن کی ہے کیونکر ملے پتا — کس طرح ڈھونڈ لائیں مثال لامکاں سے ہم
میدانِ نعتِ شہ میں اُڑاتے ہیں مرغِ فکر — بڑھ جائیں کیوں نہ طائرِ عرش آشیاں سے ہم
حامی ہمارے ہیں جو وہ آقائے نامدار — کیونکر فدا نہ اُن پہ رہیں لاکھ جاں سے ہم
عشقِ نبی ہمارے لئے زادِ راہ ہے — جب دارِ آخرت کو چلیں گے یہاں سے ہم
پہنچا دے یاالٰہی مدینے کو جلد تر — اُکتا گئے سکونتِ ہندوستاں سے ہم
تازہ ہے داغِ دل کا چمن عشقِ شاہ میں — رکھتے غرض نہیں ہیں بہار و خزاں سے ہم

اپنے مقام و حد کا بتلائیں کیا پتا
یہ بھی خبر نہیں ہے کہ آئے کہاں سے ہم
اے جذبِ عشق یار ہمیں تو ہی کھینچ لے
کیا زور کر سکیں گے دلِ ناتواں سے ہم
دھیرِ بارگاہِ شہِ انبیاء نہ چھوڑ
کہتے ہیں بار بار دلِ ناتواں سے ہم
ہیں خواستگارِ گوشۂ دامانِ مصطفےٰ
رکھتے نہیں ہیں کام کچھ اہلِ جہاں سے ہم
بعدِ فنا بھی خلد میں کتنی ہے میری روح
سیدھے مدینے جائیں گے اڑکر یہاں سے ہم

فرشِ زمیں پہ ہم ہیں وہ مسند نشینِ عرش
پہونچیں قریب اُن کے معلیٰ کہاں سے ہم

سوزِ الم سے دِل کو کہاں تک جلائیں ہم
کب تک غمِ فراق کے صدمے اٹھائیں ہم
بہرِ حصولِ روشنئ چشمِ باطنی
آنکھوں میں خاکِ راہ وہاں کی لگائیں ہم
صدقے ہوں گردِ روضۂ اقدس کے بار بار
اپنا مطاف گنبدِ خضرا بنائیں ہم
دفعِ کدورتِ دلِ ناشاد کے لئے
خاشاکِ راہ آنکھوں سے اپنی اٹھائیں ہم
بابُ السّلام پر کبھی استادہ با ادب
عرضِ سلام کے لئے سر کو جھکائیں ہم
بہرِ ادائے سجدۂ شکرانۂ حضور
فرشِ الحجر کو اپنا مصلّا بنائیں ہم

مستانہ وار زیست معلیٰ بسر کریں
جائے قیام دشتِ مدینہ بنائیں ہم

نورِ پیمبر یا غوثِ اعظم
ہے ذاتِ انور یا غوثِ اعظم
نکہتِ زلف والا سے نادم
ہے مشکِ اذفر یا غوثِ اعظم

زمرے میں اقطاب اور اولیا کے ہو سب سے بہتر یا غوثِ اعظم
خورشیدِ برجِ چرخِ ولایت ہے روئے انور یا غوثِ اعظم
ظاہر ہیں انساں لیکن بباطن ہو حق کے مظہر یا غوثِ اعظم
ذرّہ تمہارے کوچے کا شاہا ہے مہرِ خاور یا غوثِ اعظم
پائے مبارک سب اولیا کی ہے گردنوں پر یا غوثِ اعظم
جز ذاتِ والا ہم کو سہارا ہے کون سرور یا غوثِ اعظم
روئے منوّر بے شبہ بیشک ہے سعدِ اکبر یا غوثِ اعظم
سایہ تمہارا ہم عاصیوں کے ہو سر کے اوپر یا غوثِ اعظم

تعریفِ دنداں میں شعرِ معلّیٰ
ہے سلکِ گوہر یا غوثِ اعظم

شمسِ حضرت کے مقابل جلوہ گر کچھ بھی نہیں رخ کے آگے جلوۂ نورِ قمر کچھ بھی نہیں
لب پہ جز ذکرِ شہِ خیر البشر کچھ بھی نہیں ورد میرا اس سوا شام و سحر کچھ بھی نہیں
عالم اس آئینۂ ہستی میں ہے عکسِ جمال دیکھنے کو ہے ادھر سب کچھ - ادھر کچھ بھی نہیں
درجۂ جن و ملک اور رتبۂ کل انبیاء پیشِ شانِ حضرتِ خیر البشر کچھ بھی نہیں
ذاتِ باری میں عجب ذاتِ مبارک ہے فنا عکس آئینے میں ظاہر ہے مگر کچھ بھی نہیں
عرش پر جا کر پلٹ آنے سے بڑھ کر آں نبیؐ وادیِ ایمن کا اے موسیٰؑ سفر کچھ بھی نہیں
دیکھتا ہوں میں جدھر نورِ الٰہی کے سوا میری آنکھوں کو تو آتا ہی نظر کچھ بھی نہیں

وہ دمِ عیسیٰ یدِ بیضا عصائے موسیٰ
پیشِ شانِ رتبۂ شق القمر کچھ بھی نہیں

کچھ چلا مجکو نہ حضرت کی حقیقت کا پتا
طاقتِ ادراک تجھ میں اے البصر کچھ بھی نہیں

سب ادھر ہے دہر میں اظہارِ اسما و صفات
ذاتِ مطلق کے سوا پیدا اُدھر کچھ بھی نہیں

کیا لب و دندانِ حضرت سے کریں گے ہمسری
اُن کے آگے لعل و یاقوت و گُہر کچھ بھی نہیں

بے ادب کہتے ہیں جو ہم بھی بشر وہ بھی بشر
اُن کو حضرت کی حقیقت کی خبر کچھ بھی نہیں

ہمسریِ خیر البشر سے کیا کرے کوئی بشر
سامنے یاقوت کے شانِ حجر کچھ بھی نہیں

بے مدد حضرت کے پہنچوں میں مدینہ کس طرح
پاس میرے خرچ رہ زادِ سفر کچھ بھی نہیں

شافعِ روزِ جزا ہیں میرے آقائے کریم
روزِ محشر کا معلّی مجھ کو ڈر کچھ بھی نہیں

عجب رتبے میں عالی شان محی الدین جیلی ہیں
نبی کے نورِ چشم و جان محی الدین جیلی ہیں

رکھے زیرِ قدم اُن کے نہ کیونکر ہر ولی گردن
کہ فخرِ عالمِ ایقان محی الدین جیلی ہیں

نہ کیونکر خاکِ در کو اِن کی ہم خاکِ شفا سمجھیں
ہمارے درد کے درمان محی الدین جیلی ہیں

محبت اور اطاعت ان کی لازم اہلِ دیں پر ہے
مدارِ دین و ہم ایمان محی الدین جیلی ہیں

ہے فرمانِ حکومت اُن کا جاری سارے عالم پر
اگرچہ ساکنِ جیلان محی الدین جیلی ہیں

ملے گر آپ کے در کی گدائی ہم کو کافی ہے
نہ کچھ اور اِس سوا ارمان محی الدین جیلی ہیں

بچائیں گے نہ کیوں دوزخ سے وہ اُمت کو نانا کی
دوائے علتِ عصیان محی الدین جیلی ہیں

ضیائے نور سے اُن کی منور سارا عالم ہے
شرف کے نیرِ تابان محی الدین جیلی ہیں

دکھائے مُردے زندہ کرکے بھی زورِ مسیحائی
عجب سردارِ عالی شاں محی الدین جیلی ہیں

گروہِ اولیا سب عاشقِ درگاہِ باری ہے
حبیبِ حضرتِ سبحاں محی الدین جیلی ہیں

ہو کیا خوف اے معلّی مجھ کو شورِ روزِ محشر کا
حمایت پر مری ہر آں محی الدین جیلی ہیں

نہ کہا آکے یہ اے جان کسی نے تجھ کو
کہ بلایا ہے مدینے میں نبی نے تجھ کو

ہجر میں رو کہ ہیں دو آنکھیں سفینے تجھ کو
یہی پہنچائیں گے اک روز مدینے تجھ کو

ذکرِ حضرت میں تو مصروف رہ اے جانِ حزیں
رحمتِ حق کے مِلے ہیں یہ دفینے تجھ کو

نعتیہ شعر مرے سُن کے یہ کہتے ہیں اُویس
دیا بخشش کا وثیقہ یہ نبیؐ نے تجھ کو

صدقے ہوتا ہوں جو رونے کے تو کہتے ہیں ملک
یاد ہیں خوب خوشامد کے قرینے تجھ کو

نامِ حضرت پہ ہو صدقے تو اذاں میں دلِ زار
کی عنایت یہ بلالِ حبشیؓ نے تجھ کو

سر نہ سرکا کبھی دہلیزِ شہِ دیں سے ولا
چومنے کیلئے بس ہیں یہی زینے تجھ کو

آرزو ہے کہ کہیں قبر میں بھی مجھ سے ملک
بخشوایا ہے گناہوں سے نبیؐ نے تجھ کو

اے معلّی نہ کبھی نعتیہ اشعار کو چھوڑ
کافی ہے ورد یہی بارہ مہینے تجھ کو

اِن آنکھوں کو اللہ نظر آئے مدینہ
ہر لحظہ ہو دل محوِ تماشائے مدینہ

کیا دل میں جما نقشۂ زیبائے مدینہ
ہے خانۂ کعبہ میں تجلّائے مدینہ

سو بار تصدّق ہوں میں اُس پیاری خلش پر
اُف رے خلشِ خارِ تمنّائے مدینہ

بدلے ہیں سر و جاں کے بھی گر اسکو خریدیں
ارزاں ہی ہمارے لئے سودائے مدینہ

سر اُس کا سر جیبِ مقدّس سے لگا ہے
ہی غم سے بری دامن صحرائے مدینہ

خالص عسل و نخل سے خرمائے چکیدہ
ہے نعمتِ حق یہ منّ و سلوائے مدینہ

کہتے ہیں بصد شوق مرے مردم دیدہ
کیا خوب ہی گر آنکھ میں چھپ جائے مدینہ

تا حشر تری بارشِ رحمت سے الٰہی
سرسبز رہے گنبدِ خضرائے مدینہ

حضرت کا بنا جب سی ہی آرام گہِ خاص
کیوں فخر سے اپنے میں نہ اترائے مدینہ

ہیں حور و ملک جس پہ دل و جاں سے تصدّق
رشکِ چمنِ خلد ہے صحرائے مدینہ

کونین میں پھیلی ہی ضیا جس کی معلی
کیا غیرتِ خورشید ہے سیمائے مدینہ

خرمے کے درخت اور وہ صحرائے مدینہ
یاد آتا ہے ہر رہ پہ مجھے ہائے مدینہ

اللہ رے تاثیرِ تولّائے مدینہ
ہر داغِ جگر ہے گلِ صحرائے مدینہ

دل جب سے بنا والہ و شیدائے مدینہ
کہتا ہے مرا ہر بُنِ مو ہائے مدینہ

غلماں ہیں غلامان تو پرستار ہیں حوریں
جنت کا سراپا ہے سراپائے مدینہ

چشمانِ بصیرت سے نگہ کرکے ملائک
رکھ لیتے ہیں آنکھوں پہ قدمہائے مدینہ

آنکھیں تو ذرا کھول کے دیکھ لے دلِ ناداں
ہے آنکھ کی پتلی میں تماشائے مدینہ

صحرائے مدینہ میں پھروں قیس کے مانند
مل جائے اگر ناقۂ لیلائے مدینہ

بیہوش گریں ہوش ہیں تا حشر نہ آئیں
دیکھیں کبھی موسیٰ جو تجلّائے مدینہ

یہ حاملِ اقدام ہے وہ حاملِ نعلین
کیوں عرش سے رتبے میں نہ بڑھ جائے مدینہ

ہرگز دلِ مخلوق کی کھیتی نہ ہری ہو
گر ابرِ کرم اپنا نہ برسائے مدینہ

کیونکر نہ حسد سے جگرِ ماہ ہو پارہ
خورشید ہی ہر ذرّۂ صحرائے مدینہ

تا حشر خمارِ مئے اُلفت میں رہوں مست
کم ہو نہ یہ کیفیتِ صہبائے مدینہ

ہرگز نہ کرے میوۂ جنت کی وہ خواہش
حاصل ہے جسے لذّتِ خُرمائے مدینہ

ہے سرمۂ چشمِ بشر و جن و ملائک
خاکِ قدمِ اقدسِ مولائے مدینہ

ہو رشکِ دلِ عرش بریں کو بھی معلّٰی
رنگ اپنی حقیقت کا جو دکھلائے مدینہ

آسمان والوں کو شان اپنی دکھانیوالے
اے میاں عرش پہ نعلین سے جانیوالے

بندۂ عاصی کی بھی حشر کے دن یاد رہے
اے گنہگاروں کو اُمت کے بچانیوالے

رحمتِ حضرتِ حق تم پہ ہو نازل ہر آن
مژدۂ عفو غریبوں کو سُنانیوالے

دیکھکر آپ کی وہ شانِ مقامِ محمود
دم بخود رشک سے ہیں سارے زمانیوالے

مجھے تبلاؤ تو ہیں کون جہان میں ایسے
دینِ اللّٰہ کو دنیا میں چلانیوالے

حشر میں آکے تو دیکھیں میرے آقا کا مقام
ہیں کدھر آج وہ فخر اپنا جتانیوالے

انبیا میں بھی کوئی ایسے تو تبلائیں مجھے
شیفتہ اپنا خدائی کو بنانیوالے

کس کو حاصل تھی کرامات میں یہ شانِ رفیع
پارۂ نان میں صدہا کو کھلانیوالے

کون ہے آپ سوا کہدے یہ حضرت سے کوئی

سندِ عفو معلّی کو دلا نیوالے

جائیں جنت کی طرف زہد جتا نیوالے — ہم گنہگار مدینے کو ہیں جا نیوالے
عشقِ حضرت ہیں ہمارے شررِ سوزِ جگر — ہیں دلِ طور کی ہستی کو جلانیوالے
کر مدد اے شہِ اورنگِ مقامِ محمود — بے ٹھکانہ ہوئے جاتے ہیں ٹھکانیوالے
قافلے ملکِ عدم کو جو چلے ہیں صد ہا — ہیں مدینے کی طرف بھی کوئی جا نیوالے
بس ہمارے لئے ہے سایۂ دیوارِ نبیؐ — ہم نہیں بالِ ہما میں کبھی آنیوالے
سرمۂ خاکِ قدم کی ہیں یہ آنکھیں مشتاق — او سرِ عرش پہ نعلین سے جانیوالے
طرۂ گیسوئے خدارشۂ ختمِ رسل — دل کو ہیں دامِ محبت میں پھنسانیوالے
گلِ رخسارِ رسولِ عربیؐ بہرِ خلیل — نارِ نمرود کو ہیں باغ بنانیوالے

بات بگڑی ہی ہے معلّی کی بنالے تو ہی
وقتِ آخر میں او بگڑی کے بنانیوالے

یہ نہ سمجھو کہ نبیؐ ملنے سے کیا ملتا ہے — بخدا اُن کے ہی ملنے سے خدا ملتا ہے
لیتے ہی نامِ مبارک جو ہم ملتے ہیں لب — نعمتِ خلد سے بھی بڑھکے مزا ملتا ہے
خواہشِ ظلِّ ہما دل سے نکل جاتی ہے — درِ حضرت کا جسے سایہ ذرا ملتا ہے
شبِ معراج میں یہ کہتی ہیں حوریں باہم — اپنے محبوب سے اب دیکھو خدا ملتا ہے
چھوڑ کر کوئے نبیؐ جاتے ہیں کیوں خلد کو لوگ — نہیں معلوم انہیں اُس جائے میں کیا ملتا ہے
یا الٰہی بڑھے ہر دم مرضِ عشقِ نبیؐ — مجھے اِس دَرد میں بھی لطفِ شفا ملتا ہے

ہوتی ہے موئے مبارک کی زیارت جو نصیب
خواب میں حضرتِ موسیٰ کو عصا ملتا ہے

ہر دم آتی ہے جو دل میں رخِ پرنور کی یاد
لطف اسمیں مجھے ہر روز نیا ملتا ہے

خاک اُس پائے مقدّس کی کہاں ہم کو نصیب
جتنا تقدیر کا اپنی ہے لکھا ملتا ہے

اُس مہِ برجِ شرف سے ہمیں ملنا ہو نصیب
جیسے خورشیدِ منوّر سے سُہا ملتا ہے

نامِ حضرت کے وسیلے سے ہی ہوتی ہے قبول
جب ہمیں موقعِ اظہارِ دعا ملتا ہے

دل سے آنکھوں کو لگائیں ملک و جن و بشر
کب کسی کو ترا نقشِ کفِ پا ملتا ہے

حشر کی گرمی میں اے ظلِّ عطوفت والے
آسرا کس کو ترے در کے سوا ملتا ہے

غزلِ نعتیہ کی ہے جو یہ دربار میں پیش
آج دیکھیں ہمیں انعام میں کیا ملتا ہے

نعتیہ سُن کے یہ اشعار کہیں حشر میں لوگ
اب معلّی کو بھی بخشش کا صلا ملتا ہے

سر کے بل جلدی سے چل سوچ میں بیٹھا کیا ہے
دیر چلنے میں مدینے کے معلّی کیا ہے

سونپ دے کام سب اپنے تو خدا کے اوپر
کارِ دنیا تری تدبیر سے ہوتا کیا ہے

آ نہیں سکتا ہوں تک آپ کی جب تک نہ کشش
دیر بندے کی طلب میں مرے مولا کیا ہے

اجل آنیکو ہے اور پاس نہیں زادِ سفر
نہیں معلوم کہ تقدیر میں لکھا کیا ہے

چلکے دہلیز پہ آقا کی پہنچ جا جلدی
عمرِ دو روزہ کا دنیا میں بھروسا کیا ہے

بہرِ مدفن ملے تھوڑی سی مدینے کی زمیں
اس سوا اور مرے دل کی تمنا کیا ہے

قبر سے اٹھوں تو ہنگامۂ محشر سے کہوں
حضرت آرام میں ہیں شور یہ غوغا کیا ہے

منکرِ قولِ شفاعت سے ہے جی میں پوچھوں
معنیٔ آیت یُعطِیکَ فَترضیٰ کیا ہے

سب کے اخلاق سے افضل ہو نہ کیوں خُلقِ نبی
لعلیٰ خُلقٍ عظیم سے اشارا کیا ہے

فتحِ مقصد کے لئے ذاتِ مبارک ہے کلید
آیتِ انّا فتحنا کا معمّا کیا ہے

مَن رآنی فقد رأی الحق کا ارشاد ہے خاص
آپ کو حق کہیں گر لوگ تو بیجا کیا ہے

عرض کردونگا ہوا میں جو غلاموں میں شریک
اب کسی چیز کی شاہا مجھے پروا کیا ہے

دیکھے نعلین مجھے حشر میں فرمائیں حضور
تیرا مقصودِ دل اب باقی معلّیٰ کیا ہے

رخِ حضرت سے فزوں حسن میں زیبا کیا ہے
سامنے اس کے مہ و مہر کا جلوا کیا ہے

پیشِ حضرت کسی مخلوق کا رتبہ کیا ہے
سامنے جلوۂ خورشید کے ذرّا کیا ہے

محوِ دیدارِ رسولِ عربی کیوں نہ رہوں
اس سے بڑھکر کوئی عالم میں تماشا کیا ہے

آستاں بوسیٔ حضرت سے جو حاصل ہے شرف
کیا کہوں میرا بلندی پہ نصیبا کیا ہے

میرا مدفن ہو مدینہ ہے تمنائے دلی
نہیں معلوم کہ تقدیر میں لکھا کیا ہے

سجدۂ نقشِ قدم سے جو مجھے روکتا ہے
تو نے واعظ شہِ لولاک کو سمجھا کیا ہے

میں بھی یوسف کی خریداری میں ہوتا ہوں شریک
نعت گوئی کا مجھے ورنہ سلیقا کیا ہے

دم نکل جائے مدینے کی تمنا میں میرا
مجھے اس شہر سے بڑھکر کوئی پیارا کیا ہے

اے زنانِ بلدِ مصر قمر سے پوچھو
تم نے یوسف کا مرے حسن ابھی دیکھا کیا ہے

ہو گئے آپ جو اے حضرتِ موسیٰ مدہوش
درجۂ طور کہو عرش سے اونچا کیا ہے

رات دن وردِ زباں ہی جو مرے ذکر درود — اِس سے بڑھکر کوئی بتلائے وظیفہ کیا ہے
ہوں گنہگار نہیں پاس مرے زادِ عمل — ذاتِ حضرت کے سوا مجھکو سہارا کیا ہے
داغِ عشقِ شہ دیں قبر میں دکھلا دونگا — گر ملک پوچھیں کہ تجھ پاس وثیقا کیا ہے

اے معلیٰ اُٹھو جلدی سے مدینے کو چلو
چھوڑ دو چھوڑ دو دنیا کا بکھیڑا کیا ہے

دلِ بستہ گیسوئے رسولِ عربی ہے — جاں شیفتہ موئے رسولِ عربی ہے
ارشادِ خدا ہے لَعَلیٰ خُلُقٍ عظیم — قرآں صفتِ خوئے رسولِ عربی ہے
کہدے یہ کوئی حضرتِ زاہد سے ہمارا — سر سجدہ میں دل سوئے رسولِ عربی ہے
پُوچھے جو کوئی کعبۂ مقصود ہمارا — طاقِ خمِ ابروئے رسولِ عربی ہے
منظور جنھیں ہے وہ ابھی دیکھ لیں جاکر — فردوسِ بریں کوئے رسولِ عربی ہے
رشکِ سہی و غیرتِ سروِ چمن جلد — زیبا قدِ دلجوئے رسولِ عربی ہے
ہو جائیں نہ کیوں نافۂ آہو کے ہرن ہوش — عنبر سے سوا بوئے رسولِ عربی ہے
انوارِ تجلائے خداوندِ جہاں سے — روشن رُخِ نیکوئے رسولِ عربی ہے
جس نور کے پرتو سے ہی سب دہر منور — پُرنور عجب روئے رسولِ عربی ہے
دیدارِ الٰہی سے نہ اک ذرّہ بھی چھپکی — کیا نرگسِ جادوئے رسُولِ عربی ہے
نظارۂ دیدارِ خدائی کیلئے صاف — آئینہ بنا روئے رسولِ عربی ہے
مخلوق میں یہ کس کو ہوا رتبہ میسر — اللہ رضا جوئے رسولِ عربی ہے

رحمت سے تو بخش اپنی معلّی کو الٰہی
اک ادنیٰ ثنا گوئے رسولِ عربی ہے

جب زباں پر مری حضرت کی ثنا آتی ہے
آفریں کی مجھے ہر سُو سے صدا آتی ہے

دُور کر شوق سے آنکھوں میں لگا لیتا ہوں
گرد لیکر جو مدینے کی صبا آتی ہے

مشتعل جب ہے سینے میں مرے آتشِ شوق
نفسِ ٹھنڈ سے بھی گرم ہوا آتی ہے

نام پر اُس شہِ والا کے جو پڑھتا ہوں دُرود
حور لب پر مرے ہونیکو فدا آتی ہے

مضطرب ہوتا ہوں جب ہجرِ مدینہ میں کبھی
پنکھا جھلتی ہوئی جنت کی ہوا آتی ہے

اے مسیحا ترے بیمارِ محبت کے لئے
ہاتھ میں لیکے اجل جامِ شفا آتی ہے

یاد انہارِ مدینہ میں مرے اشکوں سے
ابرِ رحمت کے برسنے کی صدا آتی ہے

دیکھکر کہتے تھے حضرت کو ملک کون ہے یہ
جنکے چہرہ سے نظر شانِ خدا آتی ہے

جوش زن سینے میں ہے بحرِ غمِ عشقِ بتول
بات کرتا ہوں تو رونیکی صدا آتی ہے

آرزو ہے کہ غزل سُن کے یہ فرمائیں حضور
تیرے اشعار میں بھی بوئے وفا آتی ہے

نعتیہ شعر میں پڑھتا ہوں معلّی جس دم
کان میں عرش سے تحسین کی صدا آتی ہے

بندگی جس دم پسند اللہ کو آئی آپ کی
ہو گئی تحتِ حکومت سب خدائی آپ کی

دیکھکر خالق نے شانِ مصطفائی آپ کی
اپنی سب مخلوق پر عزت بڑھائی آپ کی

کیوں نہ ہو شاہا مسلّم رہنمائی آپ کی
راہِ وصلِ حق ہے سب دیکھی دکھائی آپ کی

ہے مطیعِ حکمِ عالی خلقتِ عالم تمام
دیکھکر یہ شوکتِ فرماں روائی آپ کی

کی جو راہِ منزلِ مقصود کی دل نے تلاش
ڈیوڑھی مجکو فرشتوں نے دکھائی آپ کی

ہو کے خوش ارشاد فرمایا علیٰ خُلقٍ عظیم
نیک خصلت حق تعالیٰ کو جو بھائی آپ کی

خانۂ دل کو مرے آباد آکر کیجئے
ہو گئی ویران یہ بستی بسائی آپ کی

ہے نگینِ دل پہ کندہ نامِ والائے حضور
اُلفتِ مُہرِ نبوت کام آئی آپ کی

آفتابِ نورِ والا کیوں نہ ہر ذرّہ میں ہو
جلوہ گر ہر شئی میں ہے جلوہ نمائی آپ کی

آپ کا بندہ سمجھکر ہٹ گئے منکر نکیر
کیا حمایت قبر میں ہو کام آئی آپ کی

ہے خداوندِ جہاں قرآں میں اُنکا مدح خواں
کیا پسند آئے معلّیٰ ژاژ خائی آپ کی

حشر سے ہم کو ڈراتے ہیں یہ تقویٰ والے
المدد اے شہِ یُعْطِیکَ فترضیٰ والے

کر مدد اے شہِ دیں اِنّا فتحنا والے
بیطرح ہم کو ڈراتے ہیں مسیحا والے

بندے ہم بھی تری درگاہ کے ہیں یاد رہے
بھول جانا نہ کہیں ہم کو اے مولا والے

مغفرت خواہ کھڑے ہیں ترے در پر لاکھوں
اے شہنشاہِ عرب یثرب و بطحیٰ والے

اوج پر عرش کے پہنچا قدمِ پاکِ نبی
رہ گئے نیچے سبھی عالمِ بالا والے

ہے ید اللہ سے حاصل یدِ طولا جو تمہیں
کفِ حسرت نہ ملیں کیوں یدِ بیضا والے

آپ نے اُستُنِ حنّانہ کو رتبہ جو دیا
رشک سے سوکھ گئے سدرہ و طوبیٰ والے

قدِ پُر نور کا پرتو نہ بنا سایہ بھی
ہیں کدھر آئیں مقابل قدِ رعنا والے

حسن کا تیرے خریدار جو اللہ بنا
دنگ حیرت میں ہیں یوسفؑ زلیخا والے

رخ روشن کی ضیا سے تو مٹادی جلدی
ظلمت کفر کو اے زلف چلیپا والے

اے **معلیٰ** دکن ہند سے اب جلد چلو
منتظر بیٹھے ہیں سب یثرب و بطحیٰ والے

اے شہ ملک عرب یثرب و بطحیٰ والے
تیرے محتاج شفاعت ہیں یہ دنیا والے

بخشوا لو ہمیں اے اِنَّا فَتَحْنَا والے
قہقہے ہم پہ لگاتے ہیں یہ تقویٰ والے

ہم تو ہیں کعبۂ ابرو کے ترے سجدہ گزار
بازی لیجائیں گے کیا ہم سے کلیسا والے

دین احمدؐ ہی کا سکہ چلے عالم میں تمام
دیں فروشی نہ کریں تا کہیں دنیا والے

آپ ہی کیجئے سرسبز مری کشت امید
اے شہ ختم رسل گنبد خضرا والے

راکب ناقۂ قصویٰ کے ہیں ہم دل سے غلام
نجد کو جائیں جو ہیں ناقۂ لیلےٰ والے

دیکھ لیں صاحب وَاللَّیْل کی زلفوں کا جمال
سامنے آئیں ذرا زلف چلیپا والے

بادۂ عشق نبیؐ سے جو چکھیں یک قطرہ
مست تا حشر رہیں ساغر و مینا والے

دیکھ لیں آکے جو حسن لب اعجاز نبیؐ
زندہ ہوجائیں گے سارے دم عیسیٰ والے

مہدیٔ دین کریں جلد آکے ہدایت سب کو
سوئے کعبہ بھی جھکیں مسجد اقصیٰ والے

ہے تمنا کہ یہ فرمائیں قیامت میں حضور
بخش دو سب کو جو ہیں لوگ **معلیٰ** والے

تن مدینے میں نہ رہنے کے جو قابل ہووے
روضۂ پاک کے زینے پہ پڑا دل ہووے

دست و پا گر نہیں قابل تو سر آنکھوں سے تو چل
طے مدینے کی کسی طرح سے منزل ہووے

ہو گئی دولت دیدار اُسے گویا کہ نصیب
جسکو دیدار نبی خواب میں حاصل ہووے

دست بستہ میں کروں عرض سب احوال دلی
روضۂ پاک جو آنکھوں کے مقابل ہووے

یاد میں خنجر ابروئے شہ دیں کی مدام
کیوں نہ پہلو میں تڑپتا دل بسمل ہووے

قیدئی زلف رسول عربی کہلاؤں
طوق گردن میں ہو پاؤں میں سلاسل ہووے

چشم جادو نگہ شاہ رُسل کا ہوں مریض
مرض دل مرا عیسیٰ سے نہ زائل ہووے

یوسفی حسن کو اک عمر کنوئیں جھنکوائے
کبھی وہ ماہ جو یوسف کے مقابل ہووے

ہیں رسول عربی جب مرے حامی ہر دم
کیوں نہ آسان معلی مری مشکل ہووے

تیری ہر حال میں ای میرے خدا چلتی ہے
بات بندوں کی ترے سامنے کیا چلتی ہے

سانس جب نزع میں بایاد خدا چلتی ہے
فوج ابلیس میں نکبت کی ہوا چلتی ہے

اپنے افعال کا باعث ہے نزول آفات
یعنی اعمال کی شامت سے وبا چلتی ہے

اے مسیحائے زماں حالت بیمار نہ پوچھ
نہ غذا چلتی ہے اُس سے نہ دوا چلتی ہے

مجھے یاد آتی ہے گلزار مدینہ کی بہار
جانب غرب سے جب کوئی ہوا چلتی ہے

دم بدم طاقت بیمار گھٹی جاتی ہے
نبض بھی چلتی ہے تو دھیمی ذرا چلتی ہے

ہے غضب دیدہ و دانستہ بھی اغماض انکا
ہم وفاداروں پہ کیا تیغ جفا چلتی ہے

کر دیا جنبش ابرو نے معلی بسمل

عجب انداز سے یہ تیغِ ادا چلتی ہے

پھر مدینے کو الٰہی میرا جانا ہو جائے / مرنے جینے کا وہیں کاش ٹھکانا ہو جائے
خارِ حسرت کا نہ باقی رہے کھٹکا کوئی / تیرِ مژگاں کا دلِ زار نشانا ہو جائے
جائے سر سے نہ کبھی شورشِ سودائے نبیؐ / لیلیٰ زلف کا مجنوں دلِ دانا ہو جائے
محوِ دیدارِ شہِ دین رہیں آنکھیں میری / حور و غلماں کی طرف سارا زمانا ہو جائے
نکلے دیوانہ پھروں مثلِ اُویسِ قرنی / میرا مشہور زمانے میں فسانا ہو جائے
نامِ حضرت پہ لٹا دوں میں اسی اک پل میں / گر میسر مجھے قاروں کا خزانا ہو جائے
کوئی لیجائے بنا کر مجھے مجرم ہی وہاں / اُن سے ملنے کا کسی طرح بہانا ہو جائے

التجا تجھ سے معلّی کی یہی ہے اے موت
حشر تک اُس کا مدینہ ہی ٹھکانا ہو جائے

اُسی کا سب ظہورا جا بجا ہے / وہی اک قابلِ حمد و ثنا ہے
درِ حضرت پہ جو دل سے فدا ہے / وہ بندہ خاصِ منظورِ خدا ہے
جو دل پر غلبۂ خوف و رجا ہے / نہیں معلوم اُنہیں منظور کیا ہے
مچا رکھی ہے اک عالم میں اندھیر / عجب یہ زلف بھی کالی بلا ہے
کلیجے سے لگا کر ہنس کے بولے / کہو کیا اب تمھارا مدعا ہے
مدینے میں مریں یا ہم دکن میں / نجانے کیا مقدر میں لکھا ہے
کرو اس خانۂ دل کو نہ ویران / تمھاری خاص یہ دولت سرا ہے

کہاں ڈھونڈوں کدھر جاؤں کروں کیا
وہ عنقا کی طرح سے بے پتا ہے

خیالِ سوزِ عشق شعلہ رو نے
جلا کر خاک دل کو کر دیا ہے

ہے اِس کا غم کہ لیکر بار عصیاں
فقط میں ہوں خدا کا سامنا ہے

جو ہذیاں بک رہی ہو اے معلّی
تمہارے بھی جنوں سر پر چڑھا ہے

مدینہ بھی عجب ذی رتبہ و بے مثل بستی ہے
وہاں ہر آن خدائے پاک کی رحمت برستی ہے

نہ فکر مفلسی ہے کچھ نہ خوفِ تنگدستی ہے
جب اُن کے فضل کے بازار میں جنت بھی سستی ہے

ہے کافی رہنما شرعِ نبی سیدھے چلے آؤ
رہِ عشقِ الٰہی میں بلندی ہے نہ پستی ہے

جو آیا ہے فقلنا کُن لہٗ مضمون قرآں میں
بیانِ حالِ وصفِ صنعتِ چالاک دستی ہے

اُس ابرو کے اشارے سب جلالی و جمالی ہیں
یہ تیغِ اصفہانی ہر دو جانب خوب کستی ہے

رہا کرتی ہے جسکی دل میں حسرت باغِ جنت کے
مدینہ کچھ عجب ہی پُر فضا گلزار بستی ہے

یک ابرو کے اشارے سے ہزاروں قتل ہوتے ہیں
عجب شمشیر ہے اک دم میں لاکھوں پر برستی ہے

سمائے دوسرا کیونکر ہماری چشم حق بیں میں
مئے خم خانۂ توحید کی آنکھوں میں مستی ہے

دلیلِ معنیٔ لولاک سے یہ بات ثابت ہے
کہ ذاتِ پاکِ حضرت باعثِ ایجادِ ہستی ہے

اگر دیں ابر سے تشبیہ ہم بخشش کو حضرت کی
تو بجلی خندۂ دنداں نما سے ہم پہ ہنستی ہے

بیانِ فاتّبعونی سے یہ حجت مسلم ہے
کہ طاعت احمدِ مرسل کی عین حق پرستی ہے

نہ ہو کیوں صحبتِ صالح سے حاصل نفع طالب کو
معطر ہوتی ہے وہ شئی جو عطرِ گل میں بستی ہے

وہاں لیجا کے وہ آبِ دمِ شمشیر دیتے ہیں
جہاں جاں عاشقوں کی پانی پانی کو ترستی ہے
علو ہے رتبہ عالی ہمتوں کا خاکساری سے
وہی پلّہ گراں ہوتا ہے جو مائل بہ پستی ہے

وہاں ہم دل جلوں کا اے معلیٰ خاص مسکن ہے
بجائے ابرِ باراں جس جگہ آتش برستی ہے

طاقت نہ اِس زبان میں حمد و ثنا کی ہے
قدرت نہ ذکرِ نعتِ رسولِ خدا کی ہے
دیوار جو محیط یہ ارض و سما کی ہے
کوٹھی مِرے حضور کے دولت سرا کی ہے
کیوں طور پر ہی موسیٰ عمراں فقط ہیں غش
یثرب کے ہر جبل میں تجلّی خدا کی ہے
دوڑے ہوئے مدینے کو جائیں مریضِ جرم
تولید اِس زمین میں خاکِ شفا کی ہے
ملتا ہے رہنے والوں کو فردوس کا مزا
تاثیر یہ مدینے کی آب و ہوا کی ہے
جرمِ گنہ کی رحمتِ عالم سے شرم ہے
حالت ہمارے دل میں عجب خوف و رجا کی ہے
اُڑ کر چلا ہے کس کا مدینے کو خطِ شوق
جانِ حزیں ردیف جو پیکِ صبا کی ہے

جس سرزمین کا عرشِ معلیٰ کو رشک ہے
یہ شان بارگاہِ رسولِ خدا کی ہے

عرشِ بریں پہ جس شہِ دیں کا قیام ہے
اُس شاہِ انبیا کا معلیٰ غلام ہے
تیغِ نگاہ مستعدِ قتلِ عام ہے
زلف اک طرف بچھائے ہوئے اپنا دام ہے
ایثارِ مال و زر میں خیالِ عوام ہے
جاں دینا راہِ عشق میں مردوں کا کام ہے
کچّے جو دل کے لوگ ہیں ہوا اُن سے نفع کیا
دیتا نہیں زباں کو مزا پھل جو خام ہے

خورشیدِ حشر کی ہیں گرمی سی خوف کیا — سر پر ہمارے سایۂ خیر الانام ہے
مرنے سے پیشتر نہ ہو جس زندگی میں موت — ایسی سلامتی کو ہمارا سلام ہے
اُمید ہے کہ حشر کے دن جامِ مغفرت — وہ دیں گے جنکے ہاتھ میں کوثر کا جام ہے
لعلِ لب اور گوہرِ دندانِ یار کا — یاقوت خانہ زاد ہے ہیرا غلام ہے
دینگے وہی جگہ مجھے زیرِ لوائے حمد — محمود جنکا حشر میں اعلےٰ مقام ہے
حرص ایک جان کیلئے کیوں اتنی منعمو — دنیائے دوں میں اپنا دو روزہ قیام ہے
جلد آؤ سر سے چلکے مدینے کو عاصیو — بخشش کا واں کھلا ہوا دربارِ عام ہے

طے ہو یہ راہِ منزلِ مقصود کس طرح
حیرت کا ہر جگہ میں معلّیٰ مقام ہے

جو وصل کی صورت شبِ معراج بنی ہے — حضرت کا بھی کیا مرتبہ اللہ غنی ہے
ارشادِ دمُ "لحمکَ لحمی" سے علیؑ کو — حاصل ہوا نورِ درِ خیبر شکنی ہے
تا دیدہ جو حضرت پہ فدا جاں ہی ہماری — جاری یہ فقط فیضِ اُویس قرنی ہے
کیا کوئی بھلا ہو سکے اُس ذات سے ہمسر — مختار خدائی کا وہ شاہِ مدنی ہے
مومن کے نہ کیوں دل میں ہو حبِ شہِ لولاک — پھیلی جو مشامات میں بوئے سمنی ہے
کیا اُس سے کرے دعوئے آزادگی کوئی — وہ گلشنِ تقدیس کا سروِ چمنی ہے
حُسنِ قدِ بے سایہ پہ کیوں دل نہ فدا ہو — عالم سے نئی آپ کی تصویر بنی ہے
حضرت کی بدولت تنِ تاریک جہاں میں — کس حسن سے اسلام کی تنویر چھنی ہے

ہے عنبر سارا سے فزوں نکہت گیسو ۔۔۔ خوشبو سے خجل نافۂ مشکِ ختنی ہے

بے خوف مدینے کو چلو جلد معلّیٰ
بیجا یہ تمہیں خوفِ غریب الوطنی ہے

آقا جو ہمارا شہِ مکّی مدنی ہے ۔۔۔ ہم پر یہ بڑا فضل خداوندِ غنی ہے
آنکھوں میں بسی صورتِ ماہِ مدنی ہے ۔۔۔ کیا پتلیوں کی شان بھی اللہ غنی ہے
حضرت کو کیا حق نے جو مختارِ شفاعت ۔۔۔ اُمت کی سبھی بگڑی ہوئی بات بنی ہے
اے ہادیٔ دیں منزلِ مقصود دکھا دو ۔۔۔ ابلیس لعیں مستعدِ راہ زنی ہے
کہتے ہیں اشارے سے میرے پنجۂ مژگاں ۔۔۔ اِن آنکھوں میں نقشِ قدمِ پنجتنی ہے
پھیرے جو کوئی منہ قدمِ آلِ نبی سے ۔۔۔ مردود ہے وہ قابلِ گردن زدنی ہے
کیوں چشمِ ملائک نہ ہو اس نور سے روشن ۔۔۔ جسکی جسدِ عرش پہ تنویر چھنی ہے
صاف اُس کمرِ پاک سے ٹپکے کا نکلنا ۔۔۔ کافی یہ دلیل ازپئے نازک بدنی ہے
ہے عشق نبی میں جو ان آنکھوں سے نکلتا ۔۔۔ خونِ جگری مثلِ عقیقِ یمنی ہے
حضرت ہی مجھے بارِ تعلق سے نکالیں ۔۔۔ گردن میں مری طوق یہ ہفتاد منی ہے
بر آئے مدینے میں پہنچکر یہ الٰہی ۔۔۔ دل میں جو تمنائے غریب الوطنی ہے
قربِ قدمِ پاک ہو دل کو مرے حاصل ۔۔۔ ہر چند جُدا مثلِ اویسِ قرنی ہے
جلد اے شہِ دیں دام سے ہو اسکے رہائی ۔۔۔ دلِ میرا اسیرِ غمِ دنیائے دنی ہے
اے رہبرِ دیں مکر سے اب اِس کے بچا لو ۔۔۔ یہ نفسِ شقی مستعدِ راہ زنی ہے

طوبیٰ کو ہے اُس شوخ کے سائے کی تمنا
کرتا ہے مدینے کا سفر رہ کے وطن میں

گلزار رسالت کا جو سرو چمنی ہے
دِل محو خیالاتِ غریب الوطنی ہے

اے شاہ معلیٰ کو گناہوں سے بچالو
خادم یہ حسینی ہے غلام حسنی ہے

صفت ہوائے مدینہ کی جب بیاں کیجے
درود پڑھئے تو آغازِ داستاں کیجے

سُہانا پن وہ مدینے کا کیا بیاں کیجے
جناں کو رکھ کے مقابل میں امتحاں کیجے

حصارِ عرشِ بریں کو شرف ملا جس سے
زمیں پہ اُس کی فدا ساتوں آسماں کیجے

تصور آپ کہاں تک کریں گے حضرتِ دل
نظارا اُس کا ذرا چل کے بھی یہاں کیجے

کسی طرح سے پہونچکر در مدینہ پر
فدائے روضۂ اقدس جسیم و جاں کیجے

حضور زندہ بلالیں مجھے وہ یا پس مرگ
کسی طرح سے مرے دل کو شادماں کیجے

محیط اگرچہ ہے دریائے نعتِ مصطفوی
سفینہ عمر کا اِس بحر میں رواں کیجے

سوار ناقۂ قصوٰی کی پائے بوسی کا
اب انتظار کہاں تک اے سارباں کیجے

جو نعت گوئی سے اے دل گناہ بخشے گئے
ادائے شکر علی الرغمِ دشمناں کیجے

کریگا مشکلیں آساں وہی معلیٰ آپ
خدا سے حالتِ مجبوری سب بیاں کیجے

جہاں میں آج شاہِ انبیا کی آمد آمد ہے
ہمارے پیشوا اور رہنما کی آمد آمد ہے

ہیں محو روشنائی مہر و ماہ و انجم گردوں
ضیائے نور حضرت مصطفیٰ کی آمد آمد ہے

شعاعِ پرتوِ مہرِ رسالت سے ہے دل روشن — فیوضِ جلوۂ نورِ خدا کی آمد آمد ہے

بشارت ہے گنہگارانِ اُمت کو۔ کہ عالم میں — تشفیع المذنبین خیر الوریٰ کی آمد آمد ہے

نہ کیوں قفلِ دلِ عشاق فرحت سے کشادہ ہو — کلیدِ مخزنِ صدق و صفا کی آمد آمد ہے

دلِ مستاں تر و تازہ ہے کیفِ جامِ وحدت سے — سحابِ رحمتِ ربّ العُلےٰ کی آمد آمد ہے

فیوضاتِ شبِ میلادِ حضرت کی تجلّی سے — دلوں پہ آج فیضِ کبریا کی آمد آمد ہے

ادائے جشنِ میلادِ مبارک کیلئے ہر جا — گروہِ ساکنِ ارض و سما کی آمد آمد ہے

نہ کیوں پھولے پھلے فرحت سے نخلِ آرزو اپنا — کہ دنیا میں جنابِ مصطفیٰ کی آمد آمد ہے

نہ کیونکر رشک سے خم گردنِ چرخِ بریں ہوئے — زمیں پر پرتوِ ظلِّ خدا کی آمد آمد ہے

دُرِ مقصود سے کیونکر نہ پُر دامن ہمارا ہو — وہ بحرِ قلزمِ جود و سخا کی آمد آمد ہے

فیوضاتِ شبِ میلاد کے باعث ہر دل میں — مضامینِ کلامِ باصفا کی آمد آمد ہے

عجب پُر نور ہے یہ شب کہ جسکی شادمانی سے — تجلیہائے فیضِ کبریا کی آمد آمد ہے

مٹے کیونکر نہ اس شب میں جہاں سے کفر کی ظلمت — کہ ذاتِ پاکِ احمد مجتبیٰ کی آمد آمد ہے

ادب سے سر جھکا کر سجدۂ شکر اب ادا کیجے
معلّی خواجۂ ہر دو سرا کی آمد آمد ہے

نہ نیکی ہے نہ کچھ زادِ سفر ہے — الٰہی تیری رحمت پر نظر ہے

جو ان روزوں درِ احمد پہ سر ہے — دماغ اپنا معلّی عرش پر ہے

اگر دوزخ گنہگاروں کا گھر ہے — بتا اے رحمتِ حق تو کدھر ہے

تمھاری زلف کے سودے میں دن رات
سراسیمہ پریشاں ہر بشر ہے

نہ پوچھو حالتِ بیمارئ عشق
کبھی تپ ہے کبھی دردِ جگر ہے

نہ ہو حیراں نظر کر دل کے اندر
خدا بیں آئینہ پیشِ نظر ہے

عجب آئینہ دل ہے مصفّا
کہ عاشق جس پہ خود آئینہ گر ہے

معلّائے حزیں جان اور دل سے
غلامِ درگہِ خیر البشر ہے

خوش آئے دل کو نہ کیونکر ہوا مدینے کی
ہے باغِ خُلد سے بڑھکر فضا مدینے کی

ثنا کریں جو رسولِؐ خدا مدینے کی
بُرائی کوئی کرے کیا بھلا مدینے کی

بھلا وہ کیسے ہو جنت کی سیر پر مائل
بچی ہے جسکی نظر میں ادا مدینے کی

خدائے پاک کرے وصف جسکا قرآں میں
میں کس زباں سے کروں پھر ثنا مدینے کی

فرشتے آکے جو کرتے ہیں آستاں بوسی
عجیب شان ہے صلّ علیٰ مدینے کی

پیے جحیم میں جاکر مدام ماءِ حمیم
خوش نہ آئے جسکو نہ آب و ہوا مدینے کی

خدا کے واسطے اے ساکنانِ کوئے نبیؐ
کبھی ہمارے لئے بھی دُعا مدینے کی

خیال اُسکا عزیزو نکل سکے کیونکر
ہمارے سینے میں دل میں ہے جا مدینے کی

نہ ہوگا دخل عدو حشر تک کبھی اُس پر
رکھے گا حق یونہی حرمت خدا مدینے کی

ہیں سوئے خُلد بھلا واعظا چلوں کیونکر
بندھی ہے پاؤں میں میرے حنا مدینے کی

کہو طبیب سے ہو ہم مریضِ عشقِ رسولؐ
ذرا سی چاہئے خاکِ شفا مدینے کی

یہی دعائے معلّیٰ ہے وقتِ آخر میں
نصیب موت ہو مجھ کو خدا مدینے کی

اے دل ہے فکر کیوں تجھے روزِ حساب کی
اُمت میں ہیں جنابِ رسالت مآب کی

ہے نیند میں جو روئے نبیؐ کا مجھے خیال
یوسف سے چل کے پوچھئے تعبیر خواب کی

ہر دم خیالِ گردشِ چشمِ رسولؐ میں
حالت نہ دل کی پوچھئے کچھ اضطراب کی

کوئے نبیؐ کو چھوڑ کے رہتا ہے ہند میں
مٹی خراب ہے دلِ خانہ خراب کی

میری غشی کا شربتِ دیدار ہے علاج
کہدو طبیب سے نہیں حاجت گلاب کی

قاصد فقط سلام مرا جاکے عرض کر
کچھ خط کی آرزو نہ طلب ہے جواب کی

حق ہے کریم اُس کے نبیؐ بھی کریم ہیں
زاہد کو فکر کیوں ہے ثواب و عذاب کی

کیونکر نہ موبمو دلِ عالم اسیر ہو
زلفِ نبیؐ ہے کیا کہوں کس پیچ و تاب کی

بارِ گنہ سے خم ہوں ضعیفی میں یا نبیؐ
حسرت ہی رہ گئی مرے لمبن شباب کی

یارب غلامئ درِ احمدؐ نصیب ہو
جنت کی آرزو ہے نہ خواہش ثواب کی

کحل البصر بناؤں میں آنکھوں کے واسطے
مل جائے پھر جو خاک درِ بوتراب کی

نامِ رسولِ پاک معلّیٰ نہ بھولئے
تسبیح رات دن ہے یہی شیخ و شاب کی

دیکھتے روضۂ پُرنور کو آتے جاتے
بختِ خوابیدہ کو غفلت سے جگاتے جاتے

کبھی اُس روضۂ اقدس پہ تصدق ہوتے
حالِ دل رُو رُو کے حضرت کو سُناتے جاتے

ملتے سنگِ درِ دلبر پہ جبیں کو اپنی — آتشِ شوق کو ہر لحظہ بجھاتے جاتے
آبِ گریہ سے دلِ سوختہ ٹھنڈا کرتے — سرِ شوریدہ کو سجدے میں گراتے جاتے
دُور سے گنبدِ خضرا کا نظارا کرتے — روز و شب حسرتِ دیدار میں آتے جاتے

حرمِ پاک کی جاروب صفائی کے لئے
مژہ چشمِ **معلی** کو بناتے جاتے

یاد جب روضۂ اقدس کا جمال آتا ہے — جلوۂ طور کا آنکھوں میں خیال آتا ہے
جب تصور میں رُخِ پاک پہ کرتا ہوں نظر — مردمِ دیدہ کو بھی لطفِ وصال آتا ہے
یاد جب سینۂ پُر نور کی آتی ہے مجھے — ہر بُنِ مو کو مرے وجد سے حال آتا ہے
عمر فرقت میں مدینے کی کٹی جاتی ہے — بس اسی کا مجھے ہر لحظہ خیال آتا ہے
حسرت و شرم سے ہو جاتا ہوں پانی پانی — یاد جب دل میں مجھے عشقِ بلالؓ آتا ہے
نام لیوا ہوں تمہارا میں فقط اے شہِ دیں — اس سوا کچھ نہ مجھے اور کمال آتا ہے
مصرفِ راہِ مدینہ کے نہ قابل ہو اگر — کام کیا خاک ہمارے زر و مال آتا ہے
شوقِ دیدارِ مدینہ میں چلے جاتے ہیں دن — کب نہ معلوم وہاں جانے کا سال آتا ہے
مرحبا کہتا ہے سُن سُن کے میرے نعتیہ شعر — جب ملک قبر میں از بہر سوال آتا ہے

عشق حضرت کا **معلی** نہیں زائل ہوتا
گرچہ ہر چیز کو دنیا میں زوال آتا ہے

اکسیر سے غرض نہ ہمیں کیمیا ملے — بس ہم کو خاکِ پائے رسولِ خدا ملے

دل میں مرے رہے گی نہ جنت کی آرزو / مجھ کو اگر مدینے میں تھوڑی سی جا ملے
کیوں ہو نہ خواہشات سے عالم کے وہ بری / حق مل گیا اُسے جسے خیر الوریٰ ملے
ہو گا نہ خوف گرمیٔ خورشیدِ حشر سے / سایہ جسے مدینے کی دیوار کا ملے
سمجھونگا اُس کو کحلِ بصر طوطیائے چشم / گر خاکِ کوئے خواجۂ ہر دو سرا ملے
رحمت کا حق کی ہے شبِ میلاد میں ظہور / کیونکر قبولیت سے نہ دستِ دعا ملے
ملنا کسی کو ایسا نہ ہرگز ہوا نصیب / جیسے خدا سے حضرتِ خیر الوریٰ ملے
آوارہ وارِ غم سے گریباں کروں نہ چاک / دامن حضور کا جو بروزِ جزا ملے
حضرت سے جا کے میں بھی خدایا ملوں کبھی / جیسے کسی امیر سے ادنیٰ گدا ملے
شاہِ رسل کے ملنے سے ملتا ہے جب خدا / اِس کے سوا دلا تجھے پھر اور کیا ملے

اللہ سے یہی ہے معلّی مری دعا
کوئی ملے ملے نہ ملے مصطفےٰ سے ملے

اے میاں فاتحِ ابوابِ شفاعت والے / سب طفیلی ہیں ترے جتنے ہیں جنت والے
آپ کے مصحفِ رخ کا نہ ہوا وصف تمام / لکھتے لکھتے تھکے دنیا کے کتابت والے
معجزہ آپ کا لاثانی ہے قرآنِ مجید / لکھ سکے ایک بھی آیت نہ فصاحت والے
آپ کے بندۂ احسان ہیں سارے مومن / آپ کے فیض سے کہلائے سعادت والے
ہو گی اُمت کے گنہگاروں کی بخشش جس دم / منہ ہی تکتے رہیں سب دیدۂ حسرت والے
دم بدم صبحِ قیامت کے ستم سہتے ہیں / کیا تڑپتے ہیں تمھاری شبِ فرقت والے

صدمۂ ہجر میں روتے ہیں معلیٰ دن رات
ایک ہم بھی ہیں مدینے کی محبت والے

ہیں اہلِ دیں تمام اسی پر اڑے ہوئے
رتبے ہیں بعد حق کے ہیں حضرت بڑے ہوئے

قطرے عرق کے جسمِ براقِ حضور پر
ابریشمِ سیہ پہ تھے موتی جڑے ہوئے

ہر وقت حکمِ رب سے پئے انتظامِ کار
در پر ہیں شاہِ دیں کے ملائک کھڑے ہوئے

شوقِ لقائے خاص میں روضے کے ارد گرد
عشاق محوِ دید ہیں لاکھوں پڑے ہوئے

اعدا کی کیا ہوائے حسد سے اکھڑ سکیں
ہیں جنکے افتخار کے جھنڈے گڑے ہوئے

حضرت کے ساتھ فوجِ سماوی بھی جوق جوق
گرچہ زمیں سے آپ روانہ چھڑے ہوئے

میں بھی شریک اُن کا معلیٰ رہوں بحشر
اُٹھیں گے جب بقیع کے مُردے گڑے ہوئے

شاہِ دیں کا جو عیاں رازِ نہانی ہو جائے
منکشف دہر میں ہر سرِّ معانی ہو جائے

یاد آجائے جو انگشتِ مبارک کا اثر
ہر نئے ماہ کی تقویم پُرانی ہو جائے

پڑے گر بر تو اصحابِ شجاعانِ عرب
ناتواں زال کا دل رستمِ ثانی ہو جائے

دم نکل جائے اگر نامِ شہِ دیں لیکر
تختِ تابوت مرا تختِ کیانی ہو جائے

جانبِ شہرِ مدینہ جو سر آنکھوں سے چلو
صورتِ سطحِ زمیں بحر کا پانی ہو جائے

اُڑ کے پہنچوں گا مدینے کو صبا صورتِ برق
اُس شہِ دیں کا جو یک جذبۂ آنی ہو جائے

یادِ ابنائے مدینہ میں جو روؤں دن رات
ابرِ رحمت مرے اِن اشکوں کا پانی ہو جائے

دم نکل جائے مرا خاکِ مدینہ بنکر — مغفرت کیلئے حاصل یہ نشانی ہوجائے
حکم پھر آنیکا جلدی سی ہو عیسیٰؑ پہ صدو — تا عیاں پرتوِ اعجاز بیانی ہوجائے
گر پڑے اسمِ جلالی کا شہِ دیں کے اثر — فانی اک آن میں سب عالمِ فانی ہوجائے
جلد دیدار مبارک ہمیں دکھلائیں حضور — دور رخساروں سے اب برقعِ یمانی ہوجائے
یوسفؑ حسن فدا جن پہ ہو وہ آئیں نظر — تا میسر مجھے پیری میں جوانی ہوجائے
گرو اب طول کلامی نہ تم اے حضرتِ دل — نعت گوئی نہ کہیں مرثیہ خوانی ہوجائے

ہے معلّیٰ بھی غلاموں میں ہمارے ہی شریک
روزِ حشر اتنا ہی ارشادِ زبانی ہوجائے

نوبت نعتِ نبیؐ آئی ہے — اے دل اب وقتِ جبیں سائی ہے
دل اُنہیں زلفوں کا سودائی ہے — اک جہاں جن کا تمنائی ہے
سنگ ریزوں کو پڑھائی تسبیح — فخرِ اعجازِ مسیحائی ہے
مَا رَمَیْتَ کا بیاں سنتے ہی — یدِ بیضا دمِ عیسائی ہے
سجدۂ گنبدِ خضرا کے لئے — خم سرِ گنبدِ مینائی ہے
فقر پر اپنے نہ کیوں فخر کروں — دولتِ دیں مرے ہاتھ آئی ہے
سانس سینے کی جو ہی مشک آگیں — کیا مدینے کی ہوا آئی ہے
ہو کے مشتاقِ رُخِ پاکِ نبیؐ — دیدۂ دل بھی تماشائی ہے
کرتے ہیں مردہ دلوں کو زندہ — آپ پر ختم مسیحائی ہے

حضرتِ حق کو بھی سب عالم میں … آپ کی شکل پسند آئی ہے
دیکھکر سُرمۂ چشمِ مازاغ … چشمِ خورشید بھی پتھرائی ہے
رشکِ چشمِ شہِ دیں سے بے نور … دیدۂ نرگسِ شہلائی ہے

دلِ معلّٰی نہیں قابو میں مرا
یادِ طیبہ کی مجھے آئی ہے

تیرے جھونکوں میں محبت کی جو بو آتی ہے … اے صبا کونسے گلزار سے تو آتی ہے
کیوں نہ حضرت کی ملاحت پہ ہو عالم شیدا … کب مہ و مہر میں یہ طرز نکو آتی ہے
جب کبھی آتا ہے اُس روضۂ اقدس کا خیال … داغِ دل سے گُلِ فردوس کی بُو آتی ہے
خاک اُڑا لاکے وہاں کی مری آنکھوں میں بھی … اے صبا شہر مدینہ سے جو تو آتی ہے
کہدے حضرت سے یہ کوئی کہ مری جانِ حزیں … آبِ کوثر کیلئے لیکے سبو آتی ہے
ہر گھڑی حورِ جناں روضۂ اقدس پہ سے … صدقے ہونیکیلئے کرکے وضو آتی ہے
کیوں نہ اس ذات کا ہو عرشِ معلّٰی پہ دماغ … حضرتِ حق کی ہمیں سی جسے بو آتی ہے
بہے جاتے ہیں مرے لختِ جگر اشکوں سے … جسطرح گھانس کی پتی لبِ جو آتی ہے
باغِ دنیا پہ عبث کیوں ہے دلِ زار فدا … کیا تجھے اسمیں وفا کی کبھی بو آتی ہے

کوئی کیا رتبۂ حضرت کو معلّٰی سمجھے
نظر ان آنکھوں سے کب شانِ علو آتی ہے

حبِّ دنیا کی کوئی زنجیر توڑا چاہئے … رشتۂ الفت فقط حضرت سی جوڑا چاہئے

نعت گوئی میں جو ہر دم یہ ہاں کھلتا نہیں
زور سے اس قفل کی کونجی مروڑا چاہیے

ہجر حضرت میں دل مضطر مرا تھمتا نہیں
بہرِ تسکیں شربتِ دیدار تھوڑا چاہیے

ہے رہِ شہرِ مدینہ ہی صراطِ مستقیم
اے دلِ ناداں اس سی منہ کو موڑا چاہیے

جی میں ہے وحشت مدینہ جا کے دل کے آبلے
نشترِ خارِ مغیلاں سی ہی پھوڑا چاہیے

تا نہ پھیرے منہ رہِ شہرِ مدینہ سے کبھی
میرے اس نفسِ شقی پر ایک کوڑا چاہیے

دیکے غوطے آبِ نہرِ شہرِ یثرب میں دلا
دامنِ تر دامنی اپنا نچوڑا چاہیے

سلسلہ زلفِ نبیؐ کا اے معلّی ہے قوی
ہاتھ سے یہ عروۃ الوثقیٰ نہ چھوڑا چاہیے

فیوضِ مدفنِ سلطانِ دیں سے
اُٹھے ہیں نور کے بُکّے زمیں سے

قیامِ ذاتِ ختم المرسلیں سے
فلک جھک جھک کے ملتا ہے زمیں سے

تمنا ہے مدینے کی زمیں پر
چلیں ہم سر سے آنکھوں سے جبیں سے

دوائے دردِ دل حضرت سی لینے
مسیحا آئیں گے چرخِ بریں سے

مضامیں نعتیہ دل میں بھرے ہیں
نکلتے گنج ہیں جیسے زمیں سے

قریب اپنی رگِ گردن سی ہے یار
ذرا دیکھو نگاہِ دوربیں سے

مزارِ فیض پر چل کر پڑھیں ختم
ہے عرس اُن کا رجب کی تیرھویں سے

درِ حضرت نہ چھوڑو اے معلّی
صدا آتی ہے یہ عرشِ بریں سے

سر کے بل طیبہ کو جانا چاہیئے
جا کے پھر واں سے نہ آنا چاہیئے

روضۂ اقدس کی گر ملجائے خاک
سرمہ آنکھوں میں لگانا چاہیئے

پیشِ شاہِ دیں بصد عجز و نیاز
حالِ دِل اپنا سُنانا چاہیئے

سایۂ دیوار میں گر جا ملے
اپنا بستر واں لگانا چاہیئے

بہرِ آدابِ سلامِ شاہِ دیں
در پہ ہر دم سر جھکانا چاہیئے

غسل کا جالی کے گر ملجائے آب
اُس میں کپڑوں کو بسانا چاہیئے

واں کی گلیوں کے خس و خاشاک کو
اپنی آنکھوں سے اُٹھانا چاہیئے

بہر سجدہ رات دن پیشِ نظر
آستانہ وہ سہانا چاہیئے

اُس گُلِ خوبی کا جلوہ دیکھکر
مثلِ بلبل غُل مچانا چاہیئے

رات دِن اُس لعل لب کے دھیان میں
خون آنکھوں سے بہانا چاہیئے

اے معلّٰی ہے کشش حضرت کی گر
دِل کے سب ارمان بر آنا چاہیئے

خدا سے ڈر نہ کر شکوے کسی کے
بُرے ہوں یا بھلے سب ہیں اُسی کے

جو بچ نکلیں دو عملے سے خودی کے
تو ہم کہلائیں سرتا پا اُسی کے

کسی کو کر رکھیں دنیا میں اپنا
نہیں تو ہو رہیں ہم خود کسی کے

ہماری جان جائے گی کسی دن
یہی پہلو اگر ہیں دل لگی کے

محبت میں رسولِ ہاشمی کی
نکل جائیں گے ارمان سارے جی کے

وہ لذت آشنائے عشق ہوں میں | مزے دُنیا کے سب ہیں مجھکو پھیکے
تو اُن کا ہو کے جب اُن کا نہیں ہے | کریں کیا مرنے والے تیرے جیکے
لبِ جاں بخش نے مارا ہے ہم کو | مزے کیا پوچھتے ہو زندگی کے
ہوا فرشِ زمیں عرشِ معلےٰ | تصدق جائیں نعلینِ نبیؐ کے
ازل سے لیکے جتنے انبیا ہیں | فدائی ہیں رسولِ ہاشمی کے
حیاتِ جاوداں ملتی رہی ہے | ہمیشہ مرنے والوں کو نبیؐ کے
ہماری بس یہی اک آرزو ہے | رہیں دونوں جہاں میں آپ ہی کے

تصور میں ہمیشہ اے معلےٰ
رہیں پھیرے مدینے کی گلی کے

حُبِ محمدیؐ کا جو دل میں خیال ہے | یہ فضلِ ایزدی کرمِ ذوالجلال ہے
ہر چیز جس کے ذکر میں شیریں مقال ہے | اُس کا ادائے وصف زباں سے محال ہے
کیا کوئی دم محبتِ خالص کا بھر سکے | واں دم زدن کی بھی نہ کسی کو مجال ہے
مہ کے جو اک اشارے میں دو ٹکڑے کر دئے | جنبش کا ابروؤں کی یہ ادنیٰ کمال ہے
مدت سے تشنہ لب ترے در پر ہوں ساقیا | دے وہ مئے حرام جو دیں میں حلال ہے
کافی ہے ہم کو خاک درِ حضرتِ رسولؐ | ہے دل میں شوقِ زر نہ تمنائے مال ہے

جس کی تلاش ہم کو معلےٰ تھی مدتوں
موجود اپنے پاس وہ صاحب کمال ہے

خوشی ہے اس لئے بادِ صبا کے آنے کی
خبر لے آتی ہے خیر الورا کے آنے کی

خوشی ہے کوئے نبیؐ سے صبا کے آنے کی
مریض کو ہے تمنا دوا کے آنے کی

ملائکہ کو ہوا حکم حق کہ عالم میں
خبر سنا دیں حبیبِ خدا کے آنے کی

ہیں آسمان پہ صف بستہ مہر و ماہ و نجوم
جہاں میں دھوم ہے اُس مہ لقا کے آنے کی

لئے تماشہ نہ کیوں آئیں خُلد سے حوریں
خبر ہے مالکِ ارض و سما کے آنے کی

جہاں سے ظلمتِ کفر و نفاق کیوں نہ مٹے
خوشی ہے حضرتِ خیر الورا کے آنے کی

ترانے پھرتی ہے گلشن میں آج بادِ بہار
خبر جو لائی ہے اُس دلربا کے آنے کی

سزا کا خوف ہو کیوں عاصیانِ اُمت کو
خوشی ہیں شافعِ روزِ جزا کے آنے کی

ازل سے لیکے ابد تک ظہور ہے جسکا
خوشی ہے اُس شہِ ہر دوسرا کے آنے کی

لگی ہوئی ہے مدینے کی طائرِ دل کو
جو راہ دیکھ رہا ہے صبا کے آنے کی

دلِ معلّیٰ بصد فرطِ شوق پہلو میں
منا رہا ہے خوشی مصطفےٰ کے آنے کی

جہاں میں ہے شبِ میلادِ مصطفےٰ کی خوشی
ہے جشنِ مولدِ سلطانِ انبیا کی خوشی

نہ چھوڑ جلسۂ میلادِ شاہِ دیں کو دلا
کہ اِس خوشی کے منانے میں ہے خدا کی خوشی

کہیں ہے بزمِ سماع اور کہیں ہے مجلسِ ذکر
عجیب لطف دکھاتی ہے جابجا کی خوشی

ہے کوئی محوِ تجلی ہے کوئی نغمہ سرا
کہ دیکھنے کے ہے قابل سب انبیا کی خوشی

نتیجہ اِس کا ہمیشہ خوشی دکھائے گا
ہے عاشقوں کے دلوں میں جو انتہا کی خوشی

ہو صبحِ عید سے بڑھ کر نہ کیوں شبِ میلاد
ہے آج آمدِ سردارِ دوسرا کی خوشی

تھی ذکریا کو خوشی چند روز یحییٰ کی
ولادتِ شہِ دیں ہو گئی سدا کی خوشی

ازل سے ہے شبِ میلادِ مصطفےٰ کا خیال
ہے ابتدا اسی مرے دل میں انتہا کی خوشی

معلّیٰ فرطِ مسرت سے دل اُچھلتا ہے
نہ پوچھو ہے مجھے اسوقت کس بلا کی خوشی

جب خیالِ رخِ محبوبِ خدا آتا ہے
مردمِ دیدہ کو اک خاص مزا آتا ہے

جانبِ شہرِ مدینہ سے جب آتی ہے صبا
ہوش بیمارِ محبت کو ذرا آتا ہے

عرش پر جاکے جو اک آن میں واپس آئے
کون اِس راہ سے حضرت کے سوا آتا ہے

ہوئی ہے شہرِ مدینہ میں اُسی کو صحت
دل میں جو لیکے تمنائے شفا آتا ہے

دیکھکر چرخ پہ حضرت کو یہ عیسیٰ نے کہا
کونسا آج یہ خورشید لقا آتا ہے

دم بدم یاد جو آتی ہے نبی کی صورت
نزع میں ہچکیوں کا دل کو مزا آتا ہے

غیر محدود ہے وصفِ شہِ دیں ہی یہ دلیل
دل میں ہر لحظہ جو مضمون نیا آتا ہے

چل معلّیٰ ہے مدینہ ہی شفا خانۂ دل
جو وہاں جاتا ہے وہ لیکے شفا آتا ہے

کس گلِ خوبی کی بو پائی ہے
ہر کلی محوِ خود آرائی ہے

ابرِ رحمت کی گھٹا چھائی ہے
آج میخوار و نہیں بن آئی ہے

ساقیا دے مجھے وہ جامِ شراب
جو شریعت میں حلال آئی ہے

وہ مئے صاف کہ جسکی میں نے — خاص قرآں سے خبر پائی ہے
دے وہ مے جسکو یدِ قدرت سے — عاشقوں کیلئے کھچوائی ہے
مئے وہ انجیرِ جناں سی ہو کھچی — جسکی خالق نے قسم کھائی ہے
جس کے خواہاں تھے جنید و شبلی — ہر ولی اُس کا ہی شیدائی ہے
وہ مئے صاف جسے پینے سے — بھائی منصور کو رسوائی ہے
مئے میخانۂ وحدت جس کا — خُم بنا گنبدِ مینائی ہے
تا ابد نشّہ کی مستی کا سرور — جس کی کیفیت بالائی ہے
اُس کا پا کر اثرِ کیفِ خُمار — چشمِ مضطر میری تھرائی ہے
کیفیت دل کی نہ میرے کم ہو — وہی مئے دے جو مجھے بھائی ہے
یعنی دے۔ جامِ مئے حُبِّ نبیؐ — تجھکو خوب اُسکی شناسائی ہے
وہ نبیؐ جس کا نہیں کوئی نظیر — ختم جسکے لئے زیبائی ہے
ساری مخلوق کا سردار ہے وہ — جس کو حاصل شرف آبائی ہے
ان کے قامت کا نہ ہونا سایہ — یہی اک حجتِ یکتائی ہے
نور ہر ذرّہ سے اس کا ہی عیاں — گرچہ وہ مہر نہ ہر جائی ہے
دیکھ لے اسمیں تجھے گر شک ہو — خلق من نوری حدیث آئی ہے

تم مدینے کے ہی دیوانے رہو
اے معلیٰ یہی دانائی ہے

خدا کی یاد میں باہم چلے چلو تو سہی
نہ بیش ہو تو فقط کم چلے چلو تو سہی

اگرچہ سخت ہے منزل کڑی مگر یارو
قدم اُٹھاؤ بلا غم چلے چلو تو سہی

وہ کہہ رہا ہے بارشاد جاہِدُوا فِیہ
بتاہی دیں گے تمہیں ہم چلے چلو تو سہی

اِذَا نَسِیْتَ فاذکر اسی کا ہے ارشاد
جب آئے یاد اُسی دم چلے چلو تو سہی

معلّی دیکھو سلامت روی اسی میں ہے
نبی کے دھیان میں ہر دم چلے چلو تو سہی

مری آنکھوں میں دل میں سر میں جائے غوثِ اعظم ہے
مرا سینہ ہے یا دولت سرائے غوثِ اعظم ہے

ولائے حضرتِ خالق ولائے غوثِ اعظم ہے
رضا اللہ کی عینِ رضائے غوثِ اعظم ہے

بکرم تر عجب شانِ علائے غوثِ اعظم ہے
رقابِ اولیا پر نقش پائے غوثِ اعظم ہے

شمیمِ نکہتِ فرقِ نبی سے باغِ عالم میں
مہکتی ہر طرف بوئے وفائے غوثِ اعظم ہے

عطا کرتی ہے ہر دم نورِ حق چشمِ بصیرت کو
عجب کحل الجواہر خاکِ پائے غوثِ اعظم ہے

وہی دانائے رازِ عالمِ سرِّ الٰہی ہے
دلِ دیوانہ جسکا مبتلائے غوثِ اعظم ہے

تجلی ہو کر ہے خورشید بھی ظلمت میں پوشیدہ
وہ روشن پرتوِ نورِ ضیائے غوثِ اعظم ہے

ہیں سب عاشق خدا کے اور یہ معشوقِ الٰہی ہیں
ولی کون اس مراتب کا سوائے غوثِ اعظم ہے

بروں حدِّ بیاں ہے شان محبوبِ خدا کی ہے
زباں کب قابلِ حمد و ثنائے غوثِ اعظم ہے

مجھے دیدار اُن کا ہو نصیب اے خالقِ عالم
نگاہِ دیدۂ مشتاق لقائے غوثِ اعظم ہے

وہی برحق ولی ہیں شک نہیں انکی ولایت میں

معلّی گردنوں پر جنکی پائے غوثِ اعظم ہے

کیا شانِ آستانۂ ذیشانِ غوث ہے
چرخِ بریں بھی زینۂ ایوانِ غوث ہے

خوفِ گنہ سے چاک گریباں ہے کس لئے
دستِ طلب میں گوشۂ دامانِ غوث ہے

دیکھو تم آکے جانبِ بغداد طالبو
مفتوح خوانِ نعمتِ احسانِ غوث ہے

سارے مطیعِ حکم ہیں جن و ملک پری
چرخِ بریں بھی تابعِ فرمانِ غوث ہے

گردشِ اولیاء پہ قدم ہو تو کیا عجب
بڑھکر ملک سے رتبۂ دربانِ غوث ہے

مقبول وہ معلّی رسولِ خدا کے ہیں
کب میرا وصف لائق وثنایانِ غوث ہے

کیا شور و غل الٰہی یہ کون و مکاں میں ہے
کس کی خوشی کا شہرہ زمیں آسماں میں ہے

مصروف اہتمام ہیں ہر سو ملائکہ
چرچا یہ کس نوید کا حورِ جناں میں ہے

آنکھیں کئے ہوئے ہیں ستارے جو فرشِ رہ
کس رشکِ آفتاب کی آمد جہاں میں ہے

ہیں کسکی پیشوائی پہ مامور انبیاء
کس کے ظہورِ نور کا غل قدسیاں میں ہے

مشعل فروزِ دہر بنے ہیں جو مہر و ماہ
یہ ٹھاٹ روشنائی کا کیوں آسماں میں ہے

شہرت ہے کسکے آنکی عالم میں مشتہر
جوشِ خوشی جو آج دلِ انس و جاں میں ہے

کہرام کیوں یہ فوجِ شیاطیں میں ہے مچا
ابلیس آج خاک بسر کیوں جہاں میں ہے

کس کیلئے درود کا ہے ورد ہر طرف
صلِّ علیٰ کا ذکر یہ کیوں ہر زباں میں ہے

نرگس کی ہے کھلی ہوئی کیوں چشمِ انتظار
ہر مرغ پر بچھائے ہوئے آشیاں میں ہے

تعظیم کیلئے ہے کھڑا سروِ راست قد
کو کو کا شور قمریوں کے کیوں داں میں ہے

سنبل ہی بال کھولے ہوئے کس کے جوگ میں
کس زلفِ عنبریں کا اثر گلستاں میں ہے

حیرت یہ میری دیکھ کے ہاتف نے کی ندا
ناداں ہی کس خیال میں تو کس گماں میں ہے

میلادِ شاہِ ہر دوسرا کا ہے آج دن
شادی کا اُس کی جشن یہ ہر دو جہاں میں ہے

محبوبِ خاص ہی وہ خدائے کریم کا
مطلع یہ نعتیہ بھی اُسی شہ کی شاں میں ہے

مطلع

شاہِ رُسل کا شہرۂ آمد جہاں میں ہے
بے مثل و بےنظیر جو کون و مکاں میں ہے

ظاہر میں گرچہ احمدِ بے میم ہے لقب
کیا جانے کوئی کون سی سرِّ نہاں میں ہے

دیتی خبر ہے اور ہی کچھ شانِ مارمیت
ہر چند وہ بصورتِ انساں جہاں میں ہے

مضمون جس کی مدحتِ خُلقِ عظیم کا
آیا کلامِ پاک خدائے جہاں میں ہے

اللہ کے حبیب کا کیا وصف کر سکیں
طاقت کہاں ہمارے دلِ ناتواں میں ہے

حضرت کے روئے پاک سے تشبیہ کیسے دیں
خوبی کہاں یہ صورتِ شمسِ جہاں میں ہے

خلاق نے جو اُمتِ حضرت ہمیں کیا
تابِ ادائے شکر کہاں اس زباں میں ہے

شانِ احد کا آئینہ ہے حسنِ احمدی
انساں حجابِ میم کے باعث گماں میں ہے

مانگو جو مانگنا ہو معلّے بصد خلوص
اک خاص درد آج دلِ نیم جاں میں ہے

تضمین بر قصیدۂ حضرت قدسی علیہ الرحمہ

اسمِ اعظم ہو تم اللہ کے اے خاص نبی
گر کہوں مظہرِ حق تم کو نہیں بے ادبی
شانِ حمد آپ کے ہی نامِ مبارک میں دبی
مرحبا سیّد مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

حکم بندوں پہ جو کرنا ہوا حق کو منظور
تا سمجھ لیں کہ نہیں تجھ سے جدا ربِّ غفور
خود ہوا گویا زباں سے تری اے مظہرِ نور
ذاتِ پاکِ تو کہ در ملکِ عرب کرد ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

آپ کے کوچے کا سگ کب ہے سگِ کہف سے کم
رہتی ہے اس کی ندامت مرے دل میں ہر دم
کہاں حاصل یہ فضیلت مجھے اے شاہِ اُمم
نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بسگِ کوئے تو شد بے ادبی

اَنَا بَشَر کے بھی ارشاد سے ثابت یہ ہوا
اِس لئے حضرتِ قدسی نے معمے میں کہا
کہ حضور آئے ہیں سب روپ بدلکر اپنا
نسبتِ نیست بذاتِ تو بنی آدم را
زانکہ از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی

فیض بخشی کے بھرے آپ میں سارے ہیں صفات
کیجئے رحم غریبوں پہ کچھ اے مظہرِ ذات
سب کو ہے آپ کی ہی ذات سے اُمیدِ نجات
ماہمہ تشنہ لبانیم توئی آبِ حیات

لطف فرما کہ زحد میگزرد تشنہ لبی

کر کے طے مکے سے تا بیتِ مقدس دشت
کیوں نثار آپ پہ حوریں ہیں نور کے طشت
فرش سے عرش تلک آن میں کی آپ نے گشت
شبِ معراج عروج تو ز افلاک گزشت

بمقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

فلک چارمی پر ہی رہے عیسیٰ غمناک
پر کسی کو نہ ملا نبیوں میں یہ رتبہ پاک
طور تک پہنچکے موسیٰ بھی رہے چھانتے خاک
شبِ معراج عروج تو گزشت از افلاک

بمقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

جرم و عصیاں کے سبب سے اے شہِ مطلبی
کہہ نہیں سکتا ہے کچھ حالِ غمِ نیم شبی
ہے اسیر الم و درد معلائے غبی
سیّدی انت حبیبی و طبیب قلبی

آمدہ ہمرہِ قدسی پئے درماں طلبی

ساقی نامہ

ساقی دے جامِ بادۂ عشقِ محمدی
سر میں ہو ایسی مستیٔ سرشار بیخودی
کم ہو نہ دل سے کیفیتِ کیفِ سرمدی
مستانہ طرز دل کی ہو ہر آن جدّی جدّی

اس نشۂ خمار میں سرمست میں رہوں
زنجیر موج مے کا ہی پابست میں رہوں

وہ مے دے جسکے مست تھے صدیقِؓ نور بار — وہ مے تھا جس کا حضرتِ فاروقؓ کو خمار
وہ مے تھی جسکی کیف میں عثمانِؓ نامدار — مخمور جس کے شوق میں تھی شاہِ ذوالفقار

جس سے حسنؓ کو زہر میں حاصل مزا ہوا
اور حضرتِ حسین نے جامِ اجل پیا

وہ مے خمیر جس کا شراب طہور ہے — بھٹی کی جس کے آگ کا اک شعلہ طور ہے
دل جسکی گرمجوشی سے موسیٰؑ کا چور ہے — ہر رنگ ہر صفت میں اُسی کا ظہور ہے

وہ مے جو آفتاب کی چھلنی میں ہو چھنی
انگورِ زخمِ شقِ قمر سے وہ ہو بنی

وہ مے ہو پینا جس کا شریعت میں بھی حلال — ہو تیز پیروں کی طریقت میں دھیمی چال
حاصل ہو اُس سے معرفتِ حسنِ ذوالجلال — کھلجائے جان و دل پہ حقیقت کا ہر کمال

حاصل مدام عالمِ قدسی کی سیر ہو
انجام کار بادہ پرستاں بخیر ہو

ہر قطرہ اُس کا جوشِ محبت میں ہو بھرا — بانگِ الست قلقلِ مینا کی ہو صدا
دے اس کا نشہ رنج و بلا میں بھی خوش مزا — ساغر ہو اس کا غیرتِ جامِ جہاں نما

دل میرا اُس کے پیتے ہی مستی میں چور ہو
رگ رگ میں جلوہ گر مرے حضرت کا نور ہو

پیش نظر ہو ابر کی گھنگور وہ گھٹا — سایہ فگن جو تھا سرِ حضرت پہ دائما

حورجناں کو رشک ہو اُسکے خمار کا ۔۔۔ وہ دور ہو کہ ٹوٹے نہ پھر اُس کا سلسلا

حاصل ہو کیف مستیٔ عشقِ بلالؓ کی
طرزِ اویسؓ ادا ہو مری مست چال کی

مجھ میں یہ اُس کے نشّہ سے حالت پدید ہو ۔۔۔ حاصل مذاق کیفیتِ بایزید ہو
دِل محوِ نحن اقرب حبل الورید ہو ۔۔۔ ہر شب شب برات ہو ہر روز عید ہو

منصور خُم کے خُم مجھے بادہ مدام دیں
ہر لحظہ دورِ جام نیا صبح و شام دیں

وہ مے ہو فیضِ حضرت محبوب سے بھری ۔۔۔ پی جاؤں دستِ پیر سے اپنے ذری ذری
آجائے اُس کے نشّہ سے ہر عضو میں تری ۔۔۔ بوتل نہ دِل کی خالی بغل میں ہو دھری

ہُو ہُو کا شور میری زباں سے بلند ہو
ہر لحظہ دم بدم مری مستی دوچند ہو

ہو اُس میں ذوقِ خواجۂ اجمیر بھی ملا ۔۔۔ شامل ہو شوق حضرتِ اوشی کا بھی ہرا
اور شورِ دل شریک ہو بابا فرید کا ۔۔۔ اور جوشِ عشقِ صابرِ مخدوم ہو بھرا

ایسا غلامِ خاص (معلّیٰ) کو جام دے
ساقی مرے خدا تجھے عالی مقام دے

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی کرامت

مشتہر ہیں جو کراماتِ شہِ جیلانی | اولیاء میں نہیں جنکا کوئی ہمسر ثانی
ہے روایت یہ عیاں شیخ علی ہیتی سے | اپنے مکتوب میں ملفوظ وہ یوں فرمائے
یعنی یک روز وہ محبوب خدائے اکبر | واسطے وعظ کے تھے زیب فزائے منبر
مجلس وعظ میں اک تاجرِ خوش اعتقاد | بیٹھے سنتا تھا بدل وعظ و نصیحت ارشاد
دردِ معدہ نے کیا یک بیک اسکو بیدم | صورتِ نزع تھی وہ درد نہ تھا موت سے کم
درد سہنے کی نہ تھی تاب اُسے کچھ مطلق | مارے بیتابی کے بیخود تھا وہ اور رنگ تھا فق
موت کے آنیکو صحت سے فزوں جانتا تھا | ملک الموت کے آنے کو شگون مانتا تھا
کہتا تھا بار خدایا میں بھی یہ کس رنج میں ہوں | کب تلک درد و مصیبت کی مشقت کو سہوں
نہیں معلوم الٰہی کہ ہو کیا میرا حال | ایک دم کیلئے جینا جو ہو اُسکو محال
درد پر طرہ مصیبت یہ مصیبت یہ ہوئی | یعنی لاحق اُسے حاجت کی ضرورت بھی ہوئی
اس مصیبت پہ زیادہ یہ ہوا اور غضب | باختہ ہوگئی ہوش و حواس اُسکے سب
رفع حاجت کیلئے اُٹھ کے نہ جا سکتا تھا | حال دل کا نہ کسیکو بھی سنا سکتا تھا
دل میں کہتا تھا الٰہی میں عجب درد میں ہوں | کب تک آخر الم و رنج و مصیبت یہ سہوں

استقدر حال ہوا اس کا جو بیحد مجبور
اپنی بیتابی کی حالت میں تھا از بس معذور

الغرض ہو کے وہ لاچار بصد عجز و نیاز
استعانت کا شہ دیں کی ہوا وہ دمساز

دلیں کہنے لگا یا غوثؓ مدد کی جا ہے
یہ غلام آپکا مہمان کوئی دم کا ہے

رحم گر آپ نہ کیجیے مری بیتابی پر
نکل آئیگی ابھی تن سے یہ جان مضطر

اتنے میں وہ شہ محبوب خدائے عالم
حال بیتابی سے واقف ہوئے اس کے یکدم

بس وہیں چھوڑ کے منبر کے وہ زینے پر سے
تاجر خستہ کی امداد کو جسدم اُترے

حال اُسوقت کا فرماتے ہیں یوں شیخ علی
رمز پوشیدہ سے اس بھید کے واقف بھی وہی

یعنی جسوقت وہ محبوب خدائے اکبر
زینہ زینہ جو قدم رکھتے تھے زیر منبر

وہیں تاثیر کرامت سے برب معبود
ہوئی تصویر شہ پاک کی منبر پہ نمود

وعظ کرتی تھی وہ تصویر بدستور بیاں
محفل وعظ میں تا ہو نہ خلل کوئی عیاں

مجلس وعظ میں جمع لوگ کہ حاضر تھے وہاں
نہ کسی طرح کا ہمتا کے بیاں پر تھا گماں

یقیں اس بات کا تھا سب کو کہ شاہ والا
وعظ کہتے ہوئے منبر پہ ہیں رونق افزا

اور ادھر تاجر مضطر کے قریں جا کے حضور
ہوئے مصروف بدلجوئی حال رنجور

آستیں اپنی وہاں سر پہ جو اُسکے رکھدی
مضطرابی جو تھی تاجر کو وہ سب جاتی رہی

کھول کر آنکھ غشی سے جو وہ دیکھا یکبار
اُس پہ کچھ اور ہی حالت ہوئی اسدم اظہار

یعنی وہ حال تو ہے وعظ کی مجلس وہ نہیں
ہے نگاہوں میں جدھر دیکھو اُدھر دشت و زمیں

مرغزار ایک نمودار ہے زیر کہسار
نہر اک جاری ہے اور گرد ہیں اسکے اشجار

آدمی زاد سے جب دشت وہ خالی پایا
بے تکلف وہ جواں پھر سوئے اشجار آیا

رفعِ حاجت سے جو کی اُس نے فراغت حاصل
ہو گیا دل سے وہیں درد و الم سب زائل

پھر لبِ نہر پہ وہ مرد بعزّ و تمکیں
آبدست اور وضو سے ہوا فارغ بھی وہیں

لیکن اک جھاڑ پہ تاجر نے بوجہِ عجلت
جھبلہ کونجی کا رکھا تھا دمِ رفعِ حاجت

کونجیوں کو وہیں اُس شاخِ شجر پہ بھولا
قدرتِ حق سے کھلا اور ہی کچھ گل اُس جا

یعنی اس مرشدِ عالم شہِ دیں پرور نے
آستیں اپنی اٹھائی جو سرِ تاجر سے

اب جو تاجر نے نظر کی تو نہ تھا وہ صحرا
محفلِ وعظ وہی اور وہی چرچا تھا

اضطرابی بھی نہ تھی اور نہ تھا دردِ شکم
تھی بحال اُسکی طبیعت نہ تھا کچھ رنج و الم

دیکھکر حال وہ یہ اپنا بہت شاداں تھا
چاہتا تھا کرے اُس شہ پہ دل و جاں قرباں

لیک حضرت نے بتاکید کیا تھا ارشاد
زندگی تک نہ کھلے راز یہ اے نیک نہاد

وعظ کے بعد وہ جسوقت مکاں میں آیا
کونجیوں کا وہ خزانے کی جھبلہ پایا

کچھ دنوں بعد خیال اُس کو سفر کا جو ہوا
گھر سے فوراً وہ تجارت کی غرض سے نکلا

شہر سے اپنے گیا دور جو چودہ منزل
ہوا اک دشتِ طرحدار میں جاکر داخل

ہو کے حیرت زدہ کرنے لگا ہر سمت نظر
ہے وہی شہر وہی دشت وہی شاخِ شجر

کونجیوں کا اُسے یکدم جو خیال آیا وہاں
دیکھتا کیا ہے کہ جھبلہ بھی لٹکتا ہے عیاں

کونجیاں لیکے شجر سے بہ تعجب اُس دم
شہرِ مقصود کو راہی ہوا با جاہ و حشم

گم شدہ کونجیاں کیا ہاتھ لگیں اسکو وہاں
حسنِ نیت سے ہوا رازِ نہاں اُسپہ عیاں

حال باطن کا سراسر ہوا مشہود اُسے
ملگئی گویا کلیدِ درِ مقصود اُسے

بخدا دہر میں کتنا ہی تھا وہ خوش قسمت
جس نے پائی شہِ والا کی وہ بزمِ صحبت

حیف ہم بھی اگر اسوقت پہ حاضر رہتے
حال بیتابی کا اپنی شہِ دیں سے کہتے

کس قدر خستہ و غمگیں دلِ ناشاد ہیں ہم
قیدیٔ نفس ہیں کیسے کہیں آزاد ہیں ہم

حرصِ دنیا میں عبث عمر بسر کرتے ہیں
ایسے جینے پہ پھر افسوس کہ ہم مرتے ہیں

التجا ہے ترے محبوب کا صدقہ یارب
غوثِ اعظم شہِ مرغوب کا صدقہ یارب

حیدرآباد دکن سے ہمیں جانا ہو نصیب
جا کے بغداد سے تا مرگ نہ آنا ہو نصیب

چل سکے نزع میں تا ہم پہ نہ مکرِ شیطان
اور ہو جائیں سبکدوشِ زبارِ عصیاں

ہے تمنائے معلی یہی تجھ سے ہردم
سر ہمارا ہو اور اُس شاہِ مکرم کا قدم

STATE CENTRAL LIBRARY HYDERABAD

اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً وَّاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا

مجموعۂ کلام عشقیہ اردو الحاجات مصنفۂ حضرت مولانا مولوی ابو محمد محمد صدیق مظفر الدین معلّی علیہ الرحمۃ حیدرآبادی سابق ... سرکار عالی

(۱) غزلیات عشقیہ (۲) مخمس و مسدس (۳) قصائد مدحیہ (۴) قطعات تواریخ

(۵) متفرق غزلیات و اشعار (۶) مناجات بدرگاہ رب الحاجات

موسوم بہ

ریاض معلّی

حصہ دوم

مرتبۂ خاکسار محمد ریاض الدین علی ریاض حیدرآبادی عفی عنہ

صیغہ دار صدارت العالیہ سرکار عالی فرزند حضرت مصنف

مطبوعہ عماد پریس واقع چھتہ بازار حیدرآباد دکن

LIBRARY HYDERABAD A.P.

بار اول ۵۰۰ طبع ہوئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہے وردِ مہر و ماہ و لیل و نہار کا
ہر ذرّہ سے ہے نورِ عیاں حُسنِ یار کا

دنیا ہلانے والے کی ہستی کی ہے خبر
تحریکِ دم بھی سینے میں کھٹکا ہے تار کا

سیماب وار پہلو میں ہے سوزِ عشق سے
کیا پوچھتے ہو حالِ دلِ بیقرار کا

ہیں اختیارِ یار میں عالم کے سارے کام
کیسے گلہ کریں ستمِ روزگار کا

وحشت پھرا رہی ہے جو مژگاں کی یاد میں
ملتا ہے آبلوں کو مزا نوکِ خار کا

اے عندلیبِ دل ہیں یہ بیکار چہچہے
موسم تو سب گزر چکا فصلِ بہار کا

غفلت کی عمر بھر جو ہم اندھیر میں رہے
آیا نہ کام رونا بھی شبہائے تار کا

آ اے مسیح جلد کہ موت آگئی قریب
باقی رہا نہ وقت بھی کچھ انتظار کا

ستّر برس گزارے معلّی جو لہو میں
کچھ بھی ہے خوف آپ کو روزِ شمار کا

ہر یک شعر کو اپنا خریدار کر دیا
سارے جہاں کو مصر کا بازار کر دیا

اُس بت کو جان و مال کا مختار کر دیا
ایماں بھی ہم نے گو ہر جاں ہار کر دیا

واعظ ترے مٹائے سے مٹتا نہیں کبھی
کرنا جو تھا قضا نے وہ یکبار کر دیا

یادِ رخِ بتاں میں دلِ داغدار نے
سینے کو میرے غیرتِ گلزار کر دیا

دفعِ نگاہِ بد کے لئے شاہِ حسن پر
صدقے ہیں ہم نے طائرِ جاں وار کر دیا

شاہِ رسل کے شہرۂ حسنِ ملیح نے
یوسف کا سرِ مصر میں بازار کر دیا

اے شاہ مجھکو مکر سے اِس کے بچائیے
نفسِ پلید نے مجھے بیکار کر دیا

فیضِ جنابِ فیض نے بعدِ وفات بھی
ملکِ دکن کو معدنِ اشعار کر دیا

جب تم نے کچھ جنابِ معلیٰ نہ قدر کی
ہم نے بھی بند دفترِ اشعار کر دیا

وہ بت جو پہلو سے اُٹھکر مرے روانہ ہوا
تڑپ کے مرغِ دلِ زار بے ٹھکانہ ہوا

فقط حرام نہ خواب و خور آب و دانہ ہوا
تمھارے ہجر میں ہم کو نصیب کیا نہ ہوا

خمارِ عشق کی سر میں جو چھا گئی مستی
ہمارا کعبۂ دل بھی شراب خانہ ہوا

خفا زمانے سے ہی یہ سمندِ فکر عبث
خطا ہے چوب نہ کچھ جرمِ تازیانہ ہوا

تمھارے عشق نے بدنام کر دیا ہم کو
ذرا سی بات کا عالم میں اک فسانہ ہوا

جتائیں دوستی پہلے کی اُن سے کیا اے دل
کہاں ہے یاد کہ مدت ہوئی زمانہ ہوا

ہزاروں بادِ خزاں نے چمن کئے برباد
فقط خراب نہ میرا ہی آشیانہ ہوا

دکھایا اُس خطِ عارض نے کچھ نہ جلوۂ حسن
کبھی یہ سبزۂ بیگانہ آشنا نہ ہوا

ہو جمعِ مال سے منعم کو فائدہ کیونکر
نہاں زمین میں قارون مع خزانہ ہوا

بقدرِ حوصلہ تقدیر سے ملا سب کچھ — خدا کے پاس سے جو کچھ ہوا برا نہ ہوا
دمِ اخیر اک ایمان رہے تو کافی ہے — طریقۂ فیض کا جاری ہوا ہوا نہ ہوا

درِ نبیؐ سے معلیٰ نہ ہم کبھی سرکے
ہمارا تکیہ سرِ سنگِ آستانہ ہوا

مائل نہ ہوا وہ بتِ گلفام ہمارا — محروم رہا یہ دلِ ناکام ہمارا
رہتے ہیں لگے زلف و رخِ یار کی دھن میں — ہے کام یہی صبح سے تا شام ہمارا
ہم نے کیا کچھ بھی عمل خیر نہ آغاز — معلوم نہیں کیا ہو سر انجام ہمارا
پڑھتے رہے تا عمر فقط کلمہ بتوں کا — چھوٹا ہو یہ کیوں دعوئ اسلام ہمارا
دیدارِ رخِ پاک کی امید میں ہر دم — رہتا ہے لگا دیدہ سرِ بام ہمارا
گر لطف کی فرمائیں گے اک ادنیٰ نظر آپ — بن جائیگا یک آن میں سب کام ہمارا

یہ کام فقط ہے دلِ دیدار طلب کا
بدنام معلیٰ جو ہوا نام ہمارا

کبھی ہم کو بھی میسر جو وصالِ یار ہوتا — نہ تڑپ یہ دل کی ہوتی نہ یہ اضطرار ہوتا
کبھی دامِ زلفِ بت میں نہ اسیر ہونے دیتے — جو ذرا بھی اپنے دل پر ہمیں اختیار ہوتا
ہزار شکر ہر دم کئی لاکھ سجدے کرتے — جو وصالِ یار حاصل ہمیں ایکبار ہوتا
تری تیغِ ناز اک دم جو گلے کبھی لگاتی — تو فدا ہزار جاں سے ترا جاں نثار ہوتا
ترے ہجر میں جو ہوتا کبھی آبِ اشک جاری — تو اسی سے تازہ باغِ دلِ داغدار ہوتا

وہ کبھی تو آ کے ملتے مرے گھر میں اے معلّےٰ
جو مرا رہِ طلب میں قدم استوار ہوتا

چھوڑ کے حق بُت پہ فدا ہو گیا
اے دلِ ناداں تجھے کیا ہو گیا

گریہ سے طوفان بپا ہو گیا
دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا

قتل کا قاتل سے گلہ کیا کریں
ہونا جو تقدیر میں تھا ہو گیا

اُس نے جو دیکھا نگہِ تیز سے
دِل ہدفِ تیرِ قضا ہو گیا

کچھ بھی سکندر کی نہ کی رہبری
حضرتِ خضر آپ کو کیا ہو گیا

کٹ کے جو سر اُن کے گرا پاؤں پر
سجدۂ شکرانہ ادا ہو گیا

اُٹھتے ہی نظروں سے دوئی کا حجاب
جلوہ گر آنکھوں میں خدا ہو گیا

ثنائی مطلق کی دلاتا ہے یاد
دردِ مصیبت بھی دوا ہو گیا

جاری عدم پر ہے ترا حکمِ خاص
کان میں کُن جس کے کہا ہو گیا

ایسی زمانے میں کچھ آندھی چلی
ہر چمنِ تازہ ہوا ہو گیا

کیوں نہ سہوں صدمۂ دردِ فراق
میں جو ترے در سے جدا ہو گیا

بُت کی پرستش جو معلّےٰ نے کی
بندۂ مقبولِ خدا ہو گیا

دیدۂ بسمل کا وقتِ ذبح مضطر دیکھنا
یاد قاتل کو رہے گا تا بہ محشر دیکھنا

قتل کو بس ہیں مرے بے حاجتِ تیغ و سناں
ناز سے اُس شوخ کا جھک جھک کے خنجر دیکھنا

بزمِ عیشِ دوستاں اسکو پسند آتی نہیں
آفتیں ڈھاتا ہی کیا چرخِ ستمگر دیکھنا

قتلِ عاشق ہو پشیمانی کی دنیا ہو خبر
نیچی نظروں سی تمھارا سر جھکا کر دیکھنا

حشر میں رہ جائیگی شوکت شاہانہ سب
آئینہ ہو جائیگا حالِ سکندر دیکھنا

ہے عجب بے مثل اس خورشید وش کا حسنِ رخ
جو نہیں سکتا کسی سے آنکھ اٹھا کر دیکھنا

رخ اُس کے انتظارِ دید میں دیکھے بہت
اور دکھلاتا ہے کیا کیا یہ مقدر دیکھنا

دل تو پہلے ہی اسیرِ دامِ الفت ہو چکا
کیا بلا لاتی ہے اب زلفِ معنبر دیکھنا

دیدبازی نے تری عالم تہ و بالا کیا
چھوڑ دے ترچھی نظر سے او ستمگر دیکھنا

ہے ضعیفی میں بسمل کی آرزو پھر ایک بار
گنبدِ خضرا کو سر آنکھوں سے چلکر دیکھنا

پوشیدہ کسی سے ترا جلوا نہیں ہوتا
حائل اُسے آنکھوں کا بھی پردا نہیں ہوتا

کم دل سے غمِ زلفِ چلیپا نہیں ہوتا
دور اس سرِ شوریدہ سے سودا نہیں ہوتا

کرتا نہیں کچھ دل میں اثر عشق بتوں کا
بتخانہ کبھی خانۂ کعبا نہیں ہوتا

کیا دل میں بھلا وصل کی امید رکھیں ہم
وعدہ کوئی اُس شوخ کا پورا نہیں ہوتا

کیوں فکرِ علاج آپ کو ہے حضرتِ عیسیٰ
بیمارِ محبت کبھی اچھا نہیں ہوتا

رہتا ہے زمانے سے الگ سب سے نرالا
کیا کیجئے وہ شوخ کسی کا نہیں ہوتا

کس منہ سے کریں اپنے کمالات کا دعوےٰ
ہم سے تو کوئی کام بھی پورا نہیں ہوتا

یہ عشق کی آتش ہی بجھی ہے نہ بجھے گی
شعلہ یہ بھڑکتا ہے تو ٹھنڈا نہیں ہوتا

دل کو مرے دھن ایک لگی رہتی ہے ہر دم
غافل یہ کسی روز معلّا نہیں ہوتا

آغوش میں وہ بام سے پیارا نہیں آتا
ہاتھ اپنے کبھی چرخ کا تارا نہیں آتا

نیکی تمہیں کرنی ہو تو یکبار ہی کر لو
دنیا میں کوئی پھر کے دوبارا نہیں آتا

دل لینے میں ہر چند کہ وہ طفل ہے چالاک
کرنا مگر آنکھوں سے اشارا نہیں آتا

دل جب سے گیا ہے بُتِ سفاک کے پیچھے
منت سے بہت میں نے پکارا نہیں آتا

مؤمن چلے آتے ہیں مدینے کو بصد شوق
لیکن کوئی تقدیر کا مارا نہیں آتا

مؤمن تو ہزاروں ہیں پر اے اہلِ مدینہ
اخلاص کسی میں بھی تمہارا نہیں آتا

اس طرح میں اک اور غزل لکھئے معلّے
ہر شخص کو انداز تمہارا نہیں آتا

کارِ دارین میں منصور و مظفر نکلا
واہ آصف تو نصیبے کا سکندر نکلا

دستِ قاتل میں اُدھر میان سے خنجر نکلا
ہو کے خوش اپنا اِدھر سے دلِ مضطر نکلا

بندھا اک تارِ نفس سے ہی رہا رشتۂ عمر
فرق اس میں نہ کبھی بال برابر نکلا

کام اشارے سے کیا جنبشِ ابرو نے تمام
تیر باہر ہوا ترکش سے نہ خنجر نکلا

فیصلہ موت نے اک آن میں دونوں کا کیا
دم اِدھر تن سے اُدھر میان سے خنجر نکلا

جلوہ گر اس میں ہے دن رات خدا ہی کا خیال
دل کا آئینہ بھی طالع کا سکندر نکلا

تیرے دیوانے کی بازار میں شہرت جو ہوئی
گھر سے ہر طفل لئے ہاتھ میں پتھر نکلا

ملی دیوانوں کو جب سلطنتِ ملکِ جنوں
ہر گلی کوچے سے اطفال کا لشکر نکلا

کی معلّی نے بہت فکرِ غزل میں لیکن
ایک بھی شعر نہ آصفؔ کے برابر نکلا

دل لگا کر بتِ بے پیر نے منہ پھیر لیا
جذبِ الفت کی بھی تاثیر نے منہ پھیر لیا

آج جی بھر کے گراں جانوں کا خوں پی نہ سکی
کیوں ستمگر تری شمشیر نے منہ پھیر لیا

نامِ اللہ نہ دمِ ذبح لیا قاتل نے
مجھ گنہگار سے تکبیر نے منہ پھیر لیا

آج میخانے میں رندوں نے وہ کی کج بحثی
شیخ صاحب کی بھی تقریر نے منہ پھیر لیا

آتے آتے مرے گھر راہ سے واپس ہوئے
کیوں مری آہ کی تاثیر نے منہ پھیر لیا

اے جنوں تیرے سبب مجھ سے کشیدہ ہو کر
میری عزت مری توقیر نے منہ پھیر لیا

اب کے بھی خاک مدینے کی میسر نہ ہوئی
اے معلّی مری تقدیر نے منہ پھیر لیا

شجرِ حسن بھی عالی ہے عجب
اس نے ہر شاخ نکالی ہے عجب

یہ بلا زلف بھی کالی ہے عجب
خلق کو پیچ میں ڈالی ہے عجب

ہے صدائے یدِ قدرت نادر
بجتی اک ہاتھ سے تالی ہے عجب

پیتیا ہے خونِ جگر لعل میں
آپ کے ہونٹ کی لالی ہے عجب

مے وحدت سے بھری رہتی ہے
کاسۂ سر کی پیالی ہے عجب

کیوں نہ حیرت ہو کہ ہر ایک جگہ
صورت اس بت کی نرالی ہے عجب

دلِ عشاق کو ڈستی ہے وہ زلف
ناگن اُس شوخ نے پالی ہے عجب

آنکھ اُس بت سے لڑا کر ہم نے
گھر میں آفت یہ بسالی ہے عجب

کبھی ہنستا ہے کبھی روتا ہے
حالت اِس دل کی نرالی ہے عجب

تیری رفتار سے اے فتنہ خرام
کبک نے چال اُڑالی ہے عجب

نور چھنتا ہے جو ہر روزن سے
روضۂ پاک کی جالی ہے عجب

یہ غزل لکھ کے معلّٰی صاحب
آپ نے طرز نکالی ہے عجب

کبھی بھولے سے بھی آتے نہیں مجھ زار کے پاس
روز تشریف وہ لیجاتے ہیں اغیار کے پاس

اتنا حاصل جو تقرب ہے انہیں یار کے پاس
کچھ ہے تسخیر کا شاید عمل اغیار کے پاس

پہنچے فریاد مری کان تلک اُن کے کیونکر
لاکھوں دیدے ہیں لگے روزنِ دیوار کے پاس

حُسن اُس شوخ کا کس طرح سے آئیگا نظر
آنکھ جب ٹھیر نہیں سکتی ہے رخسار کے پاس

غیر جب کوئی نہیں ہے تو کہاں دخلِ دوئی
وہی منصور ہے اک کافر و دیندار کے پاس

فضیلت ہے کہاں حضرتِ زاہد کو نصیب
آتی ہے رحمتِ حق چل کے گنہگار کے پاس

راز عیسیٰ نے چھپایا کیا منصور نے فاش
یہ چڑھے دار پر آئے بھی نہ وہ دار کے پاس

اُف رے رحمت جو گنہ ہوتے ہیں ہم سے ظاہر
شانِ ستاری لئے جاتی ہے ستار کے پاس

کعبہ و دیر میں کرتے ہیں عبث لوگ تلاش
جلوہ فرما ہیں وہ خود طالبِ دیدار کے پاس

ایک ساغر کی تمنا میں معلّٰی ساقی!

ہے شب و روز پڑا خانۂ خمّار کے پاس

فانی ہر ایک شئے ہے اسی کو بقا ہے ایک — عالم میں جلوہ گر وہی ہر ایک جا ہے ایک

عالم میں اس کی وحدتِ کثرت نما ہے ایک — لاکھوں مظاہروں میں وہ ظاہر ہوا ہے ایک

اشکالِ مختلف ہیں وجودِ خدا ہے ایک — آنے نظر حباب ہیں لاکھوں ہوا ہے ایک

گویا وہی ہے ایک زبانیں ہیں بے شمار — ہیں مختلف ستار کے پردے صدا ہے ایک

ظاہر میں حیلے موت کے لاکھوں ہیں تو کیا — دم میں ہزاروں مرتے ہیں حکمِ قضا ہے ایک

شمسِ وجود ایک ہے ذرّے ہزار ہا — لاکھوں تجلّیات کا جلوہ نما ہے ایک

ہر دم زبانِ حال سے دکھلا کے اپنا عجز — ہر بت بھی کہہ رہا ہے کہ بیشک خدا ہے ایک

اُٹھے خرامِ ناز سے فتنے جو سینکڑوں — تیری گلی میں روزِ قیامت بپا ہے ایک

وحدت کا اس کی کثرتِ عالم میں ہے ظہور — لاکھوں ہی آئینوں میں وہ صورت نما ہے ایک

کیا دخل غیریت کو جدھر دیکھتا ہوں میں — آتا نظر میں میری وہی جا بجا ہے ایک

فرمان جس کا ہے لمن الملک حکم خاص — دونوں جہاں اسی کی یہ خلوت سرا ہے ایک

وحدت میں ہو تعدّدِ اسما سے کیا خلل — صرصر و بادِ شرطہ و نسیم و صبا ہے ایک

مانگیں نہ کیوں اسی سے ہیں محتاج اس کے کل — سب حاجتوں کا اپنی وہ حاجت روا ہے ایک

اس کے ہی سب صفات ہیں عالم میں جلوہ گر — بیشک کہو کہ لائقِ حمد و ثنا ہے ایک

یارب کرم سے اپنے معلیٰ کو بخش دے
وقتِ اخیر تجھ سے یہی التجا ہے ایک

حزیں غمگیں شکستہ ہے مرا دل
کرے گا لیکے کیا ٹوٹا ہوا دل

بتوں کے ہاتھ سے یارب بچا دل
یہ کافر چھین لیتے ہیں مرا دل

تڑپتا ہے جو ہر لحظہ مرا دل
شرر ہے برق ہے سیماب یا دل

کریں تاریکیٔ مرقد کا کیا خوف
ہیں روشن دل میں داغ غم قنا دل

جو رکھے خالصاً للہ سے کام
کہاں سے لاؤں ایسا بے ریا دل

بھرے ہیں اسمیں اسرار معانی
ہے گنجِ مخفیٔ سرِّ خدا دل

ہے کس معشوقِ ہرجائی کا عاشق
نہیں رہتا جو میرا ایک جا دل

رہے تختِ دکن پر سینکڑوں سال
نظام الملک آصف جاہِ عادل

معلی اک غزل ہو نعتیہ بھی
گناہوں سے رہے محفوظ تا دل

سوا اپنے کریں کس پر نظر ہم
جدھر دیکھو ادھر ہیں جلوہ گر ہم

جو ہے پیشِ نظر الفقر فخری
کریں کیا لیکے پھر یہ مال و زر ہم

جہاں ہے سامنے آئینہ خانہ
تماشا اپنا دیکھیں آپ اگر ہم

پتا ملتا نہیں اپنا ہمیں کچھ
کہ رہتے ہیں کہاں کس جائے پر ہم

بتائیں حال غیروں کا بھلا کیا
نہیں رکھتے ہیں خود اپنی خبر ہم

کریں صورت پرستی کب تلک اے شیخ
رکھیں کچھ تو حقیقت پر نظر ہم

نہیں ملتا کوئی قاتل کریں کیا
ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں سر ہم

اگر مل جائے خاکِ کوئے جاناں — رکھیں زخمِ دلِ خستہ پہ مرہم
وہ دن آئیں کہیں جلدی خدایا — کہ کر جائیں مدینے کو سفر ہم
چہ جوئی نورِ مہرِ برجِ وحدت — ز جنبش خیرہ میگردد نظر ہم
بہ پیشِ ہمتِ آسودہ حالاں — بیک جو می نیرزد مال و زر ہم

رکھو پاسِ ادب کچھ اے معلّیٰ
کہاں اسرارِ معنی اور کدھر ہم

جو موذی یہ زلفوں کے کالے ہوئے ہیں — یہ سانپ آستینوں کے پالے ہوئے ہیں
لڑکپن گیا ہوش والے ہوئے ہیں — کچھ اب ڈھنگ اُنکے نرالے ہوئے ہیں
عیاں یہ جو کثرت کے جالے ہوئے ہیں — حجاب اُنکی وحدت پہ ڈالے ہوئے ہیں
ہیں مشاق تر فتنہ انگیزیوں میں — بناوٹ سے وہ بھولے بھالے ہوئے ہیں
جما کر تصوّر میں وہ قدِ موزوں — اِن آنکھوں کے ڈھیلے بھی ڈھالے ہوئے ہیں
ہے آنکھیں لڑانے کو اک غمزہ کافی — یہ کیوں جمع پلٹن رسالے ہوئے ہیں
نکلوا نہ گھر سے ہمیں اپنے ہر دم — کہ جنّت سے پہلے نکالے ہوئے ہیں
لڑاتے ہیں دیکھیں وہ کس کس سے آنکھیں — کہ مژگاں کے بھی تیر بھالے ہوئے ہیں
یہ نوبت ہے دردِ جگر کی تڑپ سے — کہ ناسور سب دل کے چھالے ہوئے ہیں
ہے یہ جائے حیرت کہ ہاں ہیں ملکر — وہ یکتا سبھوں سے نرالے ہوئے ہیں
نہ کر اُن کو محتاج تو یا الٰہی — جو ہاتوں میں میرے اُچھالے ہوئے ہیں

نظر آئیں گے کس طرح ہم کو ظاہر
حجاب اپنے رخ پر وہ ڈالے ہوئے ہیں

وہی اُن کے دیدار کے مستحق ہیں
جن آنکھوں سے پردہ نکالے ہوئے ہیں

بلا میں جو عشاق سب مبتلا ہیں
یہ پیچ اُن کی زلفوں نے ڈالے ہوئے ہیں

چل اب چھوڑ دنیا کو کہتے ہیں اعضا
کہ ہم قبر میں پاؤں ڈالے ہوئے ہیں

چلو حضرتِ دل پلٹ کر عدم کو
یہ ملک اپنے سب دیکھے بھالے ہوئے ہیں

شرابِ محبت سے بھر دے الٰہی
جو خالی دلوں کے پیالے ہوئے ہیں

برآمد وہ ہوتے ہی عشاق سارے
جگر دل کو اپنے سنبھالے ہوئے ہیں

وہی لوگ ہشیار ہیں اے معلّی
جو پہلے ہی حق کے حوالے ہوئے ہیں

عبث ہم فکر دنیا میں مکدر ہوتے جاتے ہیں
جو ہونیکے ہیں کام اپنے برابر ہوتے جاتے ہیں

ہے جاری راست قبر والوں کا فیضان بعد مرنے بھی
کہ پیدا خاک سے اُن کی صنوبر ہوتے جاتے ہیں

ہمیں تو حالِ باطن کی خبر کچھ بھی نہیں ہوتی
جو لاکھوں مرطے اندر کے اندر ہوتے جاتے ہیں

کریں کیا شکر ادا ہم سے تو گنتی ہو نہیں سکتی
جو احسانات حق غیر مکرر ہوتے جاتے ہیں

ہے جن نطفوں میں استعداد بنتی ہیں وہی مومن
جو قطرات ابر نیساں کے ہیں گوہر ہوتے جاتے ہیں

نہیں معلوم ہے انکا خزانہ کس جگہ یارب
جو لاکھوں قطرے پیدا ان کے اندر ہوتے جاتے ہیں

عبث کیوں لوگ مرتے ہیں جہاں کی حکمرانی پر
شہان برِ زمیں مثل سکندر ہوتے جاتے ہیں

بقائے عمرِ دو روزہ پہ کیونکر ناز ہو ہم کو
فنا ہر آن میں لشکر کے لشکر ہوتے جاتے ہیں

کسی کے عیب کا شکوہ کریں کیونکر بیاں اے دل — کہ خود ہم سی گنہ اس سے بھی بڑھکر ہوتے جاتے ہیں

خدا محفوظ رکھے اے معلی سخت مشکل ہے
ستم اس نفس ظالم کے جو ہم پر ہوتے جاتے ہیں

مفلس ہیں تجھے پکارتے ہیں	ہاتھ آگے ترے پسارتے ہیں
ابرو کے کماں سنوارتے ہیں	دیکھیں کسے تیر مارتے ہیں
جو کعبۂ دل سنوارتے ہیں	اللہ اللہ پکارتے ہیں
زر اُن پہ نثار کرتے ہیں لوگ	ہم جان و جگر کو وارتے ہیں
میخوار بھی ہیں بلا کے تیلے	شیشے میں پری اتارتے ہیں
چالاک ہیں اُن کے مردم چشم	گھر بیٹھے شکار مارتے ہیں
جو عیش میں بھولتے ہیں حق کو	کیوں وقت الم پکارتے ہیں
بیچارہ کار ہیں برہمن	پوتی ناحق بچارتے ہیں
امید وصال میں تمھارے	دن عمر کے ہم گزارتے ہیں
فانی کو نہ کیوں بقا ہو حاصل	جیتیں گے وہی جو ہارتے ہیں
کس ناز سے ابروئیں ہلا کر	تلوار جگر پہ مارتے ہیں
جی میں ہے کہ مفلسوں سے پوچھوں	دامن کیونکر پسارتے ہیں
ہیں تیر بلا کے تیر مژگاں	نشتر رگ جاں پہ مارتے ہیں
محتاج ہیں سب غنی سمجھکر	ہر دم تجھے ہم پکارتے ہیں

دیندار جو سچے ہیں معلّےٰ
دنیا کو وہ لات مارتے ہیں

کب کسی کو وہ ان آنکھوں سے نظر آتے ہیں — چھپ کے پردوں میں جھلک حسن کی دکھلاتے ہیں
دیر و کعبہ کو عبث لوگ چلے جاتے ہیں — ان کو ہم اپنے میں اے حضرتِ دل پاتے ہیں
خضر کچھ راہِ محبت میں نہ کام آتے ہیں — کہ سکندر کو بھی محروم پھرا لاتے ہیں
کوئے جاناں میں پائیں ذلت و خواری ہر روز — دلِ بیتاب کی خاطر سے چلے جاتے ہیں
خوفِ درباں ہمیں رہنے نہیں دیتا جو وہاں — صبح کو جا کے سرِ شام چلے آتے ہیں
تم میں اور ہم میں ہے کچھ فرق بھی آخر باقی — عکس سے ملنے کے وہ آئینے میں فرماتے ہیں
تجربہ پیر ہے دنیا یہ عجب شعبدہ گر — داؤں میں اسکے جواں سینکڑوں آجاتے ہیں
آشناؤں پہ بھروسہ نہ کرے اے دل ہرگز — کیا سمجھتا ہے مصیبت میں یہ کام آتے ہیں
یادِ گیسو میں نکل جاتے ہیں صحرا کی طرف — ہم خیالاتِ پریشاں سے جو گھبراتے ہیں
ملتی ہے دردِ جگر میں اُنہیں اک لذتِ خاص — آپ دل جوئی عشاق جو فرماتے ہیں

رہتے ہیں یادِ نبی میں جو معلّےٰ ہر دم
وہ تصور میں مدینے کو چلے جاتے ہیں

روندگانِ عدم کا کوئی شمار نہیں — یہ شہر وہ ہے جسے حاجتِ حصار نہیں
وہ دل خراب ہو جس میں خیالِ یار نہیں — وہ آنکھ پھوٹے جو محوِ رخِ نگار نہیں
صفاتِ ذات میں کیا غوطہ زن ہو فکرِ نحیف — محیط بحر ہے جسکا کہیں کنار نہیں

ہو شاعروں کا نہ کیوں نام زندۂ جاوید
زمینِ شعر میں گنجائشِ مزار نہیں

دو رنگیوں سے بری ہے ہماری یک رنگی
ہیں جس چمن کے ہم اُس میں خزاں بہار نہیں

ہمارے قتل پہ کیوں آپ کو ندامت ہے
خدا کے کام میں بندے کا اختیار نہیں

چلی ہے باغ جہاں میں ہوائے بے برگی
درخت ملتا نہیں کوئی سایہ دار نہیں

کئے ہیں جوشِ جنوں نے لباس تن ٹکڑے
ہے سر پہ تہمت دستار ایک تار نہیں

بجز خدا کے ہو کس طرح اس میں غیر کو دخل
ہمارا خانۂ دل مسجدِ ضرار نہیں

ہو کیسے تیزیٔ خاطر سے کند طبع کو فیض
مذاقِ نطق سے واقف زبانِ خار نہیں

ہے فاتحہ کیلئے ترکِ شہسوار کا عزم
بھروسہ تیرا کچھ اے سبزۂ مزار نہیں

کدورتوں سے منزّہ ہے سینۂ صافی
ہمارے آئینۂ قلب میں غبار نہیں

عمارتوں میں ہیں مصروف کیوں یہ اہل دول
بنائے ہستی موہوم پائدار نہیں

ہو تیرے لطف و عنایاتِ بے حساب کا فضل
ہمارے جرم کا یا رب کوئی شمار نہیں

بروزِ حشر معلّی عنایتِ رب سے
ہے بے نصیب جسے حبِ چار یار نہیں

ڈھونڈیں کہاں قیام ترا ایک جا نہیں
ہر جائے تو ہی کیوں ترا ملتا پتا نہیں

سب کچھ تمہارے پاس ہے اے حضرتِ مسیح
دردِ جگر کی ہے ترے مگر کچھ دوا نہیں

اوروں کو اور بھی ہیں وسیلے مرے حضور
مجھ کو سوا تمہارے کہیں آسرا نہیں

تحقیق ہو چکی ہے مجھے راہِ عشق میں
میں جسکو ڈھونڈتا ہوں وہ مجھ سے جدا نہیں

کس سر میں زلفِ یار کا سودا نہیں یہاں
وہ کون ہے جو قیدیٔ دامِ بلا نہیں

وہ دل بلائے جاں ہے معلیٰ خدا بچائے
جس دل میں دردِ عشق و محبت ذرا نہیں

طریقہ یہ نیا اے شیخ ہم ایجاد کرتے ہیں
بٹھا کر سامنے بُت کو خدا کی یاد کرتے ہیں

بتانِ سنگ دل کیا کیا ستم ایجاد کرتے ہیں
جلا کر عاشقوں کی خاک بھی برباد کرتے ہیں

سمجھتے ہیں حیاتِ دائمی ہم اپنے مرنے کو
ہمارے قتل میں کیوں دیر یہ جلّاد کرتے ہیں

جو دی تشبیہ قد سے اُن کے لوگوں نے ہم اس کا عشق
غلامی کے لقب سے سرو کو آزاد کرتے ہیں

ہیں بت چالاک دیتے ہیں سزا میں جرم دکھلا کر
لباسِ عدل میں پوشیدہ یہ بیداد کرتے ہیں

جگر کے پار ہوتے ہیں اشارے ان کی مژگاں کے
عجب یہ کام بنکر نشتر فصّاد کرتے ہیں

کروں کیا وصف انکی بُردباری کا میں اے واعظ
وہ دشمن دوست سب کی طرح امداد کرتے ہیں

سمجھ لیتے ہیں وہ دلمیں کہ ہے اس کا کوئی موجد
نظرِ عاقل جو سوئے گلشنِ ایجاد کرتے ہیں

غضب ہے دامِ زلف انکا رہائی اُس سے کیونکر ہو
ہمارے مرغِ دل کو صید یہ صیاد کرتے ہیں

رکھیں کیونکر نہ ذاتِ پاک سے اُمیدِ بخشائش
کہ اُن کے نام خود نامِ خدا امداد کرتے ہیں

خدائی سے نکلوا دے بتوں کو تو خداوندا
ہزاروں گھر یہ ظالم آن میں برباد کرتے ہیں

سمجھتے کب ہیں وہ تھرّے ہیں عقل پر جنکی
زبانِ دل سے بت سارے خدا کی یاد کرتے ہیں

بٹھایا تو نے انکو عرش پر لیجا کے کیوں واعظ
کہ وہ خود ثَمَّ وَجہُ اللّٰہ بھی ارشاد کرتے ہیں

خدائی کی لگائی ہے جو تہمت اُن پہ لوگوں نے
خدا کے سامنے سب بت یہی فریاد کرتے ہیں

ہم اپنے آپ کو دیکھیں ہزاروں عیب ہیں ہم میں / برا ہے ہم کسی کے عیب ناحق یاد کرتے ہیں

قیامِ دہر کب تک ہے معلیٰ اب چلیے چلیے
عدم کے رہنے والے مدتوں سے یاد کرتے ہیں

نہ کعبے کی نہ بت خانے کی وہ منزل میں رہتے ہیں / نہیں ملتا پتہ جنکا وہ میرے دل میں رہتے ہیں
کوئی اور اک صنعِ یار کا بیڑہ اٹھائے کیا / ہزاروں حسنِ صنع اک دانۂ فلفل میں رہتے ہیں
گلے شکوے فقط پیچھے ہوا کرتے ہیں فرقت میں / مگر ملتے ہی اُن سے سب وہ دل کے دل میں رہتے ہیں
اُسے کیا رحم آئے میرے دل کی اضطرابی پر / بہت لاشے تڑپتے کوچۂ قاتل میں رہتے ہیں
دمِ وصلت جلالت کا جو اُن کی رعب چھاتا ہے / سوالِ وصل بھی پنہاں لبِ سائل میں رہتے ہیں
جب اُنکی سارے عالم میں سمائی ہو نہیں سکتی / نہیں معلوم وہ کیونکر ہمارے دل میں رہتے ہیں
کرائے دل کچھ تو سامانِ غمِ تاریکیٔ مرقد / بہت سے اژدہا اور سانپ بھی اس بل میں رہتے ہیں
جدھر دیکھو اُدھر عالم میں حق کا ہی ظہورا ہے / عبث کیوں لوگ تکرارِ حق و باطل میں رہتے ہیں
نہیں آتا کبھی نقص اُنکی اسبابِ طریقت میں / جو ہر دم اتباعِ مرشدِ کامل میں رہتے ہیں

عجب پیچیدہ یہ راہِ طریقت اے معلیٰ ہے
مسافر سینکڑوں تھک کر اسی منزل میں رہتے ہیں

صورتِ آسودگی چرخِ کہن میں کیوں نہیں / عیش کا سامان اس دار المحن میں کیوں نہیں
الفتِ خالص دلِ ہر مرد و زن میں کیوں نہیں / بُو وفاداری کی گلہائے چمن میں کیوں نہیں
لے چلی ہے کشتیٔ عمرِ رواں سوئے عدم / غم سفر کا میرے یارانِ وطن میں کیوں نہیں

معرفت پر نفس کی موقوف ہے عرفانِ حق
ظاہر و باطن کا جلوہ جان و تن کیوں نہیں

کوہِ سنگیں کے عوض وہ کوہِ غم ہی توڑتا
تیشۂ تقدیر دستِ کوہ کن میں کیوں نہیں

حشر تک بھی ہوش میں آتے نہ تیرے رندِ مست
دورِ جامِ عشق ساقی انجمن میں کیوں نہیں

ہے یہ وہ دامِ بلا ممکن نہیں جس سے خلاص
مرغِ دل پھر قیدِ زلفِ پُرشکن میں کیوں نہیں

حشر میں موقوف ہے جب ان کی الفت پر نجات
پھر کمالِ ایماں کا حُبِّ پنجتن میں کیوں نہیں

گر نہیں ہے غمزہ و ناز و ادا پر اعتماد
تیغِ بُرّاں آج دستِ تیغ زن میں کیوں نہیں

بھر رہا ہے دوستی کا دم اگر نفسِ شقی
پھر شریکِ حال ہر رنج و محن میں کیوں نہیں

قیس بھی ہوتا اسیرِ لیلیٔ زلفِ بُتی
ہوشیاری کا اثر دیوانہ پن میں کیوں نہیں

رہ مدینے کی نہ چھوڑ اے کشتیٔ عمرِ رواں
رُخ ترے چلنے کا دریائے عدن میں کیوں نہیں

اُن کی ابرو کے اشارے سب ہلالِ عید ہیں
ماہِ نو کی قدر اس چرخِ کہن میں کیوں نہیں

ہے جو ہر دم جلوۂ اَلخَالِقُ فِیْ لُبْسٍ جدید
پھر لباسِ نو تنِ چرخِ کہن میں کیوں نہیں

تو تو بیکاری کے فن میں شہرۂ آفاق ہے
پھر شمار اے دل ترا اربابِ فن میں کیوں نہیں

اے **معلیٰ** اُٹھ گئے کیا قدردانِ شاعری
آج کل چرچا ترا اہلِ سخن میں کیوں نہیں

اُمیدِ وصلِ یار کبھی ہے کبھی نہیں
وا چشمِ انتظار کبھی ہے کبھی نہیں

خوش وضعِ روزگار کبھی ہے کبھی نہیں
اس باغ میں بہار کبھی ہے کبھی نہیں

کیوں منعموں کو دولتِ دنیا پہ ہے غرور
یہ مالِ مستعار کبھی ہے کبھی نہیں

دنیائے بے ثبات کی سختی پہ رنج کیا
یہ رنجِ روزگار کبھی ہے کبھی نہیں

پوچھے جو کوئی حالتِ صبر و قرارِ دل
کہدوں گا بار بار کبھی ہے کبھی نہیں

ہو امرِ بے ثبات پہ کیا دعوئ یقین
دل میں خیالِ یار کبھی ہے کبھی نہیں

ہم اپنے اختیار پہ نازاں ہوں کس طرح
اس دل پہ اختیار کبھی ہے کبھی نہیں

ساقی کی چشمِ مست نے جس دن سے کی کمی
کیفیتِ خمار کبھی ہے کبھی نہیں

بہرِ وصال وعدۂ فردا نہ کیجئے
جینے کا اعتبار کبھی ہے کبھی نہیں

کس طرح استقامتِ باطن نصیب ہو
دل کو مرے قرار کبھی ہے کبھی نہیں

کیا شکوۂ فراق و تمنائے وصل ہو
منظورِ طبعِ یار کبھی ہے کبھی نہیں

دل بستگی پہ اپنی **معلیٰ** نہ روئیے
یہ چشمِ اشکبار کبھی ہے کبھی نہیں

اے طبیبو میں دوا لیکر تمہاری کیا کروں
دل نہیں تھمتا علاجِ بیقراری کیا کروں

تیغِ ابرو کا لگا ہے زخم کاری کیا کروں
خونِ دل ہی بنکے اشک آنکھوں سے جاری کیا کروں

کون ایسا ہے جو میرے گھر کی جانب پھیر لے
جاتی ہے غیروں کے گھر ان کی سواری کیا کروں

ذاتِ یکتا کو ہے ان کی کثرتِ عالم پسند
سامنے غیروں کے ان سے رازداری کیا کروں

زخمِ دل کھلا رہے ہیں پھر جنوں کا زور ہے
آرہا ہے موسمِ فصلِ بہاری کیا کروں

وصف لکھکر مدح خوانوں میں شریک ان کے رہوں
اس سوا ان کی ادا خدمتگزاری کیا کروں

جب کہا میں نے کرو کچھ رحم میرے حال پر
سنکے کہتے ہیں نہیں عادت ہماری کیا کروں

اُن کے کانوں تک پہنچ سکتی نہیں اپنی صدا
بے اثر ہے میری سب یہ آہ و زاری کیا کروں

نیک و بد ظلم و ستم سارے خدا کے کام ہیں
اے تو ہر دم شکایت میں تمھاری کیا کروں

سینۂ افسردہ میں دل کی تڑپ کا زور ہے
اُڑ چلا وحشی قفس کی اُستواری کیا کروں

بادۂ عشقِ بتاں سے دل ہے سرمستِ خمار
اے معلّیٰ دعوۓ پرہیز گاری کیا کروں

صبر کب تک اے بتِ رعنا کروں
دِل سنبھلتا ہی نہیں میں کیا کروں

کر رہا ہے دوست ہی جور و جفا
شکوہ پھر فرمائیے کِس کا کروں

خواب میں بھی وہ کبھی آتے نہیں
کیوں نہ میں سر پیٹ کر رویا کروں

ہر طرح اُس کی خوشی منظور ہے
کام بیجا یا کہ میں بر جا کروں

جس پہ دِل سو جان سے قربان ہے
ہائے رنجیدہ اُسے کیسا کروں

شورشِ دل کم نہیں ہوتی کبھی
کس سے میں اس امر میں شورا کروں

جی میں آتا ہے کہ اُس کو رات دن
سامنے ٹھہرا کے چپ دیکھا کروں

ایک دم بھر بھی دِلِ بیتاب پر
بس نہیں چلتا الٰہی کیا کروں

واں تو مرغِ وہم کے جلتے ہیں پر
کیا خیالِ صورتِ زیبا کروں

سخت تر دشوار راہِ عشق ہے
امرِ مشکل کی تمنّا کیا کروں

قد سے اُن کے کر رہا ہے ہمسری
سرو کو گلزار میں سیدھا کروں

وہ نہیں ملتا جو مرنے کے بغیر
مر نہ جاؤں تو کہو پھر کیا کروں

آرہا ہے جی میں رہ رہ کر مرے
ہوں تردد میں کہ تسکیں کے لئے

دل فدائے قامتِ بالا کروں
کیا مداوائے دلِ شیدا کروں

ہے بلا کا اضطراب دل سے مجھے
کس طرف جاؤں معلّیٰ! کیا کروں

کہتے ہیں مجھ سے لیکے وہ شمشیر ہاتھ میں
کیا چاہیں زر کو خاک نشینانِ کوئے یار
کیا پوچھتے ہو زلف کے سودائیوں کی قید
عالم میں رعب داب ترے بانکپن کا ہے
اُس بت کی خاک چھان کے میں جستجو کروں
کیوں ہم نے اُن کی زلف کو ناحق بھی چھُو لیے
اتنی خطا ہوئی ترے پابوس ہم ہوئے

صد شکر آ گیا میرا نخچیر ہاتھ میں
مٹی بھی گر اُٹھائیں ہو اکسیر ہاتھ میں
پاؤں میں بیڑیاں ہیں نہ زنجیر ہاتھ میں
رکھتا نہیں ہے کوئی بھی شمشیر ہاتھ میں
نقشِ قدم کی پاؤں جو تصویر ہاتھ میں
بیٹھے بٹھائے ڈال لی زنجیر ہاتھ میں
اب ہے ترے معافیٔ تقصیر ہاتھ میں

حالت یہ آج کل ہے معلّیٰ کی دوستو
ہے خاک سر پہ یار کی تصویر ہاتھ میں

دل سے دھیان اُس شوخ کا جاتا نہیں
ہر طرف اُس شوخِ یکتا کے سوا
ہے فقط جرمِ گنہگاری کا خوف
اس قدر محوِ جمالِ یار ہوں

غیر کا ہرگز خیال آتا نہیں
دوسرا کوئی نظر آتا نہیں
ورنہ میں مرنے سے گھبراتا نہیں
مجھکو اپنا بھی خیال آتا نہیں

دل میں کیا کچھ ہے نہ پوچھ اے ہمنشیں
پر زباں سے کچھ کہا جاتا نہیں
ہیں مجھے منظور قربت کے ستم
صدمۂ دوری مگر بھاتا نہیں
فرش سے تا عرش اُس کا نور ہے
عیب بیں کو کچھ نظر آتا نہیں

وہ بُلاتے ہیں نہ آتے ہیں یہاں
اے معلّیٰ دم نکل جاتا نہیں

ذکر اپنے لبوں پہ یہ بنا ہو
بندہ بندہ - خدا خدا ہو
دکھلائے جو رنگ وحدت اپنی
یکرنگ سبھی بُرا بھلا ہو
اپنے ہی نظارے میں ہیں وہ مست
کیا دخل وہاں پہ غیر کا ہو
دکھلائیں اگر جھلک وہ اپنی
عالم سب اک آن میں فنا ہو
زلفوں کا لیا جو دل نے بوسہ
للہ معاف یہ خطا ہو
ابرو کی دکھا کے ایک جنبش
تلوار چلاؤ جس پہ جا ہو
دنیا کی اگر ہوا پلٹ جائے
ناآشنا ہر اک آشنا ہو
دنیا ہے عجیب قحبۂ پیر
کیوں دوستو اس پہ تم فدا ہو

دنیا ہے یہ بیوفا معلّےٰ
ایسی تو نہ کوئی بیسوا ہو

کب کسی کے سامنے آتے ہیں وہ
چھپ کے چھپ پردوں میں دکھلاتے ہیں وہ
گرچہ بیرنگی ہے اُن کی خاص شان
ہر جگہ رنگ اپنا دکھلاتے ہیں وہ

جائے حیرت ہے نظر آتے نہیں
نحن اقرب گرچہ فرماتے ہیں وہ

ثمّ وجہُ اللہ فرما کر ہمیں
جائے اپنی عرش بتلاتے ہیں وہ

گرچہ ہیں بے مثل و بے ہمتا ولے
شانِ تشبیہی بھی بتلاتے ہیں وہ

وصفِ بشری سے ہے ذات اُنکی بری
خود بشر کے وصف بنجاتے ہیں وہ

کیوں نہ یکتائی پہ اُن کی غش ہو دل
وحدت اِس کثرت میں دکھلاتے ہیں وہ

لاتعین ہے اگرچہ اُن کی ذات
دِل میں مؤمن کے سما جاتے ہیں وہ

غیریت کا نام ہے باقی کہاں
آپ ہی خود غیر کہلاتے ہیں وہ

چڑھ کے سولی پر بھی جو عارف ہیں لوگ
کہنے سے کب حق کے شرماتے ہیں وہ

کیوں نہ جاں ہو اُن کی رحمت پر نثار
رزق مجرم کو بھی دلواتے ہیں وہ

دیکھکر ہم سے خطائیں سیکڑوں
حلم سے اغماض فرماتے ہیں وہ

رکھتے ہیں جو لوگ اُن سے حُسنِ ظن
گرتے گرتے بھی سنبھل جاتے ہیں وہ

لَن ترانی کہہ کے شکلِ نار میں
جلوۂ حسن اپنا دکھلاتے ہیں وہ

جرم سے مجھ پر خفا ہیں کیا کروں
خود نہ آتے ہیں نہ بلواتے ہیں وہ

ہیں جو علمِ معرفت سے بے نصیب
سُن کے میرے شعر گھبراتے ہیں وہ

راہِ وحدت میں سنبھل کر چل دلا
ٹیڑھے جو چلتے ہیں گر جاتے ہیں وہ

ہے معلّی سخت راہِ معرفت
ہاں جو گمرہ ٹھوکریں کھاتے ہیں وہ

عدم سے آئے تھے جس طرح ہم آہستہ آہستہ
اُسی میں پھر ہوئے جاتے ہیں ضم آہستہ آہستہ

گنہگاروں پہ جب ہوگا کرم آہستہ آہستہ
چلے جائیں گے وہ سوئے ارم آہستہ آہستہ

خدا کے کام اطمینان سے جاری ہیں عالم میں
دمِ تحریر چلتا ہے قلم آہستہ آہستہ

نہ شادی مرگ ہو جائے کہیں اس واسطے ہم پر
خدا کا ہوتا ہے فضل و کرم آہستہ آہستہ

جو ظلِّ امنِ خالق میں ہیں وہ بیخوف ہوتے ہیں
کیا کرتے ہیں رم صیدِ حرم آہستہ آہستہ

نہیں حکمت سے خالی یہ جو مقداریں معین ہیں
غذا دیتا ہے حق قدرِ شکم آہستہ آہستہ

مصیبت میں ہے لازم صبر پہلے سے کہ آخر خود
دلوں سے دور ہو جاتا ہے غم آہستہ آہستہ

خیالاتِ بتاں دل کرتے کرتے حق کو پائیگا
بنے گا کعبہ یہ بیت الصّنم آہستہ آہستہ

نہ کر غفلت دلا اس سے کہ پیری میں غنیمت ہے
خدا کی یاد میں گزرے جو دم آہستہ آہستہ

نہ کیوں حد تک نباتات اور حیوانات نامی ہوں
خدا کا اُن پہ ہوتا ہے کرم آہستہ آہستہ

نہیں باقی معلّیٰ تیزیٔ طبعِ جوانی اب
غزل اک اور بھی کیجے رقم آہستہ آہستہ

ضعیفی میں جو قد ہوتا ہے خم آہستہ آہستہ
یہ حسرت ڈھونڈتے ہیں عمر ہم آہستہ آہستہ

فنا ہو جائیگا جاہ و حشم آہستہ آہستہ
مٹا دنیا سے آخر جامِ جم آہستہ آہستہ

بگوشِ زیر یہ کہتا ہے بم آہستہ آہستہ
خدا کی یاد میں گزرے یہ دم آہستہ آہستہ

نکل جائے گا فرقت کا یہ غم آہستہ آہستہ
یہ رونا ہوتے ہوتے ہوگا کم آہستہ آہستہ

پھریں کیونکر نہ اُس جانب الیہ راجعون کہکر
صدائے ارجعی سنتے ہیں ہم آہستہ آہستہ

ہماری عمر کے بڑھتے ہیں جتنے دن سمجھ رکھو
کہ سوئے گور بڑھتا ہے قدم آہستہ آہستہ

ریاضت ایک مدت پر مقصود ملتا ہے
جبیں میں بھرتا ہے خالق بھی خم آہستہ آہستہ

ہر اک مشکل میں رحمت اُسکی سبقت کر ہی جاتی ہے
کہ کم ہوتا ہے یہ درد و الم آہستہ آہستہ

مَوالیدِ ثلاثہ جتنی ہے مخلوق سب یارب
تری توحید کا بھرتی ہے دم آہستہ آہستہ

نہیں معلوم واں کیا جذبِ مقناطیس رکھا ہے
کھنچے جاتے ہیں سب سوئے عدم آہستہ آہستہ

دلِ وحشی نہ کیوں آرام پائے دامِ گیسو میں
کہ بے ڈر پھرتے ہیں صیدِ حرم آہستہ آہستہ

غمِ فرقت بدل جائیگا آخر وصلِ جاناں سے
نکل جائیں گے سب رنج و الم آہستہ آہستہ

خفی ہو یا جلی ذکرِ خدا سے ہو نہ تو غافل
بگوشِ زیر یہ کہتا ہے بم آہستہ آہستہ

اثر ہوتا چلا ایک ایک علمِ حق کا عالم میں
ہوا جب لوح پر جاری قلم آہستہ آہستہ

بلاتے ہیں وہ غیروں کو جو ابرو کے اشارے سے
چلاتے مجھپہ ہیں تیغ دو دم آہستہ آہستہ

نکر اِس دولتِ دو روزہ پر منعم غرور اتنا
نکل جائیگا یہ جاہ و حشم آہستہ آہستہ

گدائی سے درِ ساقی کی ہو گی کیفِ مے حاصل
بنا مدت میں کامل جامِ جم آہستہ آہستہ

دعا کرتے ہی دیکھو اے معلّیٰ عرشِ اعظم پر
پہنچ جائیگا اپنا بھی علم آہستہ آہستہ

وہم کی کیا دوا کرے کوئی
بدگمانی کو کیا کرے کوئی

لاکھ جور و جفا کرے کوئی
پر نہ اُف بھی ذرا کرے کوئی

اِن بتوں سے ستم شعاری کا
لے تدارک خدا کرے کوئی

حسنِ خورشید چھپ نہیں سکتا / لاکھ پردہ کیا کرے کوئی

دلِ بیتاب تیری حالت سے / ہو نہ واقف خدا کرے کوئی

ہوں جو بیمارئ گناہ سے تنگ / اس مرض کی دوا کرے کوئی

اُن کے ہی ہیں صفات کامل سب / کیا کسی کی ثنا کرے کوئی

اے معلّی یہی دُعا ہے مری
مجھ سے مجکو جدا کرے کوئی

تجلّی صبحدم پھیلے جو اُن کے روئے انور کی / تو ٹھنڈی گرمئ ہنگامہ ہو خورشیدِ خاور کی

تغافل کا گلہ ہے اور نہ شکوہ ہے نہ آنیکا / یہ سب خوبی ہے اے وعدہ شکن میرے مقدر کی

کسی کے کوسنے کا بعد مردن یہ اثر دیکھو / عزیزوں نے بنائی قبر میری سنگِ مرمر کی

جہاں دیکھو وہاں اربابِ دولت کی نمائش ہے / کسی جا قدر دُنیا میں نہیں ہوتی ہے بے زر کی

جہاں دیکھے ہزاروں کشتۂ ابرو نظر آئے / غضب کی باڑھ ہے ظالم تری تیغِ دو پیکر کی

رقیب روسیہ نے کچھ نہ کچھ پٹی پڑھائی ہے / جو ہے برہم طبیعت مثلِ گیسو میرے دلبر کی

سحر سمجھا کوئی نورِ شبِ قدر اُس کے جلوے کو / مؤذن نے صدا دھوکے میں دی اللہ اکبر کی

مرا مضمونِ بیتابی اڑا لیجائیگا نامہ / خوشامد مجھ کو قاصد کی نہ کچھ خواہش کبوتر کی

بتوں کو اے معلّی ہے برا دل میں جگہ دینا
کرو توقیر اے مردِ خدا اللہ کے گھر کی

قتل ہوتے دم نہ تڑپا تشنہ کامی تو مجھے / دیکھ آبِ خنجرِ قاتل نہ ہو اچھو مجھے

پُر غضب ہو کر نہ دکھلا آنکھیں ظالم تو مجھے
شیر بن بنکر ڈرا دیتے ہیں یہ آہو مجھے

جلوہ اپنا ہی دکھا دے اے میاں ہر سو مجھے
جسطرف دیکھوں نظر آجائے تو ہی تو مجھے

نکہتِ گیسو تری پھیلی ہے عالم میں تمام
ہر گُلِ گلزار سے آتی ہے تیری بُو مجھے

کیا کسی کے حال پر ہنسنے کی فرصت ملسکے
چین دیتے ہیں کہاں اک لحظہ آنسو مجھے

تیرے فضلِ بیکراں کے آگے ادنیٰ بات ہے
کر دے اپنی ہی طرف گر خلق سے یکسو مجھے

تیری قربت کے سوا ہونے نہ دیتا کچھ رقم
کچھ مری تقدیر پر ہوتا اگر قابو مجھے

آتشِ فرقت کی گرمی سے تپاں ہوں مثلِ برق
چین لینے نہیں دیتی کسی پہلو مجھے

رات دن ہے شعبدہ بازی میں دل بھی مبتلا
نرگسِ جادو نے کچھ ایسا کیا جادو مجھے

جلد دکھلا جلوۂ رُخ تا ملے تسکینِ دل
ایک مدت سے پریشاں کرتے ہیں گیسو مجھے

دشنہ و خنجر یہاں لانیکی کچھ حاجت نہیں
قتل کو کافی ہے تیری جنبشِ ابرو مجھے

باغِ عالم میں نظر آئے نہ کوئی دوسرا
گُل کو بھی دیکھوں تو ہو نظارۂ گلرو مجھے

بیخودی ہو اسقدر اپنی خودی ہی میں رہو
کچھ نظر آئے نہ جز شانِ مقامِ ہو مجھے

دو جہاں سے عشق میں مجھ کو نہیں کچھ واسطہ
ہے معلّی رات دن یادِ رخ و گیسو مجھے

تو نے کن کن کو فلک چھنکے اُڑا لے نہ گئے
کتنے دنیا سے مرے ناز کے پالے نہ گئے

ہاتھ گردن میں پریرویوں کی ڈالے نہ گئے
دل کے ارمان کبھی جیتے نکالے نہ گئے

دشت گردی نے تو دم لینے کی فرصت بھی نہ دی
بیٹھکر پاؤں سے کانٹے بھی نکالے نہ گئے

کیا ہم نے وہی جو آپنے باطن میں کہا
حکم ہم سے تو کبھی آپ کے ٹالے نہ گئے

عمر سب گردشِ گردوں سے تردد میں کٹی
تا دمِ زیست مرے پاؤں کے چھالے نہ گئے

آدمی جان کے اُس بت نے نکالا گھر سے
ایسی ذلت ہے تو آدم بھی نکالے نہ گئے

نہیں ملتا جو تپہ دل کا مرے پہلو میں
کہیں مہندی کے تو چور اُسکو چرالے نہ گئے

ساغرِ دیدہ ہوں کیا شربتِ دیدار سے سیر
آبِ گریہ سے ابھی تک وہ کھنگالے نہ گئے

جانے والے ہی تھے گر ملکِ عدم کو احباب
مجھ کو اللہ کے کیوں کر کے حوالے نہ گئے

شادیٔ وصلتِ دلدار پہ کیا ناز کریں
گُلِ داغ اپنے سروں پر سے اُچھالے نہ گئے

ہاتھ خالی جو گئے زیرِ زمیں اہلِ دول
مال و زر ساتھ ہی کیوں اپنے اُٹھالے نہ گئے

گئے اِس سال مدینے کو جو احباب بہت
کیوں معلّی کو بھی ہمراہ بلالے نہ گئے

کیا کہوں میں جو محبت میں مزا ہوتا ہے
دل سے پوچھو کہ وہ سو جاں سے فدا ہوتا ہے

کیا کہوں عشق کے آزار میں کیا ہوتا ہے
ایک ناقابلِ اظہار مزا ہوتا ہے

جب مرے اشکوں کا طوفان بپا ہوتا ہے
کشتیٔ نوح کا بھی ہوش ہوا ہوتا ہے

نعمتیں اِس پہ دو عالم کی تصدق کیجیے
کچھ مزا دردِ محبت میں سوا ہوتا ہے

کہیں بیمارِ محبت کو شفا ہوتی ہے
گر مسیحا بھی اُتر آئیں تو کیا ہوتا ہے

اُس ستمگر کی پلٹ جاتی ہے جب ترچھی نگاہ
انقلابِ اثرِ ارض و سما ہوتا ہے

کس کی تعریف کریں کس کا کریں عیب بیاں
قدرتِ حق سے جو ہوتا ہے بجا ہوتا ہے

خمِ ابرو کے تصور میں بہ ہنگامِ نماز
طائرِ دل بھی مرا قبلہ نما ہوتا ہے

اُس مہ برجِ رسالت کا ہو کیا حُسن بیان
مہر بھی جسکے مقابل میں سُہا ہوتا ہے

کیوں نہ حاصل ہو اُسے بحرِ مصیبت سے نجات
ناخدا کشتیٔ عاشق کا خدا ہوتا ہے

کوئی عالم میں نہیں پیشِ نظر اُس کے سوا
وہی ہر چیز میں خود جلوہ نما ہوتا ہے

بھر دے دامن دُرِ مقصد سے الٰہی میرا
تیری درگاہ سے رد دستِ دعا ہوتا ہے

اے معلّی وہ تو زخموں پہ چھڑکتے ہیں نمک
دیکھیں کیا حق نمک تم سے ادا ہوتا ہے

ہے کوئی خود پرست اور کوئی محوِ بت پرستی ہے
عجب کیفیتِ جوشِ شرابِ جامِ ہستی ہے

نظر دیدار کو جس کے مری ہر دم ترستی ہے
اُسی معشوق ہرجائی کی صورت دل میں بستی ہے

ڈراتے ہو جو اُس سے نکلے اژدر دلکو ڈستی ہے
عصائے موسوی ہے یا تمہاری چوب دستی ہے

جو ہر دم بیکسی گورِ غریباں پر برستی ہے
یدِ قدرت کے آگے التجائے تنگدستی ہے

دہانِ خندہ و دنداں نما سے زخم ہنستے ہیں
مگر جب قتلِ عاشق پر تمہاری تیغ کستی ہے

فقط اک جنبشِ ابرو سے لاکھوں قتل ہوتے ہیں
یہ ترکِ چشم کے ہاتھوں میں شمشیرِ دودستی ہے

جو اس کی سیر کو جاتے ہیں وہ واپس نہیں آتے
عدم آباد بھی کیا پُر فضا دلچسپ بستی ہے

ادائے سحرِ قاتل کا دہانِ زخم کرتے ہیں
نگاہِ تیر کی شمشیر جب دل پر برستی ہے

ذرا چلکر تو عبرت کی نگہ سے منعمو دیکھو
زمیں میں جس جگہ قاروں کی دولت روز دھنستی ہے

اس آفت سے نہیں ممکن ہے بچنا زلف اُس ناگن کی
عجب دامِ بلا ہے جانِ عاشق جسمیں پھنستی ہے

معلّیٰ اُس زمیں سے کیوں نہ اُٹھیں نور کے ابر
مزارِ فیض پر اللہ کی رحمت برستی ہے

خیالِ غیریت پر جو حقیقت اپنی ہنستی ہے
یہ سب کثرت نما ایدل اُسی یکتا کی ہستی ہے

نہیں ہم دیکھتے اسکو جو یہ بھی عینِ ہستی ہے
سمائی اپنی آنکھوں میں عجب غفلت کی مستی ہے

یہ مثلِ شعلۂ جوّالہ موہوم اپنی ہستی ہے
وجودِ دائرہ میں کچھ بلندی ہے نہ پستی ہے

جو ہر دم آمد و رفتِ نفس کی تیز دستی ہے
کسوٹی پر زرِ قلب اے معلّیٰ اپنا کستی ہے

اسیرِ شادی و غم دیکھکے دُنیا کے کاموں میں
ہمارے حال پر روتی ہے قسمت موج ہنستی ہے

نہیں بے سود پیشِ حق ہماری گریہ و زاری
گہر بنتے ہیں نیساں کی جھڑی جسدم برستی ہے

توجہ رحمتِ حق کی نہ ہو کیوں خاکساروں پر
کہ عزمِ ابرِ باراں بھی ہمیشہ سوئے پستی ہے

ہمارا دل ہو یارب نورِ روزِ وصل سے روشن
شبِ تاریکِ فرقت بنکے ناگن ہمکو ڈستی ہے

پھنستے ہیں مثل دیوانوں کے دامِ زلف میں آکر
خمارِ بادۂ روزِ ازل کی جوشِ مستی ہے

ہمارے جنسِ دل کی آپ قیمت پوچھتے کیا ہیں
متاعِ مفت ہے لیجے نہ مہنگی ہے نہ سستی ہے

رُلاتا ہے جو یہ چرخِ ستمگر خستہ حالوں کو
ہماری آہ مثلِ برقِ خاطف اُس پہ ہنستی ہے

غریبوں پر الٰہی ابرِ رحمت جلد نازل کر
تپِ فرقت کی سوزش سے ہماری جان بھلستی ہے

ہوا معلوم ہمکو پہنچے جب شہرِ خموشاں پر
وطن ہے عاشقوں کا اور وہ زندوں کی بستی ہے

جو آتے ہیں یہاں خستہ گریباں چاک رہتی ہیں
مقامِ عشق ہے یا عین دیوانوں کی بستی ہے

سمجھتے ہو وجودِ خلق کو جو مستقل بالذات
نہیں ہے حق پرستی بلکہ یہ صورت پرستی ہے

بھروسہ منعم ہی کیوں وفورِ مال پر تم کو
نکل جائیگی دو دن میں جو یہ آنکھوں میں مستی ہے

نمودِ صبحِ پیری ہے اُٹھو اب خوابِ غفلت سے
اجل سر پر معلّیٰ ہر گھڑی آوازہ کستی ہے

زلفوں میں اژدہا سے بھی شوخی بلا کی ہے
صورت اگرچہ حضرت موسیٰ عصا کی ہے

بچتے رہو رقیب کی سرگوشیوں سے تم
عادت اُسے قدیم سے اِس افترا کی ہے

نظروں سے دیکھتے ہیں زر و خاک ایکساں
بوٹی ہمارے پاس عجب کیمیا کی ہے

سوقت ہو اگر سرِ تسلیم خم تو کیا
کہنے کو ہم بھی کہتے ہیں حالت رضا کی ہے

قُلْ یا عبادِ قُلقُلِ مینا کی ہے صدا
مٹی سبوئے مے میں کسی پارسا کی ہے

جس جائے آسمان سے برستی ہے بیکسی
مرقد تمھارے کشتۂ ناز و ادا کی ہے

پابندِ دامِ زلف ہیں روزِ الست سے
تسبیح رات دن ہمیں قالوا بلیٰ کی ہے

ہوتے ہیں نام لیتے ہی اپنی خودی سے محو
تاثیر کچھ عجیب ہی ذکرِ خدا کی ہے

کیجیے معلّیٰ اک غزلِ نعتیہ رقم
مجلس یہ فیض بخش کسی رہنما کی ہے

گرچہ دُنیا میں بُرے سب کام ہم کرتے رہے
پر دمِ آخر تک اے بت دم ترا بھرتے رہے

وصل کی شب شکوۂ شامِ جدائی کیا کریں
اُلٹے اِلزامات سب ہم پر ہی وہ دھرتے رہے

سایۂ دیوار میں تیرے ہے تاثیرِ ہُما
سب ہوا خواہاں مگس رانی مری کرتے رہے

عشق کی منزل کڑی ہے اے جنابِ خضر ہم
اِس لئے اِس راہ میں ڈر کر قدم دھرتے رہے

دے نہ ہر دم غیر کو بھر بھر کے ساغر
ہنر ہی ہجر عمر بھر بھرتے رہے

تھی ہمیں نفرت وجودِ غیریت سے اسقدر
زندگی میں اپنے سایہ سے بھی ہم ڈرتے رہے

کیوں نہ اپنے جذبِ دل کا دوست ممنون ہوں
وصل کی شب مجھ سے وہ باتیں بہت کرتے رہے

کیوں رقیبِ روسیہ ہنستا ہے رونے پر مرے
خوفِ ہجراں جسکو ہو پھر کیوں نہ وہ ڈرتے رہے

کیا بچائیں جسمِ کاہیدہ کو چشمِ یار سے
کشتِ اُمید اپنی یہ دونوں ہرن چرتے رہے

گر یہی دو روزہ ہے انجامِ کارِ زندگی
ایسے جینے پر معلّیٰ آپ کیوں مرتے رہے

دیکھنے میں جو چیز آتی ہے
سب ظہورِ صفاتِ ذاتی ہے

دھیان میں زلف کے شبِ فرقت
بنکے ناگن مجھے ڈراتی ہے

کس کو دیکھوں بُری نگاہوں سے
سامنے تیری صورت آتی ہے

میں جو خوفِ غضب سے روتا ہوں
رحمتِ حق مجھے ہنساتی ہے

کہنے والا ہے یا الٰہی کون
بات دِل میں کدھر سے آتی ہے

انقلابِ جہاں سے ہے ثابت
کہ ثبات اپنا بے ثباتی ہے

گر نہیں ان میں یار کا جلوہ
کیوں حسینوں پہ جان جاتی ہے

ہمکو اے رشکِ یوسفؑ کنعاں
چاہ تیری کنوئیں جھنکاتی ہے

ہو چکی اُن کے انتظار کی حد
دیکھئے موت بھی کب آتی ہے

صورتوں میں تمام عالم کی
ایک صورت ہی ہم کو بھاتی ہے

تیری فرقت میں جا... ...ن ہے تلملاتی ہے

وقت تصنیف شعر رک رک کر
طبع کیوں ہم کو آزماتی ہے

اے فلک مجھ کو تیری نیرنگی
رنگ ہر دم نیا دکھاتی ہے

لاکھ غم کھائیں عاشق جانباز
کب بلا ان کی رحم کھاتی ہے

فتنہ گر تیری آنکھ کی شوخی
ہر دم آفت نئی دکھاتی ہے

کہتے ہیں وقت ذبح رکھ کے قدم
کس قدر سخت انکی چھاتی ہے

بے طلب دیں وہ نعمتیں تم نے
جن کے مانگے سے شرم آتی ہے

ہے معلی غلام اس در کا
جس سے سب خلق فیض پاتی ہے

یاں کس کو آرزوئے مئے پرتگال ہے
ساقی دے وہ شراب جو دیں میں حلال ہے

ملنا جہاں میں اہل وفا کا محال ہے
قحط الرجال مردم صاحب کمال ہے

کثرت میں جلوہ گر تری وحدت کمال ہے
احول کو بھی دوئی نظر آنی محال ہے

سیماب کی نہ برق تپاں کی مثال ہے
تبلائیں کیا جو اس دل مضطر کا حال ہے

چتون غضب ہے زلف بلا فتنہ چال ہے
ان آفتوں سے دل کا بچانا محال ہے

وحدت کا جن پہ ہو گیا مکشوف حال ہے
ان کی نظر میں کثرت عالم خیال ہے

طرفہ یہ قتل کر کے مکرنے کی چال ہے
کہتے ہیں کس کی یہ خبر انتقال ہے

آئے ہیں میرے قتل کو لے خنجر و سلاح
اپنی ادا پہ ان کو بھروسہ کمال ہے

فکرِ خلاص کیا کرے مرغِ نظر مرا
ہر سو بچھا ہوا تری زلفوں کا جال ہے

سختی کے وقت کس سے رفاقت کی ہو امید
سایہ بھی اپنا ساتھ نہ وقتِ زوال ہے

حکمت سے اُس کی شادی و غم کا ہے سب ظہور
کچھ موقعِ خوشی ہے نہ جائے ملال ہے

دیتے ہیں دو جہان تری یکتائی کا ثبوت
ہر شئے سے جلوہ گر ترا حُسن و جمال ہے

کیوں ہم رہیں اُسی کے نہ محتاج منعمو
دیتا وہ نعمتیں جو ہمیں بے سوال ہے

جور و جفا پہ تم کو جو الزام دے سکے
مقدور ہے یہ کس کا یہ کس کی مجال ہے

فیض جناب فیضِ معلیٰ یہ کم نہیں
جلسہ جو اُن کے عرس کا ہر ایک سال ہے

غمِ فرقت میں گرفتار ہیں کن کے اُن کے
وصل کے ہم جو طلبگار ہیں کن کے اُن کے

گرم اب جنس کے بازار ہیں کن کے اُن کے
جان سے لوگ خریدار ہیں کن کے اُن کے

برہمن ہی نہیں ہر شیخ ہے اُن کا ذاکر
سبحہ میں رشتۂ زنّار ہیں کن کے اُن کے

عشوہ و ناز و کرشمہ خط و خال و ابرو
قتل کو غمزۂ خونخوار ہیں کن کے اُن کے

گلرخوں کا جو خیال آتا ہے دل میں دمِ خواب
نوکِ مژگاں خلشِ خار ہیں کن کے اُن کے

صاف اے چرخِ کہن تیری ستمگاری میں
نظر آتے مجھے اطوار ہیں کن کے اُن کے

وہ مخالف رہیں ہر چند ہمارے لیکن
عشق میں ہم تو گرفتار ہیں کن کے اُن کے

لوگ یوسف کے خریدار معلیٰ تھے کبھی
اب اگر ہیں تو خریدار ہیں کن کے اُن کے

عجب اُس شوخ کی رعنائی ہے | جس کی ہر آنکھ تماشائی ہے
کیا مقابل ہو مری وحشت کے | قیس اک مردمِ صحرائی ہے
کوئی کیا سمجھے وجودِ عالم | عین کثرت میں جو یکتائی ہے
اپنا آفاق میں دکھلا کے ظہور | کیوں پسند آپ کو تنہائی ہے
خاص اُسی کے ہیں سب اوصافِ کمال | زیب اُسی کیلئے زیبائی ہے
ہے سرِ زلف میں مائل جو مدام | شامت اِس دل کی مگر آئی ہے
ذکرِ توحید کا اللہ رے اثر | میں ہوں اور گوشۂ تنہائی ہے
کس طرح رنج مصیبت کا سہے | صبر دل کو نہ شکیبائی ہے
آبِ گریہ جو ہے آنکھوں میں محیط | مردمک مردمِ دریائی ہے
کوئی قاتل کا ہے کیوں قصدِ ولا | کیا اجل سر پہ ترے آئی ہے
بے نشانی سے عیاں اُسکا نشاں | گرچہ معشوق وہ ہرجائی ہے
زندہ کرتے ہیں دلِ مردہ کو | لب میں اعجازِ مسیحائی ہے
جنکے اوصاف عیاں کثرت میں | اُن کی بے مثل یہ یکتائی ہے

اے معلّیٰ مجھے فرقت کے سوا
خوفِ ذلت غمِ رسوائی ہے

ڈرو اِس نفسِ مارِ آستیں سے | نہ نکلے اژدہا بنکر کہیں سے
یہ شوخی کہہ رہی ہے نقشِ پا کی | اُڑیں گے آسماں پر ہم زمیں سے

ہماری حالتِ بیتابیٔ دل ذرا پوچھو کراماً کاتبیں سے

ہمارا دل بتوں کا گھر بنا ہے نہیں کم خانۂ ارژنگ چیں سے

خمارِ عشقِ مہ رویاں کی مستی ہے افزوں تر شرابِ آتشیں سے

سنبھل کر ذبح کر عشاق کا خوں لپٹ جائے نہ تیری آستیں سے

کرے گا دست بوسی قتل کے بعد لپٹ کر خون اُن کی آستیں سے

غزل اک نعتیہ لکھکر معلّےٰ
صِلہ بخشش کا مانگو شاہِ دیں سے

جلوہ حب بنا دکھایا یار نے مجھکو اپنے سے بُھلایا یار نے

صورتِ کثرت میں دکھلا کر ظہور نقشۂ وحدت جمایا یار نے

خود انا الحق کہہ کے پھر منصور کو لا کے سولی پر چڑھایا یار نے

آپ ہی خود لیلیٰ و مجنوں بنا ہم کو دیوانہ بنایا یار نے

غیریت کثرت کا پردہ ڈالکر رازِ وحدت کا چھپایا یار نے

نیست اور نابود تھا سارا جہاں عالمِ ہستی میں لایا یار نے

بنکے خود نمرود۔ نار اور خود خلیل باغ آتش کو بنایا یار نے

بنکے یوسفؑ۔ کارواں اور چاہ خود مصر میں شہرہ مچایا یار نے

خود عصا اور بنکے موسیٰؑ اژدھا طور پر جلوہ دکھایا یار نے

ناز عشوے یار کے کیا کیا کہوں رنگِ بیرنگی جمایا یار نے

کعبہ میں بت میں حرم میں دیر میں
ہر جگہ جلوہ دکھایا یار نے
آپ آدم جنت و گندم بنا
اوج کو پستی میں لایا یار نے
جزو کل میں الغرض دکھلا کے رخ
آپ کو اپنے میں پایا یار نے

اے معلی رہ کے گردن کے قریب
نحن اقرب کہہ سنایا یار نے

پڑھے ہیں قرآں میں نحن اقرب بیانِ دوری کا حال کیا ہے
ہمیں تو یہ بھی خبر نہیں ہے کہ ہجر کیا ہے وصال کیا ہے
تمھاری ابرو و رخ کے آگے مثالِ بدر و ہلال کیا ہے
اگر یہ دونوں کمال پر ہیں تو وجہ نقص و زوال کیا ہے
میں کیا کہوں اُن کی شکل کیسی ہے حسن کیسا جمال کیا ہے
جو حسن ہو حسن بے مثالی جہاں میں اُس کی مثال کیا ہے
اے معدنِ لطف و کانِ رحمت تمھارے فضل و کرم کے آگے
متاعِ دنیا کی کیا حقیقت یہ دولت گنج و مال کیا ہے
نکالو خنجر نہ تم کرسے کہ ہم تو کشتے نگاہ کے ہیں
مرے ہوئے دل کے مارنے میں بتاؤ صاحب کمال کیا ہے
کرو مجھے قتل یا کہ چھوڑ دو ہے ہر طرح اختیار تم کو
کرے جو کچھ گفتگو ذرا بھی کسی کو اس میں مجال کیا ہے

اگر کسی سے خلاف دیکھیں عدو کسی کو بنائیں کیونکر
یہ فعل سارے جو دوست کے ہیں تو وجہ رنج و ملال کیا ہے

ندو اگر تم پناہ ہم کو کدھر کو جائیں بتاؤ صاحب
کہ دوسرا پھر سوا تمھارے ٹھکانہ کس جا مآل کیا ہے

رقیب نے گر نہیں سکھایا تو پھر یہ کیسی رکاوٹیں ہیں
بتاؤ ملنے میں دیر کیوں ہے یہ ہم سے ہر وقت ٹال کیا ہے

مزاج اُن کا ہے لاوبالی کریں گلہ اُن کا کیا کسی سے
کبھی انھوں نے نہ یہ بھی پوچھا کہو معلّیٰ یہ حال کیا ہے

وصل کا منہ پہ بھی مذکور نہ آنے دیجے
گر نہیں آپ کو منظور تو جانے دیجے

اسقدر غیر کے گھر جانے میں جلدی کیا ہے
کشتۂ ناز کا لاشہ تو اُٹھانے دیجے

کیجیے وہ بات کہ ہو بنت عنب سے نہ بگاڑ
شیخ کو بیٹھے ہوئے باتیں بنانے دیجے

حضرت دل رہیں آپ اپنی وفا میں صادق
جھوٹی قسمیں وہ اگر کھاتے ہیں کھانے دیجے

زیر خنجر ہے گلا قتل میں جلدی کیا ہے
طاق ابرو کی طرف سر تو جھکانے دیجے

رخ ابھی اوٹ سے چلمن کی نہ کیجے باہر
مہر و مہ کو بھی مقابل میں تو آنے دیجے

جو ستم مجھ پہ محبت میں ہوا خوب ہوا
اُس کا اب ذکر ہی کیا چھوڑیے جانے دیجے

حضرت دل ہمیں بے چین نہ کیجے اتنا

کچھ معلّیٰ کا انہیں حال سنانے دیجیے

فرش سے تا عرش عالم میں پیارا عشق ہے
عاشقوں کی جان معشوقوں کا پیارا عشق ہے

ہم پیارے عشق کے ہم کو پیارا عشق ہے
ساری دنیا سے نرالا یہ ہمارا عشق ہے

دو جہاں میں اور کیا رکھا ہے ان دو کے سوا
حُسن روز افزوں تمہارا یا ہمارا عشق ہے

کر دئے صدہا جلا کر جس نے گھر خاکِ سیاہ
آتشِ برقِ تجلی کا شرارا عشق ہے

ہے ظہورا ہر طرف ہر جا ہمارا دیکھ لو
کرتا یوں آنکھوں سے ہر جانب اشارا عشق ہے

عاشقوں کی کیوں نہ پیشانی میں چمکے مثلِ ماہ
آسمانِ اوجِ وحدت کا ستارا عشق ہے

کیوں نہ اس کے عاشق و معشوق ہوں حلقہ بگوش
گوشِ وحدت آشنا کا گوشوارا عشق ہے

عشق کیا ہے کیا کہوں تم کو حقیقت عشق کی
جسقدر سونچو وہی مضموں تمہارا عشق ہے

سب کرشمے عشق کے ہیں ناز و انداز و نیاز
وجہ ایجادِ دو عالم یہ ہمارا عشق ہے

باغ سینے میں کھلائے داغِ دل کے سیکڑوں
گلشنِ توحید کا وہ گُل ہزارا عشق ہے

بھاگتے ہیں عشق کے سایہ سے سارے بوالہوس
ہے وہی انساں جسے اے دل گوارا عشق ہے

کافر و دیندار کے جھگڑوں سے ہمکو کیا غرض
دین و ایماں مذہب و ملت ہمارا عشق ہے

کیوں نہ دیکھیں رہروانِ عشق ہر دم سختیاں
وادیِ راہِ خدا میں سنگِ خارا عشق ہے

عاشق و معشوق صدہا اس نے مارے آج تک
مردِ میدانِ شجاعت یہ ہمارا عشق ہے

قطرۂ ناچیز کیا اُس کی حقیقت پا سکے
اے معلّیٰ بحرِ ناپیدا کنارا عشق ہے

مخمس بر غزل نواب فصیح الملک داغ دہلوی مرحوم

تمھارا شیوہ ہی لازمی یہ کہ ظلم سب بے قرینہ کرنا
سوائے سختی کے بات بھی کچھ ملائم اور نرم سی نہ کرنا
تو چاہیے تمکو عاشقوں کی میاں رعایت ہی ذر نہ کرنا
ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا نگاہِ الفت کبھی نہ کرنا
تمہیں قسم ہے ہمارے سر کی ہمارے حق میں کمی نہ کرنا

نہیں ہے منظور آپکو گر تو ہم سے کچھ بات ہی نہ کرنا
ستانا اور دل دُکھانا اور ظلم ہم پہ بے قرینہ کرنا
ادائے رسمِ ستمگری میں کبھی ذری کوتہی نہ کرنا
ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا نگاہِ اُلفت کبھی نہ کرنا
تمہیں قسم ہے ہماری سر کی ہماری حق میں کمی نہ کرنا

نہیں ہے گر مرضیِ مُبارک ہماری خاطر ذری نہ کرنا
ہے اسمیں عینِ خوشی ہماری کہ آپکی ناخوشی نہ کرنا
مخالفِ شانِ دلربائی کبھی کوئی کام ہی نہ کرنا
ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا نگاہِ اُلفت کبھی نہ کرنا
تمہیں قسم ہے ہمارے سر کی ہمارے حق میں کمی نہ کرنا

بخوفِ افشائے راز ہرگز زیادہ رونا نہ غل مچانا
کہ مثلِ غیروں کے حسبِ موقع بنا کے کچھ اور ہی بہانا
مگر ادائے رسمِ تعزیت کی بظاہر اتنی تو کر دکھانا
ہماری میت پہ تم جو آنا تو چار آنسو بہا کے جانا
ذرا رہے پاس آبرو بھی کہیں ہماری ہنسی نہ کرنا

سمجھتے ہیں ہم تو تم کو اپنا رفیقِ جاں رازدارِ باطن
شفیق و مخلص محب و ہمدم یگانہ دوستی و محسن

اگر یہ ڈر ہے کہیں نہ نجاؤ تم بھی واں جا کے ہم سے خائن
لئے تو چلتے ہیں حضرتِ دل تمہیں بھی اپنی انجمن میں لیکن
ہمارے پہلو میں بیٹھ کر تم ہمیں سے ہی پہلو تہی نہ کرنا

مزاج ہے جنکا لاابالی چھپے ہیں یہ ہم سے آج کس میں
ستم شعاری میں ہیں وہ یکتا نہیں ہے ایک ان سا کوئی دس میں
نہیں ہے کچھ اعتبار انکا اگر وہ کھائیں بھی لاکھ قسمیں
کہاں کا آنا کدھر کا جانا وہ جانتے ہی نہیں ہیں رسمیں
وہاں ہے وعدہ کی بھی یہ صورت کبھی تو کرنا کبھی نکرنا

عجب ہے دربار انکا عالی نہیں ہے کچھ دم زدن کی طاقت
خموش رہنا ہزار بھی ہو دلِ حزیں پر اگر مصیبت
نہیں ہے ممکن کہ ان کے آگے کلام و شکوے کی آئے نوبت
بیانِ دردِ فراق کیسا کہ ہے وہاں اپنی یہ حقیقت
جو بات کرنی تو نالہ کرنا نہیں تو وہ بھی کبھی نکرنا

اگر وہ غیروں کی کچھ سفارش ستم تو ہو جائے رحم بیجا
نہ کرنا پاسِ خوشامدی کچھ تلف نہ ہو جائے حق ہمارا
کہو گے گر سیدھی سیدھی اسمیں خدا تمھارا بھلا کریگا
مدار ہے ناصحو تمہیں پر تمام اب اسکی منصفی کا
ذرا تو کہنا خدا لگی بھی فقط سخن پروری نکرنا

ہماری ہستی کو میٹ دینا اگر ہے مقصود ہی تمہارا
تو قتل کر دیجیے پیشتر ہی دکھا کے رخ کا ہمیں نظارا
چلا کے تیرِ نگاہ ابرو کی تیغ کا کر کے اک اشارا
ہلاک اندازِ وصل کرنا کہ پردہ رہ جائے کچھ ہمارا
غمِ جدائی میں خاک کر کے کہیں عدو کی خوشی نکرنا

سمجھتے تھے یہ رفیق بنکر ہمارے تن میں رہے گا ہر آن
نہ جانتے تھے کہ بھاگ جائیگا یہ یہاں ہم سے ہو کے بیجاں
یہی ہے حسرت کہ کیوں مصیبت میں چھوڑ کر ہائے جائے خود دل
ہم اک ستمگر کی گلی کا اسکی بتا کے دل کو ہوئے پشیماں
یہ حضرتِ خضر کو جتا دو کسی کی اب رہبری نکرنا

کریں علاج اسکا کیا بھلا ہم نہیں ہے ان میں وفا کی کچھ بو
وہ دوستوں کو سمجھ کے دشمن ہمیشہ رہتے ہیں دل سے جو جو
بنالیا ہے شعار اپنا خلاف عاشق کا کرنے ہی کو
مری تو ہے بات زہر انکو وہ انکے مطلب ہی کی ہے جو ہو
جو ان سے کچھ التجا بھی کیجیے ہے لازم انکو وہی مکرنا

شعار تیرا ہے لازمی یہ کہ اپنے وعدہ سے صاف ٹلنا
ہمارا ہے یہ خیال ہر دم وفا میں ہرگز نہ کم نکلنا
مگر بنی کیسی ہے تری خو کہ ہم سے ہر بات پر مچلنا
وہ اک ہمارا طریقِ الفت کہ دشمنوں سے بھی ملکے چلنا
یہ ایک شیوہ ترا ستمگر کہ دوست سے دوستی نہ کرنا

خیالِ صانع کا کیجیے گا نظر جو کیجیے خودی کی جانب
کہ اہلِ حق خوب جانتے ہیں ہے دستِ قدرت اسی کی جانب
غرورِ حسن آپ کو نہ پھیرے کہیں رہِ کجروی کی جانب
ہوا ہے گر شوق آئینے کا تو رخ رہے راستی کی جانب
مثالِ عارض صفائی رکھنا بہ رنگِ کاکل کجی نہ کرنا

یہ منزلِ ہفت خواں ہے ایسی اور اس میں رستم بھی ہیں ترستے
کہ لاکھوں رنج و غم و الم کے ہیں ابر ہر دم یہاں برستے
ہر اک خس و خار بھی مقرر ہیں دل کو بن بن کے مار ڈستے
بری ہے اے داغ راہِ الفت خدا نہ لیجائے ایسے رستے
جو اپنی تم خیر چاہتے ہو تو بھول کر دل لگی نہ کرنا

قدم جو رکھتے ہیں یاں معلّی مصیبتوں میں جا کے پھنستے
تپِ جدائی کے سوز و غم سے دل و جگر ان کے ہیں جھلستے
بجائے آبِ سحابِ رحمت ہیں ان پہ شعلے شرر برستے
بری ہے اے داغ راہِ الفت خدا نہ لیجائے ایسے رستے
جو اپنی تم خیر چاہتے ہو تو بھول کر دل لگی نہ کرنا

مخمس غزل حضرت امکاں علیہ الرحمۃ

نزاکتوں سے بھری ہے جو ہر ادا اُن کی
ہے انفعال کی حالت بھی خوشنما اُن کی
تو کیوں نہ دیدۂ عشاق میں ہو جا اُنکی
سوالِ وصل پہ نیچی نظر تھی کیا اُنکی
ہماری آنکھ میں پھرتی ہے وہ حیا اُن کی

فنا تھے پہلے ہی وہ فکر تم کو کیا اُن کی
جمائے بیٹھے ہو کیوں مجلسِ عزا اُن کی
کچھ ایسی قابلِ غم بھی نہ تھی وفا اُنکی
مرے جو عشق میں عاشق وہ تھی قضا اُنکی
یہ آپ کہدیں کرے مغفرت خدا اُن کی

دلا ہو وصل کی خواہش تو دل میں بھی اُن کے
فقط زبانی ہی اغیار کی خوشی کے لئے
ہے خوف یہ بھی کہ فتنہ کہیں نہ اُٹھ بیٹھے
یہ اُن کا قول ہے میری ملے بلا تجھ سے
بلائیں اُس کی بھی لوں گر ملے بلا اُن کی

مژہ دکھاتی ہے ہر دم سنان کا برچھا
مُحال ہے ترا بچنا اِن آفتوں سے دلا
نشانہ شست پہ تیرِ نگاہ کا ہے بندھا
ستم ہے غمزہ۔ بلا ناز ہے غضب ہے حیا
اور اُس پہ ڈھاتی ہے آفت ہر اک ادا اُنکی

دوبارہ کشتوں کے دے زندگی تو ہم جانیں
وہ نفخ صور کی حالت جبھی تو ہم جانیں
حیات مردوں کو قم کہہ کے دیں تو ہم جانیں
چلے وہ چال قیامت کی بھی تو ہم جانیں

بہت اُڑاتی ہے اٹھکیلیاں صبا اُن کی

ہے خو ضعیفی کی اسمیں وہاں غرورِ شباب — یہ احتیاج میں یکتا غنا میں وہ نایاب
زیادہ اِس سے بیاں وصف کیا کروں میں جناب — نہ اِسکا مثل جہاں میں کہیں نہ اُسکا جواب

وفا وفا ہے ہماری جفا جفا اُن کی

کروں ہزار بھی منت تو کیا مفید و لا — ہیں لاابالی اُنہیں کچھ نہیں مری پروا
ہے آزمانے کو میرے خلاف کا منشا — اُسی کی مانیں خوشی سے جو ہو عدو میرا

غرض ہے کیا اُنہیں میری سنے بلا اُن کی

شہید کرکے ہمیں سُرخ رو بنائے گی — ادا دکھائے گی رنگت نئی جمائے گی
جگر کے ٹکڑے کریگی غضب دکھائے گی — کبھی وہ شوخیٔ رفتار رنگ لائے گی

کرے گی خون مرا ایکدن حنا اُن کی

بغیر ذاتِ قدیم خدائے ربِّ عباد — رہا نہ حسن کسی کا بھی تا ابد آباد
جہاں سے اُٹھ کے عدم کو چلے گئے ناشاد — ہزاروں حسن کی شہرت سے ہو گئے برباد

بندھی ہوئی ہے زمانے میں کیا ہوا اُنکی

عجیب ڈھنگ کی صحبت بن آئی تھی ہم سے — کبھی تو عجز کبھی خودنمائی تھی ہم سے
نیاز و ناز کی زور آزمائی تھی ہم سے — شبِ وصال میں جو ہاتھا پائی تھی ہم سے

مسک گئی ہے اک جائے سے قبا اُن کی

سب آگے اہلِ جہاں پیش حضرتِ داور — جتا کے جور و جفا ظلم اور ستم یکسر

کریں گے حشر کے دن بھی شکایت اُنکی اگر
خدا کے سامنے رکھونگا ہاتھ کانوں پر

برائی میں نہیں سننے کا بر ملا اُن کی

نگاہِ ناز سے اک پل میں کرتے ہیں بسمل
بنے ہیں چھوٹے سے سن میں جو جانکے قاتل
پڑے گی کیوں نہ بھلا جانِ زار پر مشکل
وہ ابتدا ہی میں کرنے لگے ستم اے دل

اب آگے آگے قیامت ہے انتہا اُن کی

فقط نہ عشوۂ طناز میں نزاکت ہو
ہمارے قتل کے ہر ساز میں نزاکت ہو
ہر ایک غمزۂ و انداز میں نزاکت ہو
نیا ہو ناز ہر اک ناز میں نزاکت ہو

ادا ادا سے ادا ہو ادا ادا اُن کی

ابھی تو عشق کی آگے کڑی ہے ہر منزل
مزا خداری ہے اُن کی بلائے جانِ قاتل
موافقت نہ کرے تو تو کام ہو مشکل
ہر ایک بات پہ ایسا نہ تو مچل اے دل

ستم میں تیرے اٹھاؤنگا یا جفا اُن کی

بھرا خمار سے وہ یہ عجیب کے درپے
وہاں بہار کا جلوہ ہے آئینۂ رشِ مے
وہ صوتِ نغمۂ مطرب یہ سوزِ نالۂ نے
ازل کے روز سے اک لاگ حسن و عشق میں ہے

نہ ہے قصور ہمارا نہ ہے خطا اُن کی

گہر نثار کئے جا رہے ہیں ہر کف سے
دعائیں دیتا معلّٰی ہے ہر بشر صف سے
مبارکی کی صدا بھی بلند ہے دف سے
ملے تھے آج تو ہم بھی جنابِ آصف سے

عجیب رنگ میں ہیں پوچھتے ہو کیا اُنکی

قصیدہ

تہنیتِ جشنِ جوبلی چہل سالہ حضور پرنور اعلیٰحضرت قدر قدرت بندگانِ عالی متعالی نظام الملک نظام الدولہ آصف جاہ سادس فتح جنگ سپہ سالار یار وفادار رستمِ دوران ارسطوئے زمان نواب میر محبوب علیخان بہادر بادشاہ دکن غفران مکان علیہ الرحمۃ

میٹھے اور کھارے کے مناظرہ کی تمہید

ساقیا دے مجھے اک جامِ شرابِ وحدت
نمکینِ نعت سے تاثیر کہ بنے بے دقّت

دے وہ جامِ مئے توحید کہ ہے کانِ نمک
جس کی نیرنگی کی ہر رنگ میں ہے اک رنگت

وہ چھبے نعت میں آکر جو بنا حسنِ ملیح
میٹھے کھارے کی دو رنگی میں دکھا کر صورت

وہ مئے صاف کہ ہو شرع و ملت میں حلال
شیرنی لیکے نہ قاضی کرے ثابت حرمت

محتسب بھی کرے رندوں سے کبھی تلخ نبات
میٹھی تقریر سے دے بادہ کشی کی رخصت

مغفرت بنکے جھڑی چھائی وہ گھنگور گھٹا
رات دن جس سے برستا رہے ابرِ رحمت

ایک ذرّہ بھی ہو ساقی کے کرم میں نہ کمی
فرحتِ نشّہ کی بدلے نہ کبھی کیفیت

سن کے یہ قول مرا دی یہ ندا ساقی نے
آ ادھر دیکھ کے موجود ہے بزمِ عشرت

ساغر و بادہ و مینا پہ نہیں ہے موقوف — کھلے رکھے ہیں ہر اک جائے میں خوانِ نعمت
میں جو پہنچا تو ہوئی دل کو مسرت حاصل — دیکھنے سے ہوئی ہر چیز کے مجھکو حیرت
میز پر ہر جگہ اقسام کے کھانے ہیں دھرے — بیٹھے ہر سو ہیں قرینے سے سب اہلِ دعوت
کھارے اور میٹھے کے باقاعدہ رکھے ہیں ظروف — سوڈا لمنیڈ کہیں اور کہیں جامِ شربت
نان اور قورمہ بریانی سموسے ہیں کباب — فیرنی شیر برنج آش نمش بالذت
کہیں طوطلک ہے شکم پر کہیں عظمِ شاہی — زعفرانی وہ مزعفر کی سہانی رنگت
میٹھے کھارے کی لڑائی کا تماشا دیکھا — ایک پر ایک بڑھانے لگا اپنی عزت

میٹھا

میٹھا کہنے لگا کھارے سے کہ "اے کورِ نمک" — کیا سمجھتا ہے تو اپنے کو مرا ہم صحبت
نمکِ زخم سے بڑھکر ہے ترا خام خیال — شورشِ غم سے زیادہ ہے یہ تیری خصلت
شرم سے مثلِ نمک کچھ تو ذرا دل میں پگھل — تجھ میں اور مجھ میں مساوات کی ہو کیا نسبت
تیری تعریف میں آیا ہے کہ الملح اجاج — وقتِ افزونی تری ہوتی ہے کڑوی حالت
دیکھ مجھ کو ہو اگر قند زیادہ مجھ میں — اور بڑھ جاتی ہے افزونی میں میری لذت
میں شکر خوار ہوں تو میرا نمک پروردہ — تو نمک خوار ہے میں صدر نشین عزت
ہیں جو رکھتا ہوں تجھے ساتھ رعایت ہے مری — جیسے رہتے ہیں طفیلی بھی شریک دعوت
کچھ تو کر میرا ادب ہے یہ اداِ حقِ نمک — کھا کے میرا ہی نمک توڑ نمکداں کی نہ ست

جسم سے تیرے نمک چھوٹ کے نکلے کہیں
شوربا بن کے نہ ٹپکے کہیں تجھ پر آفت

شورہ پشتی کا تری کیوں نہ ہو جگ میں شہرہ
شورہ بختوں سے رہا کرتی ہے تجھکو صحبت

سرد مہری تری مشہور ہے شورہ کی طرح
گرمجوشی سے پگھل جاتی ہے تیری صورت

تفرقہ پڑتا ہے ملجاتا ہے جس رنگ میں تو
کھار سے تیرے بدل جاتی ہے اچھی رنگت

از پئے خوردن حلوا تبورڈے باید
مجھ سے منہ آئے تری دیکھ تو لے حیثیت

منہ سے میں نے جو لگایا تو لگا چاٹنے منہ
بڑھ گئی اندنوں کتّے سے بھی تیری خصلت

شورش آقا پہ کہیں ایسی مچاتے ہیں غلام
کہ خود آقا کی جگہ بیٹھیں بدل کر صورت

میں وہ ہوں اولیں عالم کی غذا عمدہ لطیف
شہد بچوں کو چٹاتے ہیں سمجھ کر عزّت

تشنگی کے لئے تسکین کو بھی وقت اخیر
نزع میں دیتے ہیں مصری کا بنا کر شربت

شیر مادر میں ہوا جب سے مرا پیدا اثر
پرورش پاتے ہیں سب جتنے ہیں معصوم صفت

مجھکو رکھتا ہے عزیز اپنا ہر اک کودک و پیر
نوجواں بھی نہیں رکھتے کبھی مجھ سے نفرت

سارے عالم کے ہے میووں میں حلاوت میری
شیریں کاری کی مری سارے جہاں میں شہرت

میٹھی صورت پہ مری مرتے ہیں ارباب کمال
گھر میں رکھتے ہیں شرف ہے مجھے اہل دولت

ناز کرتے ہیں مٹھائی پہ مری اہل نیاز
ہوتی ہے درگہ ابرار میں میری عزّت

فاتحہ میں بھی باخلاص گزر ہے میرا
میرے کھانے سے مزے پائینگے اہل جنت

رکھی ہے شہد میں اللہ نے دنیا کی شفا
میرے ہر جز سے ہویدا ہے جہاں کی صحت

کیوں نہ مرغوب ہو ان مصری طبیبوں کا علاج
نام سے میرے ملی ہے انہیں تھوڑی نسبت

تلخ معلوم نہیں ہوتی کبھی میٹھی بات
مدت العمر بدلتی نہیں میری لذت

لطف دکھلاتی ہر جائے مری میٹھی نگاہ
دی ہے خالق نے مری ذات میں نرمی لینت

ایک دم گر نہ ملے خلق کو میٹھا پانی
تشنگی سے نہ رہے اہلِ جہاں میں طاقت

ہوتا شیریں نہ اگر چشمۂ آبِ حیواں
خضر و الیاس کو جینے کی نہ ملتی لذت

عشقِ شیریں میں جو فرہاد نے کی کوہ کنی
تھی مرے نام شکر بار سے اُسکو اُلفت

ہوتی شامل نہ اگر اُس میں حلاوت میری
آبِ کوثر کی کبھی ہوتی نہ تشنہ جنت

کھاتے ہیں جھوٹا بھی میٹھے کی ہی لالچ سے سبھی
مصریوں میں ہے سمرقند میں میری شُہرت

منہ شکر خورے کا شکر سے خدا بھرتا ہے
اتنی پھر آہ حسد سے ہے تجھے کیوں حسرت

پیاری ہوتی ہے جو ہو چال بھی میٹھی میٹھی
دل میں جا کرتی ہے معشوق کی میٹھی صورت

رمزُ المؤمنِ حلوٌ و یحبُ الحلوا
یاد رکھتے ہیں بدل جتنے ہیں اہلِ سنت

سونے والوں کو اگر ملتی نہ تشبیہ میری
نیند میٹھی کو نہ کہتا کوئی خوابِ راحت"

کھارا

سُن کے تقریر یہ کھارے نے کہا واہ چہ خوش
میٹھے بھی کرنے لگے تیری خدا کی قدرت

اے برادر نہ کر اتنی بھی تعلی بے جا
جس سے آخر میں اُٹھانی پڑے تجھکو خفت

جھوٹ بھی کہنا تو اتنی کہ ہو آٹے میں نمک
نہ کہ آٹے کو نمک ملکے کرے سب غارت

تیری تاثیر ہے صفراوی کو شکر کی چھری
میٹھا بنجاتا ہے جس کو ہو تری سے نسبت

مری جاتا ہے وہ ہو جس کو مرض میٹھے کا
باقی رہتا نہیں کچھ عضو میں زورِ شہوت

تیری تشبیہ سے تلوار کی میٹھی ہوئی دھار
میٹھے دردوں سے نہیں کم ہے یہ تیری صحبت

میٹھی باتوں پہ تری کھاتے ہیں میٹھے ہی فریب
کہ ہے الجنس مع الجنس کی ظاہر حُجّت

تلخ گڑ سے بھی زیادہ ہے تری میٹھی نگاہ
چھُری میٹھی ہے یہ گویا تری میٹھی صورت

مردِ مؤمن کو جو ہے تجھ سے محبت کا لگاؤ
وہ نہیں دیتے کبھی فضل کی تجھ کو نسبت

کیونکہ وہ جانتے ہیں مرد میں کھارا پن ہے
پیار کرتے ہیں فقط تجھکو سمجھکر عورت

شان ہیں مردوں کے ارشاد ہے قوامون
کیسی اپنے پہ وہ پھر تیری بڑھادیں عزت

میٹھی تقریر یہ کم تیری سخن پھانکنے سے
آتی ہا نکی جو زرڑ دیر سے مجذوب صفت

کس پہ صادق ہے نمکخوار کی تعریف تو دیکھ
کس کو عالم میں غلامی کی ہے حاصل نسبت

تو ہے اب میری نمکخواری کا محتاج کہ میں
کیوں لگاتا ہے تو بے اصل یہ مجھ پر تہمت

بے نمک میرے نہیں چلتا کبھی کام ترا
کام چلتا ہے مرا ترے سوا بے دِقّت

گر نہ موجود ہو تو میرے پہ کچھ عیب نہیں
مجھ سے خالی نہیں رہتا کوئی خوانِ دعوت

شاذ و نادر نہ کسی جا پہ جو میرا ہو گذر
بھوکی رہتی ہے مرے کھانیکی ہر دم خلقت

میں اگر چاہوں تو پل میں تجھے آزاد کروں
ابھی پلّو میں نمک باندھ کے کر دوں رخصت

جیز چلے یہ ترے مجھ پہ یہاں بے نمکی
یہ ترا شور و شغب یہ تیری میٹھی حرفت

تنگ ہے اہل شجاعت کو ترے نام سے بھی
مرد کو گر کہیں میٹھا تو کرے وہ نفرت

بیٹھ خاموش تو گپ چپ کی مٹھائی کھا کر
کر نہ شورش کی تو میٹھوں کی طرح جرأت

زہر کے بدلے مجھے مار نہ شکر دے کر
ملح کو شاہِ رسالت نے کہا نعم ادام
تھا ملاحت بھرا حضرت کا بھی وہ حسنِ ملیح
مجھ میں افراط کا تفریط کا کچھ دخل نہیں
خوش ہیں سب میری ملاحت سے حسینانِ ملیح
ملتی ہے مجھکو جگہ شاہوں کے دسترخوان پر
بنتا ہے کانِ نمک میں مردار حلال
میری تاثیر سے ہوتا ہے نجس پاک سبھی
رفت ہر چیز کہ در کانِ نمک گشت نمک
مصریوں نے کہا جس طرح سے یوسف کو غلام
شیرِ مادر جو ہوا پیدا وہ تھا اصل میں خون
گرچہ پانی میں پگھلتے ہیں نمک شکر بھی
کو وک ویری ہے کیا مجھ سے ہیں خوش خاص و عوام
کامیابی کے لئے ہوں میں خداوند کا رفیق
بامزہ عمدہ نمک دار وہ ماہی کے کباب
کھائیں گے اہلِ جناں گاؤ زمیں کا بھی وہ گوشت
پیٹ میں ابر کے بنتا ہے جو میٹھا پانی

جلنا یہ تو نے کہا سب ہے ترے دل کی حرارت
کوئی کیا کر سکے پھر اُس کا بیانِ ذلت
بعدِ حق جنکی زمانے سے ہوا فزوں وقعت
اہلِ سنّت کی طرح ہے مری اوسط حالت
جس غذا میں نہ ہوں میں نہیں ملتی لذت
تا چکھیں اول و آخر میں نمک بافرحت
میرے ملنے سے نہیں رہتی ہے مے میں حرمت
ہیچ تو کہہ آئے گی تیرے میں کہاں سے یہ صفت
شورہ بختوں کو بھی اکسیر ہے میری صحبت
کیا ہو گر تو بھی غلامی کی مجھے دی نسبت
خون میں دیکھ کہ موجود ہے کھاری لذت
پر فنا وزن میں آنے کی ہے مجھ میں ہی صفت
کھا کے سب جیتے ہیں سیر اب مجھے بے وقت
تھوڑا کھا کر ہی تجھے پھیرتی ہے منہ خلقت
سب سے پہلے یہ غذا چکھیں گے اہلِ جنت
جس کی قرآں کی تفاسیر میں لکھی ہے صفت
اصل میں کھاری ہے دریا کی ہے اُس میں رحمت

صحتِ جسم و بدن بخشنے کو بیماری سے
ہے نمک اول و آخر میں بھی کھانا سنّت

میوہ کے جھاڑوں کی دنیا میں جو ہے نشو و نما
خاک کی کھار سے ہے اصل میں اُنکی طاقت

ملح کی شان میں ارشاد ہیں کتنے اوصاف
دیکھ لو چلکے کتابوں میں حدیثِ حضرت

آب ہے چشمۂ زمزم کا جو دنیا میں ملیح
اُس کی ہے کوثر و تسنیم سے بڑھ کر وقعت

ہے دوا ہر مرضِ ظاہر و باطن کے لئے
ہاضم و دافع اسقام و مزیل علّت

کھارے دریا کا جو عالم میں کیا حق نے ظہور
کھار سے اُس کے ہوتا جسم زمین میں طاقت

ہے ثرید ایک میرا با نمکیں خبز و لطیف
فضل سے عایشہ صدیقہؓ کے دی ہے نسبت

لحم و بر کو جو ملا خاص سیادت کا خطاب
ایسی پھر سچ پہ تو بتا کس کو ملی ہے عزت

پکتی ہیں عرس و نیازات میں لاکھوں دیگیں
عمدہ بریانی کی - تاثیر ہو کھا کر خلقت

کھاتے ہیں شادی کے مہمان نکاحی مجھ پہ مدار
ہوتی ہے کھار سے ہر چیز میں خیر و برکت

ایک ہیں دیکھ علیؑ اور نمک کے اعداد
خاص ہے شاہِ ولایت سے مجھی کو نسبت

چشم انصاف سے گر دیکھیں تو ظاہر ہے یہ بات
نمکیں چہرۂ دلبر سے ہے سب کو رغبت

بھوکے بھٹکے سے کبھی تجھ کو بلا لیتے ہیں لوگ
رات دن مجھ سے رہا کرتی ہے سب کو الفت

گریز بطرف مدحتِ شاہ

تو نے اے میٹھی میاں کھارے جوابات سنے
سچ تو کہہ اور بھی باقی ہے تری کچھ حجت

پیٹ میں باقی حسد کا ہے اگر میٹھا درد
کرلے حاصل نمکِ شور سے مرے صحت

یہ نہیں ہے تجھے منظور تو چل شاہ کے پاس	ملے انصاف کی تا دونوں کو شہ سے لذت
شاہِ آصف کے ہیں ہم دونوں نمکخوار قدیم	فیصلہ دونوں کا وہ کرکے کریں گے رخصت

مطلع مدحت شاہ

یعنی وہ بادشہِ مُلکِ دکن ذی فطرت	میر محبوبِ علی شاہ سکندر شوکت
رونقِ تاج و نگین شاہِ سلیماں صولت	رشکِ جمشید و فریدوں شہِ دارا حشمت
آصفِ عہد سلیمانِ زماں شاہِ نظام	فخرِ کیخسرو و سلطانِ فلاطوں فطرت
ذی کرم رستمِ دوراں وارسطوئے زماں	والیٔ مُلک حضورِ دکن اعلیحضرت
منبعِ جودِ اتم معدنِ الطاف و کرم	مخزنِ علم و ہنر صاحبِ جاہ و رفعت
فتح جنگ اعظمِ اعیانِ جہاں آصفجاہ	ناصرِ دولتِ اسلام و معینِ ملّت
جگ میں ہے شہرۂ آفاق ملاحت اُسکی	تا بہ قندھار ہے شیریں سخنی کی شہرت
شہ کی چل سالہ ہے یہ سالگرہ کا جلسہ	ہے جو ہر ایک جگہ مجمعِ بزمِ عشرت
خوانِ دعوت پہ جو ہیں جمع یہ کھارے میٹھے	شکر و شیر کے مانند ہیں با اُلفت
شہ کے خوانِ کرم و فضل کے ہیں دلّہ ربا	جتنے آتے ہیں نظر ہم کو یہ اہلِ دعوت
ذاتِ پاک اُسکی ہے انوارِ کراماتِ جہاں	ہر مسِ قلب کو اکسیر ہے اُسکی صحبت
مصدرِ فضل و کرامات فریس اور زکی	صاحبِ دانش و فرہنگ و زکا ذی فطرت
مرجعِ اہلِ ہنر مظہرِ آیاتِ کمال	قدرداں شہرۂ فیض رسانِ خلقت

کیوں نہ دشمن کی اشارے سی کرے قطع اُمید
ابروئے خاص ہیں موجود ہی خنجر کی صفت

ہوتا ہے راہ میں اسطرح سواری کا عبور
جیسے گلزار میں بہتی ہی نسیم فرحت

عادل و باذل و ذی فطنت و علامۂ عصر
حامیٔ دینِ متیں نورِ چراغِ ملت

شہ کے اخلاق کی کیوں مہر تک پہنچے نہ ضیا
جلوہ گر ہے رُخِ روشن سے خدا کی قدرت

خنجرِ شہ سے کرے قصد جو دم بازی کا
موت دم بھر کی عدو کو نہ کبھی دے مہلت

عدلِ شہ سے نہیں کچھ بکریوں کو شیر کا خوف
ملی چوپانی کی ہی گرگ کو اُن پر خدمت

شاعر و عاقل و ذی فہم و ذکی تیز قلم
ماہر و علم و ہنر واقفِ رمز و حکمت

وصف میں اُس کے پھر اک مطلعِ پُر زور پڑھوں
تا ہو تحسیں کی صدا زیبِ بیانِ خلقت

مطلعِ دوم

شاہ کو دی ہی خدا نے وہ شجاعت کی صفت
رستم و سام و نریماں کے ہے دل میں ہیبت

در پہ حاضر ہیں کمربستہ بہم فتح و ظفر
بندِ شمشیر سے گویا کہ بندھی ہے نصرت

ظلمتِ ظلم کا باقی نہ رہا دہر میں نام
شاہ جس دن ہی اورنگ نشینِ عزت

ہر جگہ دہر میں ہی اُس کی سخا کا چرچا
بھول جائیگی نہ کیوں حاتمِ طے کو خلقت

شہِ عادل کی عدالت کا ہی جب سے شہرہ
باگ بکری کو ہی اک گھاٹ میں باہم اُلفت

قصد سے تیز ہی جو شاہ کے توسن کا خرام
صرصر و بادِ صبا میں یہ نہیں ہے عجلت

فیل خاصہ نہ ہو کیوں رفعتِ عالی کا کفیل
ہے مقامِ قدمِ رفعتِ اعلیٰ حضرت

رجوع بہ تصفیۂ مناظرہ

پر نمک کھارے کا سنکر یہ کلام پُرشور
میٹھا کہنے لگا بس اب نہ کرا گے حجت

میں بھی راضی ہوں کہ جو شاہ کرینگے فیصل
اُس کی تعمیل میں ہم کچھ نہ کرینگے علت

الغرض دونوں ہم حاضر دربار ہوئے
شاہ کے روبرو اپنی سی بنا کر صورت

شاہ نے دیکھ کے دونوں کو یہ ارشاد کیا
کس لئے آئے ہوے وقت خلافِ عادت

خاصہ کے وقت حضوری ہے تمہاری لازم
آنا بیوقت نہیں خالی ہے کچھ از علت

عرض دونوں نے کیا سچ ہے یہ ارشاد حضور
جلسۂ سالگرہ میں تھی ہمیں بھی دعوت

میٹھی تقریر سے جب بڑھ گئی ہم دونوں میں بات
شورہ پشتی کی بہم پہنچ گئی تھی نوبت

اِس لئے آئے ہیں ہم دونوں بہم فریادی
تا کہ اِس جھگڑے کو فیصل کریں اعلیحضرت

شاہ نے سن کے بیاں دونوں کا یہ فرمایا
دل میں تم دونوں کے افزود ہے نفسانیت

بڑھ گئی تم میں اسی سے ہے خصومت باہم
اِس لئے کرتے ہو اک دوسرے کی تم خفت

فیصلۂ شاہ

گرچہ میری بھی طبیعت کو ہے کھارا ہی پسند
پر نہیں میٹھی کے کھانے سے مجھے کچھ نفرت

خواہشِ نفس کو لیکن میں نہیں دیتا ہوں دخل
کیونکہ ہے عیب دمِ عدل لحاظِ رغبت

میں نہیں کرتا ہوں اسوقت کسی کا کچھ پاس
وہی کہتا ہوں جو ہے قابلِ عدل و نصفت

کرو تم دونوں نہ اک دوسرے کو اتنا ذلیل
خوانِ نعمت کے قدیمی ہو ملازم دونوں
دونوں کی شان میں جتنے ہیں احادیثِ نبیؐ
سب برابر رہیں دونوں کے فضائل جزئی
مائدہ حق سے جو نازل ہوا میٹھا کھارا
کیا رزّاق نے جب دونوں کو کھانے میں شریک

جس سے پیدا ہو خرابی کا اثر اور ذلّت
شکر و شیر کے مانند رہو باُلفت
اُن کے معنی میں نہ پیدا ہو کہیں کچھ علّت
نہ رہے ایک کو پھر دوسرے سے کچھ نفرت
من و سلویٰ ہے بس بھی دونوں میں شیرینی و قوت
پھر بیاں کیسے کوئی کر سکے اُن کی نعمت

دُعا برائے شاہ

ہو کے خوش دونوں نے دی ہاتھ اٹھا کر یہ دعا
کھارے اور میٹھے کا تا دہر میں یا ربّ ہے ظہور
با حلاوت رہے خورسند جہاں میں دائم
حلقۂ جشن یہ اس کا رہے عالم میں مدام
شہ کے بر آئیں زمانے میں مرادات دلی
درِ دولت کے جو دشمن ہوں رہیں خوار و ذلیل

رو بقبلہ تہِ دل سے یہ بخلوصِ نیت
شاہ آصف کا کشادہ رہے خوانِ نعمت
ہم نمکخواروں پہ یہ سایۂ ربّ العزّت
سب ہوا خواہ رہیں ملکے شریکِ دعوت
کٹے ہر روز مسرت میں بعیش و عشرت
رہے آباد ہمیشہ یہ بفتح و نصرت

یہ دُعا سن کے معلّی کہو تم بھی آمیں
کہ دعا گوئی ہے آبائی تمھاری خدمت

در مدحِ حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ

صبا کی سُن کے چمن میں وہ شور وغل سَن سَن — زبانِ حال سے شاکر ہے ہر گُلِ سوسن
خرامِ ناز سے خوبانِ باغ کا وہ چلن — وہ سرو کا لبِ جو طنطنہ وہ قد کی پھبن
گھٹا ہے چھائی ہوئی ہر طرف سے بادل کی — جھکی ہوئی ہے صراحی کی شرم سے گردن
مشامِ جاں ہے معطر گلاب کی بُو سے — مہک رہی ہے ہر اک سو جو نکہتِ گلشن
گلے کا ہار کہیں ہو نہ خارِ گردشِ دہر — اُٹھائے ناز سے خوبانِ باغ ہیں دامن
بہ شکلِ نائے گُلِ زنبق و گُلِ شبّو — کہیں بجاتا ہے شہنائی اور کہیں ارگن
ہر اک سمت سے جاں بخش چل رہی ہے ہوا — بہارِ عیش سے پھولا پھلا ہے سب گلشن
وہ عندلیب کی نغمہ سرائیاں سنکر — ہیں گوشِ گُل کی طرح دنگ نونہالِ چمن
وہ قمریوں کی صدا کوکنا وہ کویل کا — وہ چہچہے گل و بلبل کے اور وہ صوتِ حسن
بجا رہے ہیں جلاجل چمن میں برگِ شجر — ہیں راگ مالے کہیں بجتے اور کہیں ارگن
ہے دورِ ساغرِ مے بزمِ عیش میں جاری — جھکا کے شرم سے بیٹھا ہے محتسب گردن
ہے اعتدال پہ ہر گلرخِ چمن کا مزاج — کہ چل رہی ہے بہت معتدل ہوائے چمن
ہر اک قرینے سے سامانِ عیش ہے رکھا — بنا ہے باغ خوشی اور سرور کا معدن
جو اتفاق سے میں بھی بسیرِ باغ چلا — نگاہِ خاص سے محوِ نظارۂ گلشن

تعجبانہ تماشائیوں سے کرکے خطاب
یہ میں نے پوچھا کہ اِس جا ہے کون جلوہ فگن

یہ جمگھٹے ہیں خوشی کے ہر ایک جا کیوں جمع
ہر اک طرف ہیں چراغانِ عیش کیوں روشن

وہ ہنس کے کہنے لگے کیا تجھے نہیں معلوم
کہ شہ کی سالگرہ کا ہے جشنِ سرّ و علن

وہ شاہ عادلِ دوراں کہ جسکے عدل سے آج
ہے گوسپند کا اور شیر کا بہم مسکن

سُنے جو حال سخاوت کا اُس کی حاتمِ طی
بہ شوقِ دید لحد سے چلے بسوئے دکھن

جہاں میں اُس کی شجاعت کا جب سے ہے شہرہ
چھپے لحد میں نریمان و سام و گیو و پشن

بشکلِ زال ہو ہیبت سے رستمِ سگزی
بسانِ موم گلے خوفِ جاں سے روئیں تن

زبانِ کلک سے کیا ہوں رقم صفاتِ جمیل
ہے جس کے خُلق کا شہرہ ز روم تا لندن

پڑھوں میں مطلعِ برجستہ بزم میں اک اور
ہیں جمع باغ میں سب شاعرانِ ہند و دکن

مطلع دوم

نظامِ ملک شہِ ذی پناہ صاحبِ فن
سخی کریم شجاعت کا خُلق کا معدن

نہیں عدیل زمانے میں اس کا اک کوئی
نہیں نظیر کوئی اس کا زیرِ چرخِ کہن

نیام و تیغ سے اس کے بندھی ہے فتح و ظفر
ہے شہرہ اُس کی شجاعت کا روس تا جرمن

ہیں ظلِّ عاطفتِ حق میں دوست سب اُسکے
ہے زیرِ خنجرِ خونخوار گردنِ دشمن

ہو اُس کے جود سے محتاج بھی غنی پل میں
ہُما کے طرح سے ہو جس کے سر پہ سایہ فگن

صفائے رخ سے زمیں کھول دے گرہ دل کی
دکھا دے زلف کی کوئی حسین اگر اُلجھن

چھپا کے ابر میں رخ بھاگے مہر آگے سے	کہیں سے دیکھ لے بدلی ہوئی اگر چتون
ہے وصفِ شاہِ دکن حیطۂ قلم سے بروں	لکھے تو کیا لکھے تعریف کوئی اہلِ سخن
یہی ہے بس کہ کروں ختم میں دعا پہ کلام	کہ ہوں قدیم نمکخوار پادشاہِ زمن
الٰہی تا یہ رواں دورِ چرخ گردوں ہے	ہے تا یہ رشتۂ تارِ حیات زیبِ بدن
رہے یہ رشتۂ عمرِ حضور مستحکم	نہ پہنچے ان کو کبھی صدمۂ فساد و فتن
بہ ظلِّ عاطفتِ شاہ آل اور اولاد	رہیں خوشی سے زمانے میں سو ہزار قرن

قبول کر مرے مولا دعا معلّیٰ کی
ترے ہی فضل پہ ہے سب مدارِ اہلِ دکن

در مدح حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ

شہرت ہے ساقیا جو ترے فیضِ عام کی	حسرت بھری ہے دل میں مرے ایک جام کی
وہ جامِ مے کہ علّت و مشرب میں ہو حلال	اُس پر نہ رہ سکے کوئی تہمت حرام کی
ابرِ سیاہ مست کی گھنگور یہ گھٹا	کہسار پر ہے چھائی ہوئی دھوم جام کی
خمخانۂ کرم سے ترے جلد ساقیا	وہ دے شرابِ خاص جو ہی تیرے کام کی
حسرت سے جامِ بادۂ خورشید رنگ کی	صورت بنے ہلال نہ ماہِ تمام کی
میخانے میں بنا ہے میرا وہ ہمنشیں	مہلت نہ محتسب کو ملے روک تھام کی

پیر مغاں بھی دخترِ رز کا بنے مرید — بیعت نصیبِ شیخ کو ہو شیخ جام کی
کیفیتِ خمار میں اُس کے نہو کمی — لکھدے سند وہ شوق سے شیخ الاسلام کی
سرمست ہو کے حُبِّ خدا و رسول میں — شاغل رہوں ہمیشہ میں شہِ نیک نام کی
دوں دوں صدائے تہنیتِ شاہ کیوں نہ دوں — نوبت یہ دیر ہی ہے نہ صبح و شام کی
یعنے نظامِ ملک شہِ آصفِ زماں — شُہرت جہاں میں جسکے ہے خوش انتظام کی
اخلاق میں ہے اُس کے مسخر دلِ جہاں — کیا جال ہے بچھائی ہوئی اس نے دام کی
مقبول خلق اُس کے ہیں اخلاق سب حسن — توصیف کیا کروں شہِ عالی مقام کی
حامی ہیں جس کے حضرتِ محبوبؒ اور علیؑ — اِس نام کو ملی ہے مدد دونوں نام کی
یہ بھی اُسی کے وصف کا ہے فیض لا کلام — پُر ذائقہ جو طرز ہے میرے کلام کی
وہ شاہِ شاعراں ہے لکھوں کیوں نہ میں شعر — لازم ہے مقتدی پہ اطاعت امام کی
وصفِ کمالِ شاہ کے باعث ہے کیا عجب — و نعت پڑھے جو اِس غزلِ ناتمام کی

مطلع دوم مدحیہ

مدحت لکھوں میں کیا شہِ عالی مقام کی — طاقت ہے طاق خامۂ نازک خرام کی
سنتے تھے مدح سلطنتِ روم و شام کی — حالت ہے چشم دید ترے انتظام کی
اے شہ نظامِ ملک ترے حال پر مدام — کافی مدد ہے حضرتِ خیر الانام کی
خاتم کہیں گے کیوں نہ سلیمانِ جن و انس — ہو مُہر جس نگینے پہ آصف کے نام کی

شاہِ دکن کی ہیبتِ شمشیرِ عدل سے
کانپیگی روحِ رستم و گودرز و سام کی

خُلقِ حسن نے تیرے مسخر کیا جہاں
خواہش ہے آہوانِ رمیدہ کو رام کی

شانِ کلامِ شہ جو کلام الملوک ہے
مشہور سچ مثل ہے ملوک الکلام کی

اعدا میں بھی تیرے کلام و کمال ہے
تعداد حق نے رکھی ہے امن و زنام کی

کاملِ کمال ملکی برائے شہِ دکن
مقلوب بعض میں بنی صورت کلام کی

خاکِ قدم کے رتبۂ والا کو دیکھ کر
گردن خمیدہ چرخ نے بہرِ سلام کی

کیا کر سکے گا رشتۂ اُمید کو تہی
ہے طولِ عمرِ شاہ کو نسبت دوام کی

گھٹ گھٹ کے رشکِ عارضِ پُرنورِ شاہ سے
صورتِ ہلال کیوں نہ ہو ماہِ تمام کی

چھپ ہر جبیں ہو سامنے ترکانِ چیں اگر
ترکِ نگہ نے بات میں ترکی تمام کی

باطن ہو کیوں نہ پاک ترا صاف و صفا
ہے اصل نقطۂ آصفِ ذی احترام کی

ٹھوکر لگا کے چرخ نے زیرِ زمیں کیا
جم نے عدد ہیں کی جو مساوات بام کی

مشہورِ خلق ہوتی سخاوت تری اگر
شہرت جہاں میں ہوتی نہ حاتم کے نام کی

مخلوق تیرے عہد میں آزادِ غم سے ہے
ہے میرِ گنجفہ میں بھی بازی غلام کی

روشن دلی کی تیری چمک کیسے چھپ سکے
تیغِ ہلال کو نہیں حاجت نیام کی

طبعِ رواں کی مجھ کو روانی پہ ناز ہو
تعریف اگر لکھوں فرسِ خوشخرام کی

رفتارِ راہوار سے بادِ صبا کو بھی
پھر دوڑ میں نہ مل سکے نسبت قیام کی

تیرے سمندِ تیز سے گر ہمسری کرے
طاقت رہے نہ وہم میں بھی ایک گام کی

پہونچے غبارِ توسنِ شاہِ دکن اگر
چھپ جائے چھت بھی اس فلکِ سبز فام کی

خارج حدِ بیانِ زبانِ قلم سے ہے
توصیفِ فیل خاصۂ شاہِ نظام کی

جب اُس کے وصف کا کوئی ہوتا نہیں کفیل
اک شعر پر ہی اس کی ثنا اختتام کی

دہلیز شاہ کو کعبۂ مقصود جان کر
لے راہ بھول کر بھی نہ بیت الحرام کی

سب مِل کے اک زبان سے مداح ہیں ترے
خلقت فرانس و روس و حلب روم و شام کی

مخلوق غیر ملکی و اربابِ اہلِ مُلک
اے شاہ مدح خواں ہے تیرے فیضِ عام کی

ہوتا کبھی نہ اشرفی مہر کا چلن
ہوتی نہ مُہر سکہ میں گر تیرے نام کی

حاسد ترا ہزار کرے سر دمہریاں
پہنچے نہ مغزِ غوک میں نوبت زکام کی

خواہش صلہ میں کیا ہو زر و مال کی مجھے
محتاج جنسِ وصف نہیں کھوٹے دام کی

مطلعِ سوم دعائیہ

خدمت میں التجا ہے یہ ہر خاص و عام کی
مانگیں سلامتی شہِ عالی مقام کی

ہر دم دعائے شہ کے سوا مجھکو اور کچھ
خواہش نہیں ہے مال و زر و آب و طعام کی

دل سے کریں دعا ہی باخلاص اُٹھا کے ہاتھ
درج اُس دعا میں بات ہو سب کام کام کی

گر دیر ہے دعا میں تو آمین ہی کہیں
تائید ہی کریں مرے خالص کلام کی

باقی جہاں کا تا رہے یارب یہ سلسلہ
جب تک لگی ہے دہر کو نسبت قیام کی

آصف کو جاہ و ملکِ سلیماں حصول ہو
ملجائے عمرِ خضر علیہ السّلام کی

یارب یہ شاہِ ملکِ دکن فضل سے تیرے
ہیبت سے تیغِ شاہ کی دشمن کا دل کٹے
دائم رہے پناہ میں خیر الانام کی
نوبت نہ آنے پائے خروجِ نیام کی
افزوں شہِ دکن کی معلی ہو عزوجاہ
بڑھتی رہے جہان میں دولت نظام کی

مسدس در مدح حضرت غفران مکاں علیہ الرحمہ

نظام الملکِ عالم تا سپرِ نوعِ انساں ہو
خیالِ عدل تا محبوبِ طبعِ شاہ و سلطاں ہو
نگینِ خاتمِ ہستی پہ تا نامِ سلیماں ہو
سپہرِ ناظمِ دورِ جہاں تا نظمِ دوراں ہو
علم شاہی کا جب تک و رعلم کی تا علو شاں ہو
نظام الملک آصفجاہ یارب شاہِ شاہاں ہو

درِ محبوب پر تا عاشقوں کی جبہہ سائی ہے
یہ دونوں نام کی تعریف میں تا رہنمائی ہے
علیؑ شیرِ خدا کو تا دمِ مشکل کشائی ہے
ہر اک دشواری و مشکل کی تا اُن سے بھلائی ہے
تری ہر مشکل اے شاہِ دکن عالم میں آساں ہو
ترا حامی علیؑ مشکل کشا محبوبِ سبحاں ہو

سحابِ بخششِ حق سے ہو تا عالم کو فراوانی
بسوئے ابر جب تک آبِ دریا کی ہے جولانی
کفِ امواجِ دریائے کرم کو تا ہو طغیانی
برستا تا رہے عالم میں ابرِ فیض سے پانی

تری جود و سخا کا ہر بشر اے شہ ثنا خواں ہو
تری ذاتِ مبارک بہرِ رحمت ابرِ نیساں ہو

شرابِ عشق کا معدن ہو تا خمخانۂ وحدت
ہے اس بادہ میں جب تک نشۂ و مستی کی کیفیت

خلائق کی ہے سوئے بادۂ توحید تا رغبت
خمارِ عیش و عشرت سے ہے تا مئے خوار کو نسبت

تری سرشاریٔ محفل کا جامِ جم کو ارماں ہو
تری بزمِ طرب میں دورِ جامِ عیش ہر آں ہو

اثر جب تک ضیائے نور کا باقی رہے جاں میں
تجلی روشنائی کی ہو تا سروِ چراغاں میں

چمک ہو پرتوِ خورشید کی لعلِ بدخشاں میں
ملے روشن دلوں کو لطف تا انوارِ ایماں میں

ضیائے رخ تری غیرت فزائے مہرِ تاباں ہو
ترا یہ جلسۂ سالِ ولادت زیبِ دوراں ہو

شہانِ دہر میں باقی ہے تا نسبت عدالت کی
ہے جب تک تاجداروں کو ہوس تخت اور دولت کی

تمنا تا جہاں میں حاکموں کو ہے حکومت کی
امیروں کو ہے تا دنیا میں خواہش نام و نوبت کی

ترا اورنگِ شاہی غیرتِ تختِ سلیماں ہو
فلک زیرِ نگیں ہو ہفت کشور زیرِ فرماں ہو

زمانے میں ہے جب تک نام باقی شادمانی کا
وثیقہ خضر کو جب تک ہے عمرِ جاودانی کا

اثر تا عالمِ ہستی میں ہے فرحت رسانی کا
بہارِ باغِ عالم میں ہے تا گل مہربانی کا

ترا دل اے شہِ جم جاہ دائم شاد و فرحاں ہو

ہمیشہ تیرے گھر عیش و طرب شادی کا ساماں ہو

حرم اور دیر میں جب تک کہ یہ آثار باقی ہیں
بہم جھگڑے میانِ کافر و دیندار باقی ہیں
نشانِ رشتہ ہائے سبحہ و زنار باقی ہیں
ظہورِ کفر و ایماں کے یہ تا اسرار باقی ہیں
ترا در مرجعِ کل مصدرِ اغراضِ انساں ہو
ترا مداح عالم میں ہر اک ہندو مسلماں ہو

ہے جاری ابرِ نیساں کا کرم تا بحرِ عماں پر
ہے تا دریائے رحمت کا اثر ہستی ہر انساں پر
صدف کے جسم کا تا دل ہے مائل گوہرِ جاں پر
نظر قطرہ کی تا خالق کے ہے فیضِ دُر افشاں پر
درِ مقصود سے خالی کبھی تیرا نہ داماں ہو
ہمیشہ کامیابی سے شہا دل تیرا فرحاں ہو

حوادث پر رواں تا بادبانِ دورِ عالم ہے
طنابِ بے ستوں پر تا قیامِ چرخِ پرخم ہے
ہوا میں ہل رہا تا پردۂ زنگار کا دم ہے
سفینہ ابر کا جب تک روانہ جانبِ یم ہے
تری اس کشتیٔ اجزائے تن کا حق نگہباں ہو
تری دریا دلی سے دور پیچِ موجِ طوفاں ہو

ہر اک بندہ پہ ہے تا فیضِ انعامِ الٰہی کا
عطا رزاق کی تا رزق ہے ہر مرغ و ماہی کا
ہر اک دل تا رہے اُمیدوارِ انعامِ شاہی کا
بہی خواہوں کو تا دعویٰ ہے اپنی خیر خواہی کا
کشادہ سارے عالم میں ترے انعام کا خواں ہو
خمیدہ گردنِ مخلوق زیرِ بارِ احساں ہو

دلِ شاعر کو تا فرحت رہی اشعارِ رنگیں سے
تعلق نثرِ طائر کو رہے تا نظمِ پروین سے
سخن گویوں کو تا نسبت رہی نظمِ خوش آئیں سے
ہو تا قدرِ سخن ہر قدرداں کو چشمِ حق بیں سے

زباں تیری معلّٰی وصفِ شہ میں گوہر افشاں ہو
(غفران مکاں علیہ الرحمۃ)
تِرا ممدوح دائم میر محبوب علیخاں ہو

مسدس

(جو)
مدرسۂ نظامیہ حیدرآباد دکن کے سالانہ جلسہ میں پڑھا گیا تھا

اُمّ الصفاتِ خالقِ کون و مکاں ہے علم
بے مثل وصفِ حضرتِ ربِّ جہاں ہے علم
عالم تمام جسم ہے رُوحِ رواں ہے علم
حق پوچھئے تو پہلی خدائی کی شاں ہے علم
کونین میں ظہور شیونِ عظیم کا
جاری ہے فیضِ علمِ خدائے علیم کا

اعیانِ ثابتہ سے جو ہر اک ظہور ہے
پھیلا اسی کا سارے زمانے میں نور ہے
دراصل علمِ حضرتِ ربِّ غفور ہے
روشن اُسی چراغ سے ہر شمعِ طور ہے
عالم میں جو اُمور سپید و سیہ کے ہیں
جلوے تمام یہ صورِ علمیہ کے ہیں

علمِ خدائے پاک کا کیا وصف ہو بیاں
دخلِ حدوث وصفِ قدیمی میں ہے کہاں

ظاہر ہے وہ جنابِ الٰہی کی خاص شاں
مطلق کا حال کیسے مقیّد پہ ہو عیاں

چھوٹی زباں سے کیسے بڑی بات بن سکے
دریا کا پانی چھلنی میں کس طرح چھن سکے

حادث جو علم عکس ہے علمِ قدیم کا
پھر ہم ادائے وصف کا دعویٰ کریں تو کیا

وصف اُس کا بھی تو ہم سے نہیں ہوتا ہے ادا
خود علم اُس کا پورا کسی کو نہیں ہوا

جب رَبِّ زِدْنِی علما کا حضرت کو حکم ہے
ہر کوئی اُس کے دعوے میں ہم صُمٌّ بُکمٌ ہے

جس علم کی طلب پہ ہیں مامور اہلِ دیں
تا بے نصیب اُس سے نہ رہ جائے عالمیں

ظاہر فضائل اُس کے تو کرنا ہے بالیقیں
اُس کی طلب ہے فرض ہو گرچہ بہ ملکِ چیں

یہ علم وہ ہے جس پہ ہے ایمان کا قیام
دنیا و دیں کا اِس پہ ہے موقوف انتظام

اِس پر تمام اصلِ تمدّن کا ہے مدار
دنیا و آخرت کا اُسی پر ہے انحصار

ہمدرد و اتفاق کا ہے وہ مآلِ کار
اوصاف اُس کے گرچہ ہیں بیحد و بیشمار

لکھتا ہوں اُس کے چند فضائل میں مختصر
جس کی ملی ہے مجھکو احادیث سے خبر

ہوتی اسی سے حق کی شناسائی ہے حصول
ہوتے اِسی سے کام ہیں بندوں کے سب قبول

سب کا رنیک کے ہیں اسی میں عیاں اصول	عاجز ہیں جنکی فہم سے جہّال کی عقول

نورِ قدیم چمکے جو یہ رہنمائی کا
ہو جائے گل چراغ نئی روشنائی کا

تحصیلِ علمِ دیں ہے فزوں تر جہاد سے	ہوتے عمل قبول اسی کی ہیں یاد سے
بچتا ہے مومن اس کے ہی باعث فساد سے	محفوظ رکھتا ہے یہ حوادث کی باد سے

دونوں جہاں میں باعثِ امن و اماں ہے یہ
امراضِ باطنی کا مسیحِ زماں ہے یہ

اس علم ہی سے دونوں جہاں کی نجات ہے	نارِ سقر سے بچنے کی کامل برات ہے
سرمایۂ ممات و متاعِ حیات ہے	کونین کا وسیلہ یہی ذی صفات ہے

دنیا و آخرت کا سکھاتا ہے کام یہ
دونوں جہاں میں کرتا ہے بس نیکنام یہ

مہرِ شرف ہے برجِ سعادت کا ماہ ہے	جنت کو پہنچ جانے کی سیدھی یہ راہ ہے
دنیا و دیں میں باعثِ امن و رفاہ ہے	رہبر یہی ہے ہادیِ راہِ اِلٰہ ہے

طالب جو اس کے ہیں وہی مؤمن سعید ہیں
قطعی جہنمی ہیں جو اس سے بعید ہیں

اس کی طلب میں لوگ جو گھر سے کریں سفر	بحکمِ خدا سے آ کے ملائک بہ کرّ و فر
اُن کے قدم کے نیچے بچھاتے ہیں اپنے پر	ارشادِ شاہِ دیں سے ہے ثابت یہ مشتہر

اِن عالموں کا وزن سنا ہے یہ یومِ دیں
ہوگا زیادہ خونِ شہیداں سے بالیقیں

اِس علم کے حصول سے غفلت ہے کیوں تمھیں
ٹھیرا ہوا خیالِ جہالت ہے کیوں تمھیں
اِس کی طلب ہی باعثِ ذلت ہے کیوں تمھیں
اِس سے بہا خزانے سے نفرت ہے کیوں تمھیں

بدنام کرتے کیوں ہو بزرگوں کے نام کو
سونچو ضرور اپنے تم ہر ایک کام کو

شرماؤ اہلِ مذہب باطل کو دیکھکر
مصروف اپنے دین کے ہیں کاموں میں کسقدر
حالات پر تو اُن کے کرو غور سے نظر
کیسی خوشی سے دیتے ہیں امدادِ مال و زر

تم ہو کہ تم کو کچھ نہیں اسلام کا خیال
اسلاف پر نظر ہے نہ کچھ نام کا خیال

تم کو نہ دینِ حق کا کبھی کچھ خیال ہے
ہوتا فضول کاموں میں سب صرف مال ہے
کچھ خوفِ عاقبت ہے نہ فکرِ مآل ہے
غفلت کا کسقدر پڑا آنکھوں پہ جال ہے

مائل نہ اِس طرف کبھی کرتے ہو دل کو تم
مقصود جانتے ہو فقط آب و گِل کو تم

سونچو تو علمِ دیں کی نہ تائید ہو اگر
ہوگا غلو مذاہبِ باطل کا کس قدر
دار و مدار دین کا ہے جس پہ منحصر
اولاد کی ہی خوبی پہ کچھ تو کرو نظر

مفقود اہلِ علم اگر ہوں جہان سے

اعدائے دیں کی بچ نہ سکوگے زباں سے

دینی نہ مدرسوں کا وجود اب میں ہے — اک مدرسہ نظامیہ ملک دکن میں ہے
گویا کہ ایک روح زمانے کے تن میں ہے — خوبی کا جسکی شہرہ ہر اک اہل فن میں ہے

آتے ہیں لوگ اُٹھا کے یہاں سختی سفر
تحصیل علم دینی سے ہوتے ہیں بہرہ ور

چند اہل دیں کی ذات پہ اسکا ہے انتظام — حامی فقط ہے خرچ کا اُس کے شہ نظام
اُس کو خدا رکھے مع اولاد نیک نام — باعدل و داد دہر میں وہ خوش رہے مدام

ادنیٰ اُسی کی ایک توجہ کا ہے ظہور
اس مدرسہ کا پھیلا زمانے میں ہے جو نور

ہر چند مدرسہ جو یہ مصروف کار ہے — جس پر نزول رحمت پروردگار ہے
مصرف کا جس کے شہ کی عطا پر مدار ہے — چندا مریں ترقی کا اُمیدوار ہے

کثرت جو طالبین و حوائج کی بڑھ گئی
افزود خرچ سے کمی آمد میں پڑ گئی

آتے ہیں جو یہاں طلبا دور دور سے — ترک و حجاز و مصر و غزنیں سے غور سے
مدراس۔ دہلی۔ لکھنؤ اور رام پور سے — ہو کر جدا وطن کے سب اپنے اُمور سے

شوق حصول علم میں راہ خدا کے وہ
آتے ہیں سختیوں کو سفر کی اُٹھا کے وہ

اِن شوقیوں کی تاب مُدارا نہیں ہمیں
واپس بھی اِن کو کرنا گوارا نہیں ہمیں
اور بارِ صرف اُٹھانیکا یارا نہیں ہمیں
اِس کے لئے کہیں سے سہارا نہیں ہمیں

محتاج مدرسہ ہے اِسی انتظام کا
آمد پہ ہی مدار ہے ہر ایک کام کا

اِن اہلِ شوق کیلئے کھانا ضرور ہے
رہنے کے واسطے بھی ٹھکانا ضرور ہے
اُن کے لئے لباس بنانا ضرور ہے
درس اور کتب کا خرچ اٹھانا ضرور ہے

آمد کے مد سے خرچ کا مد ہے بڑھا ہوا
ہے جس کا بار چند سخی پر پڑا ہوا

حضراتِ مومنیں سے ہماری ہے التجا
اِس کارِ خیر کی بھی تو جانب ہو رخ ذرا
دنیا کے کام میں تو ہو مصروف برملا
آخر یہ آخرت میں تمہیں کام آئے گا

کرتے ہو صرف سیکڑوں کارِ فضول میں
دو کچھ کبھی تو راہِ خدا و رسول میں

فضلِ خدا سے لاکھوں غنی دکن میں ہیں
نام آوری کے شہرۂ آفاق فن میں ہیں
مشہور اہلِ خُلق و سخاوت زمن میں ہیں
اکثر غیور و اہلِ سخا مرد و زن میں ہیں

گر مدرسہ پہ لطف کی ادنیٰ نظر کریں
دامن کو اُس کے گوہرِ مقصود سے بھریں

ادنیٰ سے ادنیٰ کس اگر اک دو آنہ دیں
اور ہفتہ عشرہ میں بھی نہیں وہ بہانہ دیں

اِس سے بھی کچھ زیادہ اگر دیں وہ یا نہ دیں — ہر حال کچھ تو دیں وہ کسی بھی بہانہ دیں

دنیا ہے کارِ خیر کا رکھیں یہ خوب یاد
ناٹک کے کچھ ٹکٹ کی رقم سے نہیں زیاد

دوگے یہاں جو ایک تو دس ہے لے پاؤ گے — جنت میں بھی مزے تم اسی سے اُڑاؤ گے
اِس کی مدد میں تم نہ اگر کام آؤ گے — سمجھو یقیں کہ نارِ جہنم میں جاؤ گے

ادنیٰ سی بات کیلئے کیوں زک اُٹھاتے ہو
راہِ خدا کو چھوڑ کے آتش میں جاتے ہو

ہے تم کو پاسِ عزتِ اسلام کچھ اگر — اِس دینی مدرسہ کی طرف بھی کرو گزر
سب اُس کے حالِ آمد و مصرف کو دیکھ کر — ممکن ہو جتنی اُس پہ کرو لطف کی نظر

غیرت تمھاری کرتی ہے کیا بات یہ قبول
یا کر عروج مدرسہ حاصل کرے نزول

انجامِ کار دل میں ذرا اپنے سوچ لو — سنکر یہ حق کلام نہ آزردہ دل ہو
یہ پندِ خیر خواہ کی دل جان سے سنو — دنیا میں رہ کے جانبِ دیں بھی توجہ کرو

دُنیا نہ بہرِ خواب و خور و مقدرت ہی ہے
سمجھو ذرا کہ مزرعۃ الآخرت بھی ہے

یہ سامعہ خراشی حضرات میں نے کی — اِس کے سبب سے آپ کو تکلیف بھی ہوئی
عفوِ قصور کا ہوں ندامت سے ملتجی — کرتا دعا ہے تم [illegible] کہیں سبھی

یا رب ہے تو غنی ترے محتاج ہم ہیں سب
خواہاں مدد کے تیرے سے ہی آج ہم ہیں سب

تیرے حبیبِ پاک کی اُمّت جو ہے تباہ
پھیر اِن کو راہِ دیں کی طرف ہے جو سیدھی راہ

صدقے سے اپنی شانِ کریمی کے اے اِلٰہ
سُن لے یہ التجائے مُعلّائے دادخواہ

کر کے ہمارے سارے گناہوں سے درگذر
اپنے کرم سے لطف و عنایت کی کر نظر

واقف ہے تو کہ خاصؐ جو بندہ ہے اک ترا
روشن ہو دینِ پاک ترا تاکہ جا بجا

قائم ترے بھروسہ پہ یہ مدرسہ کیا
اُس مدرسہ کو تو ہی اب آفات سے بچا

شاہِ دکن جو دین کے حامی کار ہیں
وہ بھی ترے ہی فضل کے اُمیدوار ہیں

دائم انہیں بعزّت و اقبال و جاہ رکھ
دشمن کو اُن کے خوار و ذلیل و تباہ رکھ

اور حکمراں انہیں صد و سی سال شاہ رکھ
اولاد پر بھی ان کے کرم کی نگاہ رکھ

حاصل انہیں مدارجِ ہر دو جہاں رہیں
شاہی پہ بامرادِ دلی حکمراں رہیں

اِس مدرسہ کے جتنے ہیں یارب معاونیں
تیرے سوا کسی کے نہ محتاج ہوں کہیں

برلا تو سب مرادِ دلی ان کی بالیقیں
اور دوسرے بھی جتنے ہیں عالم میں اہلِ دیں

دونوں جہاں میں اُن کو تو آباد و شاد رکھ

دائم بعزّ و جاہ انھیں بامراد رکھ

یارب تو عیب پوش و رحیم و غفور ہے
تیرے کرم کا دہر میں جبتک کہ نور ہے

جب تک جہاں میں علم کا تیرے ظہور ہے
قائم زمانہ تا اثرِ نفخِ صور ہے

اس مدرسہ کا جاری یہ فیضِ مدام ہو
مقصودِ اہلِ مدرسہ حاصل تمام ہو

دُعائیہ

ترجیع بند

در مدح حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ

جب تک انسان کو تمنائے زر و مال رہے
حافظ اے شاہ ترا خالقِ افعال رہے
دشمن اے آصفِ دوراں ترا پامال رہے

دِل میں جب تک طلبِ دولت و اقبال رہے
تجھ پہ دائم مددِ باطنِ ابدال رہے
سارے عالم پہ ترا سایۂ اجلال رہے

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

قابلِ حل ہے ثریا کا یہ جب تک عقدہ
بخت یاور رہے۔ ہو عمر فزوں تیری شہا

دھر کی عمر کا مضبوط ہے جب تک رشتہ
رہے دائم یہ تری سالگرہ کا جلسہ

بجتا عالم میں رہے تیری خوشی کا ڈنکا — خضر والیاس بھی کرتے رہیں ہردم یہ دعا

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

لولوئے چرخ سے آباد ہے تا بزمِ نجوم — رقصِ زہرا پہ ستاروں کا ہے جبتک یہ ہجوم
اے شہِ ملکِ دکن واقفِ اسرارِ علوم — عیش و عشرت کی ترے گھر میں ہمیشہ رہے دھوم
رات دن ہوتے رہیں فرحتِ شادی کے رسوم — نغمۂ نے سے یہ ہوتا رہے مضمون مفہوم

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوش حال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

خضر کے عمر کی تا دہر میں باقی ہے مثال — تو سلامت رہے اے بادشہِ نیک خصال
عمرِ آئندہ کی مضبوط گرہ ہو ہر سال — کچھ گھٹا رشتہ تو کیا عقد کی بڑھتی ہے چال
بدر بنتا ہے وہی مہ ہے جو گھٹتا ہے ہلال — یہ دعا دیتے رہیں تجھکو سب اربابِ کمال

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوش حال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

جب تلک اس سلطنتِ دورِ فلک کا ہے قیام — مسندِ چرخ پہ ہے تا شہِ خاور کا مقام
خسروِ ملکِ دکن اے شہِ ذیجاہ نظام — رہے تجھ پر نظرِ عاطفتِ خیرِ انام
نام والوں میں ترا یکتی سے مشہور ہو نام — یہ دعا کرتے رہیں تیرے لئے خاص و عام

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوش حال رہے

جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

عدل و انصاف سے جبتک ہے زمانہ آباد ظلم و بیداد کی مذموم رہے تا بنیاد
عدل سے تیرے مٹے ظلم رہے عالم شاد ملکِ دنیا میں ہو مشہور ترا شہرۂ داد
اہلِ دیں مل کے سب اخلاص سے با صدق و سداد دیں دعا تجھکو یہ اے بادشہ نیک نہاد

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوش حال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

نام تا جود و سخا کا ہے عالم میں عیاں تا رکھیں دستِ سخاوت کو سب اربابِ جہاں
رہے عالم پہ تری جود و سخا کا احساں حاتمِ طے سے زیادہ ہو ترا وصف بیاں
مدح خواں جود کا تیری رہے اک اک انساں شعرِ برجستہ یہ ہر اک کے رہے وردِ زباں

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

جب تلک آباد گلوں سے ہے جہاں کا گلشن طرب انگیز رہے تا جلوۂ نسرین و سمن
میر محبوب علی خلد اللہ ملکہ بادشہ ملکِ دکن آرزو کا تری دائم رہے سرسبز چمن
شکر میں تیرے شگفتہ رہے غنچوں کا دہن شعر پڑھتے رہے ہر دم یہ زبانِ سخن

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

مے توحید سے جب تک ہے جہاں مستِ خمار بادۂ عشقِ الٰہی سے ہے تا دل سرشار

جامِ صحت سے رہے گرم ترا یہ دربار
محفلِ عیش ہو مشہور تری نیک شعار
دُردِ اسقام سے تو دُور رہے بلبلِ نہار
کرے یہ نغمہ سرائی ترا مطرب ہر بار

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

تا چلن دام و درم کا ہے بنی آدم میں
سکّہ جاری رہے شاہی کا تری عالم میں
اشرفی سے نہ بچے پیسہ ترا کچھ کم میں
لوگ تا باندھا کریں زر گرہِ محکم میں
قدر بڑھتی رہے سکہ کی ترے ہر دم میں
یہ کھدا نقش رہے سکۂ ہر درہم میں

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

تا شجاعت کا رہے دل پہ شجیعوں کا اثر
بیخِ اعدا کو کرے قطع تری تیغِ ظفر
نامرادی کے سوا کچھ نہ ملے ان کو ثمر
تیغ تا پھل سے ہے اور پھول سے ہے سر بہ سپر
خاک و خوں میں رہے جسم ان کا تڑپتا ہے
دیکھکر تیری شجاعت یہ کہیں اہلِ ہنر

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

رونقِ شعر سے تا سینہ منوّر ہووے
تیری مداحی میں شاہا یہ زباں تر ہووے
وصف تیرا ہی اسے قندِ مکرر ہووے
خواہشِ مال نہ دل میں طلبِ زر ہووے
مدح خواں تیرا معلّائے سخنور ہووے
شعرِ برجستہ زباں پر ہی از بر ہووے

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

رقعہ

سفارشِ مرزا قادر بیگ ملازم حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ صدر الصدور و معین المہام امور مذہبی سرکار عالی

بندۂ خاصِ خداوندِ کریم — اے جنابِ مولوی عبد[1] الرحیم
عبد[3] رزاق اے مہِ برجِ سخا — خواجہ[2] ابراہیم حاجی ذی وفا
آپ سے حضرات کا فیض اتم — دہر میں جاری رہے دائم بہم
ڈھونڈے کوئی گر جہاں میں کر کے سیر — دوسرا پائے نہ کوئی اہلِ خیر
مرجع و ملجا غریبوں کے ہیں آپ — قدرداں صاحب نجیبوں کے ہیں آپ
ہے سخاوت آپ کی حد سے فزوں — شرم سے جس کی ہے حاتم سرنگوں
ہے تمھاری ذات بے شل و عدیل — سایہ گستر تم پہ ہو ربِّ جلیل
شاد و خرّم دہر میں دائم رہو — تا صدی سال تم قائم رہو
بعد ادائے سنتِ خیر الانام — خدمتِ والا میں ہے غرض سلام

[1] مولوی عبدالرحیم صاحب مکین سمستان الوبخیہ النمبر (۲ و ۳) سے مراد اُن کے منجھلے چھوٹے بھائی ہیں۔

مرزا قادر بیگ یہ مسکیں گدا | فکرِ عقدِ بنت میں ہے مبتلا
ہو جو حالِ زار پر پاس کے نظر | اجر حق دیگا تمھیں المختصر
اب زیادہ کیا کروں عرضِ کلام | ہو مدد پر آپ کی خالق مدام

سفارش نامہ

لعل محمد ملازم حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی سفارش میں مولوی عبدالرحیم صاحب وکیل سمستانِ بالونچہ اور اُن کے بھائیوں کے نام

جناب مولوی عبدالرحیم عالیجاہ | تمھارے نام سے ظاہر ہے شانِ رحیم آلہ
جو خاص بندے خدا کے رحیم کے تم ہو | تمھاری ذات میں حق نے رکھی ہے رحم کی خو
ہے تم میں شانِ غریبوں پہ رحم کرنیکی | اسی لئے تمھیں خالق نے عزّ و دولت دی
جو بھائی دوسرے رزاق کے ہیں عبد یقیں | ہے اِن میں رزق غریبوں کو دینے کی آئیں
ہیں بھائی تیسرے چھوٹے جو خواجہ ابراہیم | ہے بھائی حضرت خلیل اِن میں مقیم
جو تینوں بھائی بھی تم اسم با مسمّی ہو | بعزّ و جاہ دوا گا رکھے خدا تم کو
پس از ادائے سلام نیاز عرض یہ ہے | کہ اِس رقیمہ کا حالِ غریب [illegible]
قدیم خاص ملازم ہے میرے حضرت کا | جو ساتھ حضرتِ والا کے [illegible]

مدینہ مکہ میں بغداد و مصر میں ہر جا
اسی پہ خدمتِ حضرت کا بار تھا پورا

بہت ہی نیک نمازی یہ با دیانت ہے
مسمی لعل محمد یہ ذی اطاعت ہے

ہے ہمرہی میں جو حضرت کی آج تک مامور
یقیں ہے آپ بھی پہچانتے اسے ہیں ضرور

پسر کی اس کے ہے تقریبِ تسمیہ خوانی
اداے رسم کی اس کو ہے فکر و حیرانی

کمک کا آپ ہی حضرات سے ہے خواہاں
کہ تا ادا ہو وہ رسمِ طریقۂ ایماں

عطا جو آپ اسے کچھ بقدرِ حال کریں
مجھے بھی داخلِ حسنات اور نہال کریں

قدیم دوست جو ایک آپ کا معلی ہے
امیدوارِ سفارش قبولیت کا ہے

تواریخ

تاریخ وفات نواب حیدر علیخاں حیدر حیدرآبادی مرحوم و مغفور

آفتابِ برجِ چرخِ شاعری
حیدرِ معجز بیاں غفراں پناہ

بست و سیوم اور سہ شنبہ کے دن
سنہ پہر اول جمادی کا تھا ماہ

غم میں ہم کو چھوڑ کر سوئے جناں
جب ہوا راہی وہ رشکِ مہر و ماہ

مبتلاے رنج و غم کرکے ہمیں
دارِ فانی سے جو لی جنت کی راہ

اور مجھے اس صدمۂ جانکاہ میں
فکر تھی تاریخ کی شام و پگاہ
اے معلّیٰ دل نے رو رو کر کہا
(مرگئے اُستاد مشفق آہ و آہ)
۱۲۸۴ھ

قطعۂ تاریخ فی البدیہ

دستِ سبحان خاں سے ورزش میں
منہ پہ مگدر جو اُن کے چھوٹ گیا
دانت ٹوٹتے ہی یوں معلّیٰ نے
کہی تاریخ (دانت ٹوٹ گیا)
۱۲۹۲ھ

قطعۂ تاریخ تولد دختر امیر الدین صاحب پونیری منشی فاضل پونیر

امیر الدین صاحب کو خدا نے
جو دی پیری میں دختر فرحت انگیز
معلّیٰ نے کہی تاریخ اس کی
پرانی شاخ کا میوہ دل آویز
۱۳۰۴ھ

در تشریف آوری نواب فصیح الملک داغ دہلوی مرحوم

فنِ استادِ شاعری کے لئے
تھی ضرورت دکن میں اک بھاری
میں نے داغ آتے ہی کہی تاریخ
داغ ہے اب دوائے بیماری
۱۳۰۷ھ

در تہنیت سرفرازی نواب سر آسمانجاہ بہادر (مرحوم) بعہدۂ وزارت

بشیر الدولہ لندن سے دکن میں
وزارت لے کے جب تشریف لائے

معلّی نے کہی تاریخ اُس کی — وزیرِ اعظم نوّاب آئے
۱۳۱۴ھ

تاریخ تصنیف کتاب عقل مُصنّفہ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ

حکم سے حضرت مصنف کے — طرزِ عمدہ پہ جب کتاب چھپی
سال فصلی کہا معلّی نے — خوب اچھی کتاب عقل لکھی
۱۳۱۵ف

در تہنیت جشن جوبلی چہل سالہ حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ

اُس کی افزونیٔ عمر و جاہ کی مانگیں دعا — جو شہِ عادل نظام الملک آصفجاہ ہے
کر معلّی اس ہمایوں جشن کی تاریخ عرض — کیا مبارک قدر جشن جوبلی شاہ ہے
۱۳۲۳ھ

قطعۂ وفات امیر الشعراء منشی امیر احمد مینائی امیر علیہ الرحمہ

امیر احمد استادِ شاعرانِ زماں — بلا کے ہند سے جنکو یہاں قضا لائی
سن اُن کی موت کا فصلی کہا معلّی نے — دکن سے خلد میں پہنچے امیر مینائی
۱۳۱۶ف

در تہنیت ولادت با سعادت نواب احمد محی الدین علیخاں شہزادہ حضرت آصف سادس غفراں مکاں علیہ الرحمہ

دیا حق نے اک اور فرزند شہ کو — ہو عمر اس کی با جاہ و دولت زیادہ
کرو عرض سالِ تولد معلّی — شہا یہ مبارک تجھے شاہزادہ
۱۳۲۵ھ

دیگر

دو شہزادے دئے خالق نے اس سال	خوشی کا جشن ہو دُونا مبارک
سن مولد معلّٰی نے کیا عرض	دو شہزادے تجھے شاہا مبارک
	۱۳۲۵ھ

در تہنیت ولادت باسعادت نواب شجاعت علیخان بہادر شہزادہ حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ نبیرہ حضرت غفرانمکان علیہ الرحمہ

ہوا دوم بھی ولی عہدِ ملک کو فرزند	کہ ان کی عمر الٰہی ہزار سالہ ہو
کیا یہ عرض معلّٰی نے مصرعۂ تاریخ	تجھے نبیرۂ دوم مبارک اے شہ ہو
	۱۳۲۵ھ

تاریخ افتتاح مدرسۂ دینیہ واقع گلبرگہ شریف (دکن)

سعیِ جناب یوسف الدین صوبہ دار سے	قائم یہ فیضِ مکتبِ تحسینیہ کا ہے
لکھا یہ سال فصلی معلّٰی نے فی البدیہ	آج افتتاح مدرسۂ دینیہ کا ہے
	۱۳۱۸ ف

در تہنیت عقد...... فرزند ارشد علی صاحب

شادی خلعت کی میرے مشفق نے کی معلّٰی سے	دائم حصول اُن کو ہر مقصدِ دلی ہو
میں نے کہا سن اُس کا اخلاص کی زباں سے	بیٹا بہو مبارک اے ارشدِ علی ہو
	۱۳۲۶ - ۱ = ۱۳۲۷ھ

تاریخ غسل صحت شہزادہ بلند اقبال

شفا شہزادے صاحب نے جو پائی
سنِ صحت معلّٰی نے کیا عرض
ہو عمر ان کی صد و سی سال افزوں
اب ان کو تندرستی ہو ہمایوں
۲۷ھ ۱۳

در تہنیت مراجعت فرمائی حضرت غفرانمکاں علیہ الرحمہ

للہ الحمد شاہ ملک دکن
عرض تاریخ کی معلّٰی نے
بامراد آکے کرکے طے رہِ دور
بمبئی جاکر آج آئے حضور
۱۳ ۲۷ھ

تاریخ طبع مقاصد الاسلام حصہ اول مصنفہ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ

خدا کا شکر ہوا طبع حصہ اول
زبانِ ہند سے فصلی کہو معلّٰی سال
کتاب عمدہ کا جو اہل دیں کے ہے مرغوب
لکھی مقاصد اسلام اچھی نادر خوب
۱۳۱۴ - ۵ - ۱۳۱۹ف

تاریخ مرمّت پل افضل گنج نیا پل

بحکم میر محبوب علی خاں
گزشتہ سن میں طغیانی کے باعث
مہاراجہ یمین السلطنت نے
شہِ عادل رحیم و نیک طینت
شکستہ ہو گئی تھی پل کی حالت
درستی اس کی کی حسبِ ضرورت

ملہمِ الہامِ وقت

بڑھائیں اور چند اس کی کمائیں ‏— پئے آسایش و آرام خلقت
معلّی نے لکھا یہ سالِ ترمیم ‏— صراطِ رودِ موسیٰ کی مرمّت
١٣٢٧ھ

در تہنیت عقد مولوی مظہر الدین احمد صاحب برادر زادہ حضرت مصنّف

سعد دیں میرے بھائی نے شادی ‏— کی جو فرزند کی بکرؔ و فسر
سالِ شادی کہا معلّی نے ‏— دولہا بازیب ہے میاں مظہر
١٣٢٨ھ

در تہنیت مراجعت فرمائی اعلیحضرت قدر قدرت حضور پر نور بندگانعالی حضرت آصفجاہ سابع خلد اللہ سلطنتہٗ و ملکہٗ

بھئی اجمیر جا کر آئے گھر شاہِ دکن ‏— روز افزوں ان کا یا رب جاہ اور اقبال ہو
مصرعہ سالِ الٰہی اے معلّی عرض کر ‏— یہ سفر اجمیر کا شاہا مبارک فال ہو
١٣٢٢ ف

در تہنیت عقد جناب مولوی محمد حبیب الزماں خان صاحب فرزند حضرت مولوی مسیح الزّماں خان صاحب استاد حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ قدس سرّہ العزیز

جو اپنے بھائی کی احمد زماں نے شادی کی ‏— ہے نام جن کا حبیب الزماں حمیدہ خصال
سنِ مبارکِ شادی کہا معلّے نے ‏— عروس و نوشہ رہیں زندہ دل صد و سی سال
١٣٢٩ھ

در تہنیت مراجعت فرمائی حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ از شہر دہلی

کامیاب آئے شاہ کر کے سفر ‏— تم کو اہلِ دکن مبارک ہو

سال اُس کا کہا معلّی نے	جا کر آئے حضور دلّی کو ۱۳۲۹ھ

تاریخ غسل صحت نواب افسر الملک بہادر

للّٰہ الحمد کہ کی کسل سے حاصل صحت	افسر الملک نے از فضل خدا ربّ عباد
سن صحت یہ معلّی نے دعائیہ کہا	رہو بفکر و سلامت صد و سی سال آباد ۱۳۲۹ھ

در تہنیت تشریف آوری علیحضرت حضور پرنور حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ بمدرسہ نظامیہ

جلوہ افگن مدرسہ میں جب ہوئے شاہ دکن	اہل دین نے عمر و اقبال فزوں کی دی دعا
کی معلّی نے رقم تاریخ تشریف آوری	مدرسہ میں شاہ نیک آہنگ ہیں رونق فزا ۱۳۳۰ھ

در تہنیت مراجعت فرمائی حضور پرنور بندگانعالی حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ

شکر خدا کہ کر کے سفر خود حضور نے	کی خوب عزّ و شان سے ملاقات و سیر کے
تاریخ اس سفر کی معلّی نے عرض کی	شملے سے شہریار دکن کامیاب آئے ۱۳۳۰ھ

قطعہ تاریخ مولود مسعود شہزادی صاحبہ بلند اقبال اطال اللہ عمرہا

دی خدا نے شاہزادی شاہ کو جس میں ہیں	ماہ پیکر صاحب اقبال با بخت بلند
اے معلّی مصرعہ سال تولد عرض کر	ہو مبارک شاہ کو شہزادی فیروزمند ۱۳۳۰ھ

تاریخ افتتاح مدرسۂ عثمانیہ در خلد آباد دکن

جو خلد آباد میں قائم ہوا ہی مکتب نو
یہ فیض نیک اثر بخش نیتِ شہ ہے
کیا یہ عرض معلی نے مصرعۂ تاریخ
قیام مدرسہ وجہ عنایت شہ ہے
۱۳۳۰ھ

تاریخ تقرر حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ بر عہدۂ جلیلہ صدر الصدور صوبجات دکن

حضرت انوار اللہ صاحب کو صدارت جو ملی
یہ خبر سنکر دلِ اربابِ دین خوش ہو گیا
سالِ تاریخ اس تقرر کا معلی نے کہا
طالعِ بدرِ صدارت آج چمکا مرحبا
۱۳۳۰ھ

تہنیت ولادت باسعادت نواب میر احمد علیخان بہادر شہزادۂ حضور پرنور حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ

روز دو شنبہ میلاد کی تھی چودھویں
از طفیل خاص سلطانِ رسل جد الحسین
اعلیحضرت کو ہوا پیدا قمر طلعت خلف
از عنایاتِ خدائے پاک رب المشرقین
تا صدوسی سال شہزادہ سلامت یہ رہیں
ہمرۂ جملہ برادر زیر ظلِ والدین
مصرعہ سالِ تولد اے معلی عرض کر
ہو مبارک شاہ کو یہ شاہزادہ نور عین
۱۳۳۰ھ

تاریخ کندیدگی چاہ در باغ موضع ہیلگاؤں جاگیر حضرت مصنف

تینوں فرزند معین الدین صاحب کا ہی فیض
جاری اُن کے باغ میں ہے چشمۂ آبِ حیات

یادگار اس کی معلّی مصرعۂ سن کر رقم	میوۂ ماہ میں ہے باقیاتِ صالحات ۱۳۲۱ھ

در تہنیت ولادتِ باسعادت شہزادگانِ بلند اقبال حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

پہلے کے پانچ سوا شاہِ دکن کو فرزند	ہوئے تین اور اسی ماہ میں بفضلِ خدا
میر عابد علی، حیدر علی، حشمت علی	گویا نکلے ہیں صدف سے یہ گہر بیش بہا
سر پہ اُن کے رہیں شہ عزّ و شرف سے قائم	آل و اولاد کا چڑھتا رہے دائم منڈوا
تینوں شہزادوں کا سن ایک معلّی نے بدیہہ کہا	(صد وسی سال رہیں آٹھویں شہزادے ۱۳۲۱ھ

یہ ایک قصیدہ اور غزلیات بوقت دستیاب نہ ہونے سلسلے میں درج ہو سکے

ہے وہ عالی رتبۂ غوث الورا	تھا قدم جن کا بدوشِ اولیا
اے جنابِ غوثِ اعظم آسرا	عاصیوں کو حشر میں ہو آپ کا
اولیا میں کیوں نہ ہو رتبہ فزوں	سب ہیں عاشق آپ معشوقِ خدا
پائے اقدس کی اگر ملجائے خاک	ہو مریضِ ہجر کو خاکِ شفا
روز و شب ہر لحظہ ہر دم ہر گھڑی	یا الٰہی ہے یہ میری التجا
میں زیارت اُس شہِ دیں کی کروں	ہو میسر گر سفر بغداد کا
خاندانِ غوثیہ کا ہوں مرید	خاتمہ ہو نامِ مرشد پر مرا
گوہرِ دندانِ غوث آئیں نظر	مُدّ مقصد ہے ہو پُر دامن مرا

اُس شہِ زرّیں قبا سے فیض ہے
خاکِ شہرِ بغداد کی ہے کیمیا

ڈر نہیں کچھ بحرِ عصیاں سے مجھے
خوش نہیں کشتی کے مری ناخدا

کیوں نہ ہو بغداد ملک ان کے مطیع
کون ہے ذی رتبہ ایسا دوسرا

نارِ دوزخ سے رہیگا خط پرسا
نام لیوا ہے جو غوث پاک کا

جانبِ بغداد بلوا لیجیے
ہے معلیٰ آپ کے در کا گدا

نہیں غم نالہ و فریاد کرنا
ہے لازم خاطرِ صیاد کرنا

مجھے اپنا سمجھ کر یاد کرنا
بہر صورت مرا دل شاد کرنا

دکھا کر مجھ کو گیسوئے پریشاں
انہیں لازم نہ تھا برباد کرنا

نہیں فریادرس کوئی الٰہی
عبث ہے اب مرا فریاد کرنا

عنادل کا نہیں پرتک چمن میں
ستم اتنا بھی اے صیاد کرنا

ستانا اپنے عاشق کا ہے بیجا
کبھی ناشاد کو بھی شاد کرنا

یہ ہے چرخ ستمگر جس سے حیراں
ستم ایسے ستم ایجاد کرنا

قدِ دلبر سے دعوائے ہمسری کا
خیال ایسا نہ اے شمشاد کرنا

نہیں پوچھا کبھی بھولے سے ہم کو
بتِ کافر تجھے کیا یاد کرنا

مقابل سرو کو دیکھا تو بولے
غلام اچھا نہیں آزاد کرنا

بہت مضطر ہے دوری سے معلیٰ

آج تو وصل سے دل شاد کرنا

سب تہِ خاک گیا عشق میں سامان میرا
اب کرتی ہے کیا گردشِ دوراں میرا

کل سے بیکل ہے جنوں پھر دلِ نالاں میرا
آج کیا حال کرے گی شبِ ہجراں میرا

جامۂ زیست ہو کیوں نہ کتاں کی صورت
چاک فرقت میں ہوا اُس کے گریباں میرا

میزباں غیر کے وہ ہیں تو یہاں حال ہے یہ
غم کا مہمان ہوں میں غم دلِ ہے مہماں میرا

ہو گیا ہجر میں مجموعۂ خاطر برہم
اس قدر حال کیا غم نے پریشاں میرا

باتوں باتوں میں کٹی ہائے شبِ وصل مری
دل کا دل ہی میں رہا رہ گیا ارماں میرا

جان جانے سے نہ رُکتی یہ حفاظت کیلئے
غم در سینہ پہ بیٹھا ہے نگہباں میرا

واعظا تجکو مبارک ہو مقامِ جنت
اور مسکن ہو سدا کوچۂ جاناں میرا

کیا خبر آپ کو ناداں ہیں مشغلی صبا
غم سے جو خاک ہوا ہے دلِ نالاں میرا

غیروں پہ مہرباں بتِ نامہرباں ہے اب
اے جذبِ شوق تیری وہ طاقت کہاں ہے اب

بارِ الم سے رخصتِ تاب و تواں ہے اب
مجھ میں ستم اٹھانیکی طاقت کہاں ہے اب

دریائے چشمِ تر کا جو گریہ ہے یوں محیط
طوفانِ نوح ہونیکا مجھ کو گماں ہے اب

حالِ عروجِ طبعِ بلنداں نہ پوچھئے
جب سر زمیں کے ہم ہیں وہاں آسماں ہے اب

کیوں جامۂ وجود نہ ہو غم سے چاک چاک
اُس بیوفا کے عشق میں سینہ کتاں ہے اب

دلبر کی دلدہی میں یہ اللہ رے بیخودی
اتنی خبر نہیں کہ مرا دل کہاں ہے اب

آئندہ ہو گا عشق کا نقصان نفع بخش
مانا بجائے سود معلّیٰ زیاں ہر اب

وعدۂ وصل رہ گیا ناقص
ہو گیا میرا مدّعا ناقص

جلوۂ روئے ماہ رویاں نے
مہِ کامل کو کر دیا ناقص

پہنچے حدّ کمال تک کیونکر
جس کو ہو عشق آپکا ناقص

ہو گیا دعوئے کمال جسے
عشق اُس کا بہت رہا ناقص

حُسنِ مہ روکے روبرو خورشید
ہو گئی ہے تری ضیا ناقص

میری آہوں کی چل رہی ہے ہوا
کیوں نہ ہو جنبشِ صبا ناقص

زلفِ دلبر کے آگے اے مُوسیٰ
ہو گیا آپ کا عصا ناقص

آگ لگ جائے ساقیا خُم کو
ساغرِ مے جو بھر دیا ناقص

اے معلّیٰ نہ چھوڑ گریۂ شب
دیکھ ہو جائے گی دُعا ناقص

متفرق اشعار

باغِ جناں بنا ہے جو مولد بہار کا
شاید گزر ہے آج کسی گلعذار کا

کس نغمۂ سرور سے مملو ہیں گوشِ گل
ہے کس کی مدح میں یہ ترانہ ہزار کا

کس کے ظہور برقِ تجلّی کی ہے خبر
سنبل کو اہتمام ملا ہے جو تار کا

دوڑ رہی ہے ریل یہ کس کیلئے صبا
انجن لگا کے طور کے شعلوں کی نار کا

کس مستِ ناز کا یہ اُسے انتظار ہے
نرگس کی آنکھ میں جو اثر ہے خمار کا

ہر سو ہیں نغمہ سنج ثنا طائرِ چمن
صلّ علیٰ ہے ورد زباں ہائے خار کا

نظر جو دور سے اڑتا کوئی غبار آیا
تو میں نے سمجھا کہ خط لیکے پیک یار آیا

کوئی مرض نہ کسی دن کبھی بخار آیا
اگرچہ بندہ مدینے کو چار بار آیا

سیرِ فضائے جنت اے باغباں ہے کیا
پھولا پھلا ہوا ہے دل میں چمن ہمارا

ہے اُس پر جب سے نامِ شاہِ ختم المرسلیں کندہ
نگین دلِ ہمارا غیرتِ مہرِ سلیماں ہے

خاکساروں کو ہے راحت سر بلندو نکو ہے رنج
ہے زمیں آرام سے اور آسماں گردش میں ہے

ہے کون اپنا گنبدِ گردوں میں داد رس
آتی ہے پھر پلٹ کے صدا اگر پکارئے

کیوں بتوں کے ہوئے ہو دیوانے
اے معلّیٰ تمہیں ہوا کیا ہے

ابھی تک تو نے اے دل خانہ ویرانی نہ کی اپنی
تجھے پھر خواہشِ گنجینۂ اسرار کیسی ہے

ملائک حور و غلماں دست بستہ در پہ حاضر ہیں
شہِ کون و مکاں کی عظمتِ دربار کیسی ہے

بندہ جب قرب نوافل سے عدم ہوتا ہے
اس کا حق سمع و بصر ہاتھ قدم ہوتا ہے

وجہ نقصاں ہے تنک ظرف کو الفت کی شراب
شہدِ خالص بھی سگوں کیلئے سم ہوتا ہے

چاہت کا میری دل میں تمہارے اثر بھی ہے
درد جگر کی میرے تمہیں کچھ خبر بھی ہے

واپس عدم کو چھوڑ کے تنہا فقط ہمیں
سب ساتھ والے اپنے معلّیٰ چلے گئے

عشق ہے دل میں ہمارے احمدِ بے میم کا
داغ اپنا پھول ہے گلزار ابراہیم کا

کھل جائیگا جو بابِ شفاعت حضور کا — رکھا رہیگا طاق میں دفتر قصور کا

جب صبح سے مدینہ جلوہ گر ہونے لگا — فرحتیں بڑھنے لگیں غم مختصر ہونے لگا

دل سے کم ہونے لگی یادِ رفیقانِ وطن — جانبِ شہرِ مدینہ جب سفر ہونے لگا

چھوٹے کبھی نہ ہم سے مدینہ رسولؐ کا — سر ہو ہمارا اور یہ زینہ رسولؐ کا

کسی کے مرنیکا کچھ ہم کو غم نہیں ہوتا — کہ بیتِ حق کبھی بیت الصنم نہیں ہوتا

جو ابرِ بہاری عیاں ہو گیا — ہوا رنگ بادِ خزاں ہو گیا

کہتا ہے وقتِ قتل یہ قاتل کا اضطراب — ہم سے نہ دیکھا جائیگا بسمل کا اضطراب

چال کچھ غیر نے چلکر ہے بچھائی شطرنج — آج بدلا ہوا آئینہ سے نظر یار کا رُخ

کیسے رہ جائیں نہ کیوں حضرتِ موسیٰ ارنی — جلوۂ طور ہے اُس آئینہ رخسار کا رُخ

ہوتی نہیں جو دولتِ پابوس حصول — عشاق نبی دل میں نہ ہوں اپنے ملول

بوسے کے لئے عرشِ معلیٰ کی طرح — کافی ہے ہمیں نقشۂ نعلینِ رسولؐ

دنگ ہیں آئینے میں اپنی بقا کو دیکھکر — بت بنے بیٹھے ہیں وہ صنعِ خدا کو دیکھکر

کس کی زباں پہ حمدِ خدائے جہاں نہیں — وہ کونسی ہے چیز جو تسبیح خواں نہیں

سینے میں سوزِ عشق ہے آہ و فغاں نہیں — آتش بھڑک گئی تو نکلتا دھواں نہیں

پستی اگر نہ ہو تو بلندی کی شاں نہیں — وہ کونسی زمیں ہے جہاں آسماں نہیں

نہیں وصال کے قابل تو خیر مر کے اٹھیں — درِ رسولؐ پہ بیٹھے ہیں کچھ تو کر کے اٹھیں

آئینہ دیکھ کے جب اُس نے کہا واہ رے میں — عکس بھی بول اٹھا یار کا اللہ رے میں

حج مبرور یہ تمہیں ہو بشارت تم کو
حاجیو آؤ مبارک ہو زیارت تم کو

آتی ہے یاد شہ دیں کی جو اس آنے کی
ایسی دیکھی نہیں لیلیٰ کسی محمل میں کبھی

دلِ وحشی کو تو ہے سرِ گیسوئے نبی
رہا مجنوں نہ یہ پابند سلاسل میں کبھی

نظر آجائے جھلک اے شہ دیں
تن میں باقی ہے ابھی جان میں تھوڑی سی ہی

عرش بریں پہ پہنچے حضرت جو شان والے
حیرت میں تھے تجلی سب آسمان والے

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

یارب تو ذوالجلال غفور الرحیم ہے
خالق ہمارا صاحبِ فضل و کریم ہے

عالم پہ تیری رحمت بے انتہا عمیم
بندوں پہ فضل کرنا ترا ہی ہے خاص کام

تیرے حبیب پاک کے ہم سب غلام ہیں
ہر چند مبتلائے گنہ صبح و شام ہیں

اُمت میں اُن کی تو نے جو پیدا کیا ہمیں
احسان ہے ترا کہ شرف یہ دیا ہمیں

دکھلاکے رُودِ موسیٰ کی طغیانی بھی ہمیں
غافل نہ رہنے کیلئے تنبیہ کی ہمیں

غفلت کے دام میں ہیں مگر ایسے مبتلا
تنبیہ خاص کا نہ اثر ہم پہ کچھ ہوا

غافل تری عبادت و انعام سے ہیں ہم
شرمندہ اپنے دل میں بُرے کام سے ہیں ہم

یارب طفیل و صدقے سے اپنے رسول کے
صدقے میں سب صحابہ و آلِ بتول کے

تیرے حبیب پاک کی اُمت کے اولیاء
جتنے ہیں صالحین و بزرگان و پیشوا

اور عزو حرمت شب میلادِ شاہ سے
اب ہمکو پھیر دے تو ضلالت کی راہ سے

غفلت کا پردہ آنکھوں سے یارب تو دے اٹھا
تا دل سے تیرے تابع فرماں ہیں سدا

راضی تو ہم سے اور ترا راضی حبیب ہو
ہمکو محبت اُس کی دوامًا نصیب ہو

شاہِ دکن جو آصفِ ذی عدل و جاہ ہے
ذات اُس کی ہم پہ باعثِ امن و رفاہ ہے

اقبال و جاہ و دولت و عمر اسکی ہو فزوں
اُس کا عدو ہو قعرِ مذلت میں سرنگوں

سایہ فگن ہو فضل ترا اُس پہ ہر گھڑی
ہو عمر اُس کی یکصد و سی سال سے بڑی

اولاد آل اُسکی رہے شادماں یہاں
قائم رہے یہ سلطنت اُسکی بعزّ و شاں

جبتک قیام دورِ زمین آسماں رہے
باقی جہاں میں شاہی کا اسکی نشاں رہے

اس کے جو خیر خواہ ہیں اعیانِ سلطنت
دائم وہ خوش رہیں تہِ فرمانِ سلطنت

یارب آئیں اُسکی مرادیں دلی تمام
باعدل و داد وہ رہے عالم میں نیکنام

اِس مجلسِ سعید میں جو ہیں جا حاضرین
اِن سب کا خاتمہ ہو بالخیر بالیقین

بندہ جو تیرا ایک معلّیٰ ہے پُر گناہ
بخش اُس کو بھی تو اپنی عنایت سے یا الٰہ

مناجاتِ دیگر

یارب بہ طفیلِ شاہِ لولاک — سلطانِ رسل و سیّدِ پاک
صدقے سے رسولِ انس و جاں کے — اور صدقے سے اُنکی عزّ و شان کے
اور اُن کے صحابۂ گرامی — سب آل اور اہلِ بیتِ نامی
عالم میں جو اولیائے دیں ہیں — جتنے شُہدا و صالحیں ہیں
وہ سب ہیں جو رہنما ہمارے — سردار و پیشوا ہمارے
اِس ایمن شبِ مولدِ نبیؐ سے — اور حرمت و جاہِ ہر ولی سے
اِن سب کے طفیل سے الٰہی — دھو دل کی ہمارے تو سیاہی
محبوب علی شہ (خلد اللہ ملکہ علی الابد) دکن کو — اولاد کو اُس کی اور وطن کو
آفات سے دہر کی بچا رکھ — با عزت و جاہ اُسے سدا رکھ
دے عمر دراز اسکو یارب — ہم سایہ میں اسکے خوش رہیں سب
قائم رہے تخت و تاج اُس کا — تا حشر رہے یہ راج اُس کا
عالم میں ہو اُس کا سکّہ جاری — مقبول تو کر دعا ہماری
دائم رہے اُس پہ فضل تیرا — فکروں کا نہ اُس پہ ہو اندھیرا
ہو عدل سے اُس کے ملک روشن — اقطاعِ دکن ہو رشکِ گلشن

اولاد اور اس کی آل و احباب
سب شاد رہیں اے ربّ ارباب

سب اس کے برآئیں مقصدِ دل
مطلب ہوں دلی سب اسکو حاصل

ہیں اسکی جو سلطنت کے ارکاں
جتنے ہیں سب اسکے خیرخواہاں

تو ان کو بھی شاد رکھ جہاں میں
تابع رہیں اس کے ہر زماں میں

اس شہ کے بہ فضل نام نامی
قائم ہے یہ مدرسہ[1] نظامی

پہنچا ہے جو عمدگی کے اوپر
ہے اُس کا مدار اُسی کے اوپر

حضرت[2] جو ہیں مدرسہ کے بانی
دنیا میں نہیں ہو اُن کا ثانی

ہیں اسکے معاونین جتنے
سب تیرے ہیں در کے خاص بندے

جاری رہے فیض ان کا دائم
یارب رہے مدرسہ یہ قائم

فضل اپنا تو اہلِ دیں پہ بھی کر
دائم رہیں تابعِ پیمبر[4]

خدّام ترے حبیب کے ہیں
محتاج - دلی طبیب کے ہیں

عصیاں کے مرض میں ہیں گرفتار
بیماریٔ جرم کے ہیں بیمار

اپنی رحمت کی تو دوا دے
اس درد سے تو انہیں شفا دے

سب ان کے گناہ بخشدے تو
کچھ ان سے نہ انتقام لے تو

ہیں تیرے حبیب کے یہ خادم
سب اپنے گناہ پر ہیں نادم

عصیاں پہ نہ اُن کے تو نظر کر
سب اُن کے گناہ درگذر کر

تا کا رہے غلام بے سہارے
پھرتے ہیں جہاں میں مارے مارے

[1] ...سہ نظامیہ دکن
[2] ...فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ
...بادشاہ سلطان دکن

ہے ربِّ غفور نام تیرا — رحمت کرنا ہے کام تیرا

ناکارے برے ہیں یا بھلے ہیں — بندوں میں ترے حبیبؐ کے ہیں

جتنے ہیں یہ حاضرینِ مجلس — واعظ و مقررینِ مجلس

رحم ان کے تو حال پر ذرا کر — رد ان کی نہ کوئی التجا کر

اور بانیٔ مجلسِؒ مقدس — ہم اُن کے غلام جتنے ہیں سب

یہ چند غلام نام کے ہیں — خواہاں ترے لطفِ عام کے ہیں

ان سب کا بخیر خاتمہ ہو — فضل اُن پہ طفیلِ فاطمہؓ ہو

تو ہی مرا قرض سب ادا کر — تو ہی مرے درد کی دوا کر

پہنچا دے مدینہ کی زمیں پر — ہو جاؤں میں دفن تا وہیں پر

آقا کے جو در کی سیر ہو جائے — انجام مرا بخیر ہو جائے

خالص یہ تری دعا معلّی
ہو رنگِ قبول سے مجلّا
آمین ثم آمین

بالخیر

صحت نامہ ریاضِ معلّی حصہ اول و دوم

حصہ	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	حصہ	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
اول اردو	۱	۱	معمہ	معما	اول اردو	۴۳	۱۲	کرم	یکدم
"	۲	۵	فزا	فضا	"	۴۹	۱۲	سپے	پپیہے
"	۴	۳	علی خُلُقِ عظیم	علیٰ خُلُقٍ عظیم	"	۴۹	۱۵	صدا	سدا
"	۶	۵	پھینکا	پھینکی	"	۵۱	۸	میرے	مرے
"	۶	۱۵	تہر	نہر	"	۵۳	۳	ٹرے	بڑھے
"	۹	۵	ہوئے	یک	"	۶۸	۱	توٹے	ٹوٹے
"	۹	۵	ہو جاتا	ہو جانا	اردو دوم	۱۷	۱۶	ثُمّ	ثَمّ
"	۱۰	۴	من رأنی راء الحق	من رآنی فقد رأی الحق	"	۲۴	۲	ثُمّ	ثَمّ
"	۳۱	۱۴	بارا	بارہ	"	۳۲	۱۰	قالوا بلا	قالوا بلیٰ
"	۳۳	۱۳	دین لے	دین کے	"	۳۸	۱۳	دولت گنج	دولت و گنج
"	۳۶	۲	لعلی خُلُق عظیم	لعلیٰ خُلُقٍ عظیم	"	۵۰	۱۰	رمزُ المؤمن حلو	رمزُ المؤمنِ حلوٌ
"	۳۶	۴	من رأنی فراء الحق	من رآنی فقد رأی الحق				ویحب الحلوا	ویُحِبُّ الحلوٰ
"	۳۷	۷	لعلی خُلُقِ عظیم	لعلیٰ خُلُقٍ عظیم	"	۵۴	۱۳	ذلہ	زلہ
"	۳۹	۳	علی خُلُقِ عظیم	علیٰ خُلُقٍ عظیم	"	۵۴	۱۵	زکی - زکا فطرت	ذکی - ذکا فطنت
"	۴۳	۱۱	ے	کے	"	۸۱	۱۰	حیدر علیخاں	حیدر حبیب خاں

اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَۃً وَّاِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحرًا

مجموعۂ کلام فارسی مصنّفۂ حضرت مولانا مولوی حاجی محمد مظفر الدین صدیقی معلّی علیہ الرحمۃ
حیدرآبادی سابق مددگار ناظم سررشتۂ خانجات ممالک محروسۂ سرکار عالی

موسوم بہ

ریاض معلّی

(۱) قصائد نعتیہ ... (۶) مناجات

حصہ سوم

مرتبۂ خاکسار محمد ریاض الدین علی صدیقی ریاضؔ حیدرآبادی
صیغہ دار صدارت العالیہ سرکار عالی فرزند حضرت موصوف

عماد پریس واقع چھتہ بازار طبع گردید

بار اول

تعداد طبع [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

HYDERABAD STATE CENTRAL LIBRARY

ازاں زمانہ کہ باشد لوائے بسم اللہ — کلیدِ فتح نباشد سوائے بسم اللہ

ز روئے صدق و صفا بر نگینِ دل کندم — ہزار جانِ گرامی فدائے بسم اللہ

ز کاروانِ جہانِ شش جہات راہم — رسد بگوش صدائے درائے بسم اللہ

ہزار گونہ فتوحات رانماید رو — بہر چہ کردہ شود ابتدائے بسم اللہ

تو قدر و منزلتِ بسملہ چہ می دانی — براوجِ عرشِ عظیم است جائے بسم اللہ

کشادہ قفلِ درِ روضۂ بہشت شود — براہلِ جرم بمفتاحِ ہائے بسم اللہ

ہزار مرحلہ باشد ز شرِّ شیطاں دور — رسید ہر کہ بگوشش صدائے بسم اللہ

سقیم صورت و معنی دو جہاں یابد — بہر دو کون شفا از دوائے بسم اللہ

درِ مدینۂ علمِ نبی صدا اشتر گفت — کہ بار میکنم از شرح ہائے بسم اللہ

رسد بکامِ دلِ خویش ہر کہ او آمد — بزیرِ سایۂ بالِ ہمائے بسم اللہ

مکن قبول معلّٰی ہنوز راز ان است
دہند اگر دو جہاں در بہائے بسم اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

چوں ہویدا است شانِ حق ز شانِ مصطفیٰ — گشت مسجودِ ملائک آستانِ مصطفیٰ
زیں چہ افزوں گو بیت توصیفِ شانِ مصطفیٰ — شد کلامِ حق ہویدا از زبانِ مصطفیٰ
خواست چوں خالق ظہورِ عز و شانِ مصطفیٰ — کرد اندر لامکاں پیدا مکانِ مصطفیٰ
ما رمیت ہست نازل چوں بشانِ مصطفیٰ — منکشف کے گردد اسرارِ نہانِ مصطفیٰ
ذاتِ پاکش را چہ خوف از صدمۂ اعدائے دیں — حضرتِ باری ست دائم پاسبانِ مصطفیٰ
بر مقامِ قاب قوسین او چو زد تیرِ مراد — گشت ظاہر زورِ بازوئے کمانِ مصطفیٰ
ہست محوِ جلوۂ دیدارِ حق در باغِ خلد — مرغِ روحِ قدسئی عرش آشیانِ مصطفیٰ
از غمِ ہنگامۂ روزِ جزا محفوظ ماند — ہر کہ آمد در تہِ ظلِ امانِ مصطفیٰ
در مقامِ استقامت ذرہ ہم لغزش نیافت — بارہا چوں کرد خالق امتحانِ مصطفیٰ
عن ہوی ما ینطق الا وحی گوش کن — حق تعالیٰ میکند وصفِ بیانِ مصطفیٰ

اے معلیٰ بہرِ عفوِ جرم و عصیاں روزِ حشر
ایں وسیلہ بسکہ ہستم مدح خوانِ مصطفیٰ

بر جہاں دارد شرف ایوانِ ذیشانِ شما — غیرتِ رضوانِ جنت ہست دربانِ شما
یا رسول اللہ شد ہر کس ثنا خوانِ شما — شد براو ہر دم کشادہ خوانِ احسانِ شما
یا نبی اللہ شد چوں شانِ حق شانِ شما — کے بود وصفِ منِ بیچارہ شایانِ شما
فخرِ شاہاں چوں نباشند ایں گدایانِ شما — ہست خلقِ ہر دو عالم زیرِ فرمانِ شما
چوں نہ شق گردد ز اعجازِ شما ماہِ فلک — شد ہلالِ عید قربانِ طاقِ ایوانِ شما

ہر دُرِ دریا بگردد ذُرّۂ التّاجِ ملک
گر فتد در بحر عکسِ حُسنِ دندانِ شما

مدِّ ابرو مدِّ بسم اللہ خط شد آیتے
ہست چون قرآنِ ناطق روئے خندانِ شما

چون نباشد در لبِ جان بخش تو درمانِ ما
ہست عیسیٔ زمان محتاج درمانِ شما

چون نہ گردد فلک سوئے زمین بہر سجود
ہست محراب عبادت طاقِ ایوانِ شما

میرسد بر اہلِ دین این مژدہ از فضلِ نبیؐ
ہست در باغ جنان سرسبز بستانِ شما

روزِ محشر دارد این کمتر معلائے حزین
یا رسول ہاشمی اُمید فیضانِ شما

بہرِ امدادِ غریبان شاہ جیلانی بیا
اُمتِ جدِ تو ہست اندر پریشانی بیا

حملۂ اعدائے دین بر اہلِ دین از حد گذشت
مومنان را کن رہا زین آفتِ جانی بیا

مشتعل از ہر طرف شد آتشِ شور و فساد
حامئ دینِ رسولی کن نگہبانی بیا

در ضلالت مسلمین افتادہ اند از جہلِ خود
از دلِ شان دور کن وسواسِ شیطانی بیا

مبتلا در جرم و عصیان این معلائے حزین
لطف کن لطف اے شہِ محبوبِ سبحانی بیا

ز جامِ عشق جان مستانہ شد مستانہ تر بادا
ازین سودا دلم دیوانہ شد دیوانہ تر بادا

چہ غم دارم اگر زاہد ازین دامنی دور است
الٰہی دامنم ز آبِ خُم و خُمخانہ تر بادا

بنائے خانۂ دل ہم اساسے بود نا محکم
ز آبِ سیلِ غم ویرانہ شد ویرانہ تر بادا

بہ گردِ شمعِ رخسارِ تو دل پروانہ می باشد
سرِ شمشیرِ تو از خون این پروانہ تر بادا

اگر از رندئ عشاق زاہد رنج می دارد
برنج او الٰہی طرزِ من رندانہ تر بادا

بخوبی حسن تو شهره است یا رب شهره‌تر گردد
بعالم حالِ من افسانه شد افسانه‌تر بادا

برائے قتلِ مردان تیغِ او مردانگی دارد
بقتلِ من الٰہی چابک و مردانه‌تر بادا

اگر اے زاہد از لذاتِ عالم خواہشے داری
لبِ تو از شرابِ عشقِ او جاشانه‌تر بادا

دلم اے ساقیٔ پیمان طلب گشتست پیمانہ
مدام از بادۂ عشقِ تو ایں پیمانه‌تر بادا

اگر تر دامنی ز آبِ ندامت تازگی خواہد
ز آبِ دیدہ‌ام یا رب ہمه کاشانه تر بادا

بیک جامیکه خسرو مست شد گر آرزو داری
لبِ تو اے معلّیٰ زان مے خمخانه‌تر بادا

ز جامِ عشق دل مخمور شد مخمورتر بادا
برسوائی اگر مشہور شد مشہورتر بادا

برنجِ عشق جاں رنجور شد رنجورتر بادا
دلم از دردِ او مجبور شد مجبورتر بادا

بتیغِ ناز اگر مغرور شد مغرورتر بادا
بقتلِ من دلش مسرور شد مسرورتر بادا

اگر خسته شد از تیرِ مژه دل خسته‌تر خواہد
ز زخمش در جگر ناسور شد ناسورتر بادا

ہمه خوش از وصالِ او دلم از قرب مہجور است
ز دوری گر دلش شاد است جانم دورتر بادا

معلّیٰ قربِ حق خواہی بقربِ خویشتن جو کن
کسے کو زیں سخن دور است یا رب دورتر بادا

گر بدہی بزاہدان فردِ قیامِ خویش را
خاص بر اہلِ جرم کن بخششِ عامِ خویش را

اے مہِ من بمن نما جائے مقامِ خویش را
پیشِ تو تابیان کنم حالِ تمامِ خویش را

خاص بر آشنا مکن جلوۂ عامِ خویش را
بند مساز بر کسے غرفۂ بامِ خویش را

قتل شدن ز دستِ نوشیوهٔ دوستانِ قسمت — بر سرِ دشمنان مزن ضربِ حسامِ خویش را
بادہ کشی اگر کنی همرهِ دوستانِ خود — ریز بیاد میکشان جرعهٔ جامِ خویش را
بهرِ سلام منتظر هست ستادہ هر کسے — بند بر اهلِ دیں مکن بابِ سلامِ خویش را
مرغ دلم که مبتلا هست بقیدِ زلفِ تو — بهرِ خدا رها مکن بستهٔ دامِ خویش را
هست ضعیف و ناتوان بندهٔ کمترینِ تو — از درِ خاصِ خود مران پیرِ غلامِ خویش را

از فنِ شعر جامیا هست معلی نابلد — بهرِ خدا بگو نما طرزِ کلامِ خویش را

اعلیٰ ترین چه رتبهٔ شانِ محمدؐ است — جاری کلامِ حق بزبانِ محمدؐ است
رمزِ عجیب سرِّ نهانِ محمدؐ است — گویا زبانِ حق بلسانِ محمدؐ است
ملحق چو لامکاں زمکانِ محمدؐ است — شانِ خدا بزرگ چه شانِ محمدؐ است
تحمیدِ حق چو وصفِ نهانِ محمدؐ است — شانِ حق آشکار ز شانِ محمدؐ است
در سینه دِرهمِ اثرِ داغ هائے عشق — سکّه زده بنام و نشانِ محمدؐ است
تشریحِ مَا رَمَیْتَ و تفسیرِ اِذْ رَمیت — تعریفِ زورِ تیر و کمانِ محمدؐ است
روشن دلِ صفا منشِ اولیائے حق — از نورِ ذاتِ فیض رسانِ محمدؐ است
از حکمِ خاصِ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ مطیع — فتح و ظفر به تیغ و سنانِ محمدؐ است
رمزِ حدیثِ احمدِ بے میم بالیقیں — ظاهر بیانِ سرِّ نهانِ محمدؐ است
افزونیِ اشاعتِ اسلام در جهاں — فیضِ زبانِ صدق بیانِ محمدؐ است
دارد چه خوف گرمیِ خورشیدِ روزِ حشر — هر کس که زیرِ ظلِّ امانِ محمدؐ است

خورشید خاوری چو گدایانِ مستمند	محتاج یک کلیچہ نانِ محمدؐ است
آں شاہ را چہ حاجتِ مُلکِ جہاں بود	ملکِ خدائے پاک ازانِ محمدؐ است
جاں از بیانِ وصفِ لبش زندہ میشود	آبِ حیات آبِ دہانِ محمدؐ است

دارد چہ خوفِ حشر معلاؔئے کمتریں
از جان و دلِ غلامِ سگانِ محمدؐ است

درو گردخلِ ہر چون و چرا نیست	بگو واعظ و جود ش ہست یا نیست
کسے واقف ز رازِ مصطفےؐ نیست	خدائی میکند لیکن خدا نیست
نمایاں کثرتِ ما و شما نیست	کسے دیگر بجز ذاتِ خدا نیست
محمدؐ را خدا گفتن روا نیست	ولیکن از خدا ہرگز جدا نیست
وجودِ ہستئی موہومِ عالم	بغیر وحدتِ کثرت نما نیست
بجز حُسنِ رُخِ او در دو عالم	بچشمِ من کسے جلوہ نما نیست
چو شانش یفعل اللہ مایشاء ہست	کسے را طاقتِ چون و چرا نیست
عجب این ست صدہا میکند قتل	سلاح او بجز ناز و ادا نیست
نیابد منزلِ مقصود ہرگز	کسے کو طالبِ راہِ خدا نیست
علاجِ من چہ سازید اے طبیباں	دوائے دردِ دل نزدِ شما نیست
شدن ہم رتبۂ او نیست ممکن	کسے ختمِ رُسل در انبیا نیست
مکن فکرِ علاجم اے مسیحا	مریضِ عشق محتاجِ دوا نیست

برایں عمرِ دو روزہ چند نازیم
قیامِ ہستیٔ دارِ فنا نیست

چہ بندی دل دریں گلزارِ عالم
کہ در روئے نسیمش ہم بوئے وفا نیست

کرا گویم تمنائے دلِ خویش
کہ جز ذاتش کسے حاجت روا نیست

بہم دزدیدنِ دل ہائے عشاق
بجز چالاکیٔ دزدِ حنا نیست

دلیلِ منزلِ سیمیں تناں ہست
کم از اکسیرِ خاکِ نقشِ پا نیست

بسوئے خویشتن کہ را کشیدن
بجز تاثیرِ جذبِ کہربا نیست

رسیدن در قیامِ منزلِ وے
بغیرِ جذبِ عشقِ دلربا نیست

براہِ حق بس ست ایں شوقِ کامل
دریں رہ احتیاجِ رہنما نیست

چرا بر ہستیٔ موہوم نازیم
ثباتِ ما برنگِ نقشِ پا نیست

پئے عجز آفریدا و بندگاں را
کہ او زیبائے شانِ کبریا نیست

بدربارِ جلالت شانِ قہرش
کسے را تابِ عرضِ مدعا نیست

بہ پیشِ جلوۂ ذاتِ قدیمش
ثباتِ ہستیٔ موہومِ ما نیست

مقیمِ سایۂ دیوارِ او را
معلی حاجتِ ظلِّ ہما نیست

چو نورِ حسنِ احمد در خیال است
بچشمِ من ہمہ عالم مثال است

اگرچہ ناخنِ پایش ہلال است
برونق برتر از بدرِ کمال است

تنِ پاکش کہ نورِ لایزال است
سہی سروِ ریاضِ بے مثال است

بود هر یک کمالے راز والے | جمال یار حسن لایزال است
لب او هست مهر حق تعالے | نگاه تیز قهر ذو الجلال است
چو شانش آیت لولاک باشد | بحق شانش چه شان ذو الجلال است
همه عالم نگنجد در مثالے | تن بے سایۂ او بے مثال است
برا و زیباست چون وصف الٰهی | ز گفتن وصف او گفتن محال است
برون آمد احد از پردۂ میم | جمال احمدی حسن جلال است
بود حکم نبی حکم الٰهی | کلامش قول حق بے قیل و قال است
ز کلک دو زبان تکرار وصفش | محال است محال است محال است

بشکر آن شکر لب اے معلّی
زبانم طوطئ شکّر مقال است

دل چرا در جستجوئے اغنیا افتاده است | احتیاج کار هر دم با خدا افتاده است
دور تر از صرصر رنج و بلا افتاده است | هر که در گلزار تسلیم و رضا افتاده است
فکر اسباب جهان هر دم ترا افتاده است | کار من اے حضرت دل با خدا افتاده است
نرم کن در ره عنان اسپ اے شهسوار | مثل سایه دیدۂ من زیر پا افتاده است
در وجود او چه لاف آشنائی ها زنیم | هستی من چون حباب اندر فنا افتاده است
در تلاطم هاے موج زلف از روز الست | کشتی عمرم بگرداب بلا افتاده است
نیست جز دیدار او بیمار الفت را علاج | این طبیبان را چرا فکر دوا افتاده است

هست اکسیرِ مهوس خاکِ کوی سیم تن — بوالفضولانه به فکرِ کیمیا افتاده است

در رهِ عشقش نهاد از سهل انگاری قدم — دل نمی داند که در مشکل چها افتاده است

هر زمان در کوئی قاتل رقصِ بسمل میشود — من نمی دانم دلِ مضطر کجا افتاده است

در خیالِ خود مخل دانیم دخلِ غیر را — این سبب صدها خلل در کارِ ما افتاده است

زاهدان را هست بر حسنِ عبادت اتکا — مذهبِ عشاق زین مشرب جدا افتاده است

غم مخور نادان بحالِ افتقارِ خویشتن — جود را خود احتیاجِ ما گدا افتاده است

از ریاضت میشود دل را میسر قوتِ روح — دانه را منت بسنگِ آسیا افتاده است

در نمی آید به فهمِ اسرارِ جبر و اختیار — اندرین ره هر بشر بی دست و پا افتاده است

در علوِ همت بلندی در سفاهت پستی است — آسمان بر سر زمین در زیرِ پا افتاده است

از طنابِ رشتهٔ تدبیر کی یابد خلاص — هر که او در قعرِ چاهِ ابتلا افتاده است

می رساند روزی ما بی طلب روزی رسان — دانه از خود در دهانِ آسیا افتاده است

هست عرشِ او قلوب المومنین زاهد چرا — در پئے این آیتِ عرش استوا افتاده است

در وجودِ وحدتِ او غیر را دخلے کجاست — دل چرا در وهمِ این ما و شما افتاده است

سهل انگاری مکن اے دل براهِ عشقِ دوست — مشکلِ بی انتها در ابتدا افتاده است

کے تواند غیرِ حق کردن بما جور و ستم — چرخ در گردش بخوفِ آهِ ما افتاده است

با چنان معشوق نردِ عشق می بازیم ما — شهرتِ حسنش که در ارض و سما افتاده است

در شناسائی ذاتِ او چه لافے دل زنیم — در مقامِ حیرت آخر عقلِ ما افتاده است

اہلِ جنت را بگو حالِ معلّیٰ اے صبا
زیرِ دیوارِ شہیدِ کربلا افتادہ است

منم کہ چرخ مشبک ز تیرِ آہِ منست
خمِ فلک ز گراں باریٔ گناہِ منست
ز کوہِ گناہانِ خود نیم محزون
محمدِ عربی بس کہ عذر خواہِ منست
طوافِ کعبہ و مسجد چہ حاجت است مرا
کہ طاقِ ابروئے دلدار قبلہ گاہِ منست
زمانہ سنگِ بلا بر سرم اگر بارد
چہ باک فضلِ خدائے مرا پناہِ منست
ز شہر جانب صحرا نمیروم تنہا
جنون و حسرت و ارمان فتنہ راہِ منست

رقیب گفت معلّیٰ ترا چہ دید بر ش
یکے ز حلقہ بگوشانِ رشکِ ماہِ منست

آں نقطہ کہ بر لبش ز خال است
بسم اللہ سورۂ جمال است
از غمزہ بکش کہ کشتنِ ما
در مذہبِ دوستی حلال است
کاہیدہ تنم شد از غمِ او
انگشت نما چرا ہلال است
تقدیمِ شہاب پیش آہنگ
بر مہرِ زریں نہ از کمال است
از آں لبِ شکّریں اشب
یک بوسۂ غم گسل سوال است
ایں خال کہ ہست بر بنا گوش
از بہرِ صلائے نا بلال است
گر صاف شود دل از کدورت
آئینہ صورت و صال است

امشب کہ نیامد او معلّیٰ
بے یار بگو ترا چہ حال است

LIBRARY HYDERABAD

سرکشی و عده خلافی شیوهٔ یارِ منست
جان نثاری و وفاداری دلا کارِ منست

گریه کردن سوختن آئینِ من باشد چو شمع
خنده کردن همچو گل مخصوصِ دلدارِ منست

کے نباشد بزمِ من روشن ز نورِ عارضش
آهِ من چون روئے او شمعِ شبِ تارِ منست

در جهان هرگز نخواهد دید روئے انبساط
هر که بیوجه و سبب در فکرِ آزارِ منست

بر خلافِ غیر مشقِ آدمیت کرده ام
شاهدِ دعوائے من دستار و رفتارِ منست

از دل و جان من زبانِ خوشتن را مقبول
سود و بهبود عزیزان گرد اضرارِ منست

طوطی از آئینهٔ وضعِ من آمد در سخن
دید چون کردارِ من بر حسبِ گفتارِ منست

اے معلی شکوهٔ من نیست از بیداد غیر
آنکه دل برد از برِ من یارِ عیارِ منست

عمر چون رنگِ حنائی گلعذار از دست رفت
بے تماشائے گلِ روش بهار از دست رفت

کوهکن را تا رسد دامن کشان شیرین بسر
تیشهٔ ایام بر سر خورد و کار از دست رفت

پیش تو فردا بلند از خانه اش فریادها
هر کرا امروز دامانِ نگار از دست رفت

بسکه افتادم چو اشک از چشمِ شوخِ یارِ خویش
در میانِ خلق نقدِ اعتبار از دست رفت

اے صبا از یوسفِ من بوئے پیراهن بیار
بسکه چون یعقوب چشمم ز انتظار از دست رفت

یکدمے از چشمِ من خود را نهان جانان مکن
بی تو ام سر رشتهٔ صبر و قرار از دست رفت

اے معلی از شمارِ روز و شب فارغ شدم
تا عنانِ ابلقِ لیل و نهار از دست رفت

یار وحشت زده در خانۂ ما آمد و رفت
فکرہا در دلِ دیوانۂ ما آمد و رفت

رفت رنگِ گل و بلبل بصد آئیں نالید
در چمن زار چو جانانۂ ما آمد و رفت

ہوشمنداں ہمہ بیہوش و خرد گردیدند
ہر کجا نالۂ مستانۂ ما آمد و رفت

برد گنجینۂ دل یار و خجل ما گشتیم
سیل خالی چو بویرانۂ ما آمد و رفت

با صد انداز شب آں یار بغمخوارئی ما
چوں ہوس در دلِ دیوانۂ ما آمد و رفت

بیش از پیش نشد زخمی سنگِ اطفال
بازہ در شہر کہ دیوانۂ ما آمد و رفت

می برد راہ معلّی بہ کنوزِ معنی
ہر کہ چوں سیل بویرانۂ ما آمد و رفت

اے خوشا دیدہ کہ دیدارِ تو دیدن دانست
خوشتر آں گوش کہ سرِّ تو شنیدن دانست

روئے تو ہر کہ بہر آئینہ دیدن دانست
گلِ نظّارۂ انوارِ تو چیدن دانست

سر تہِ خنجرِ تسلیم نہادن ادب است
بسملِ آں نیست کہ ہر لحظہ طپیدن دانست

یافت از چشمۂ جاں ذوقِ حیاتِ ابدی
ہر کہ او ذائقۂ موت چشیدن دانست

مسکنِ طائرِ قدس است بشاخِ سدرہ
مرغ آں نیست کہ تا بام پریدن دانست

بے نیاز از ہمہ حاجات و تمنا گردید
بارِ نازِ تو ہر آنکس کہ کشیدن دانست

ہمرہِ شاہ سوارانِ فضائے قدس است
در رہِ شوقِ تو ہر کس کہ دویدن دانست

رمِ خود را بکشد تا حدِ صحرائے ارم
وحشی آں نیست کہ از سایہ رمیدن دانست

رخصتِ ہوش ربائی بمشامِ جاں داد
بوئے گیسوئے تو ہر کس کہ شمیدن دانست

عزمِ رویت کند اے یوسفِ مصرِ دلہا — دستِ خود را چو زناں ہر کہ بریدن دانست
خرمنِ ہستیٔ خود ز آتشِ غم پاک بسوخت — ہر کہ او صورتِ سیماب طپیدن دانست

میرساند بہ معلّیٰ اثرِ نکہتِ زلف
از سرِ کوئی تو بادیکہ وزیدن دانست

دلبرا زود آکہ جائے تو بجز ایں خانہ نیست — در دلم جز یادِ تو دیگر کسے بیگانہ نیست
جز شکستہ دل مقام و منزلِ جانانہ نیست — شاذ و نادر باشد آں گنجے کہ در ویرانہ نیست
چوں نباشد بے خطر حالِ رندانِ مست — محتسب را دخل ہرگز در حدِ میخانہ نیست
پیشِ مستانِ شرابِ وحدتِ بزمِ آلہ — حالتِ لیلیٰ و مجنوں ہم بجز افسانہ نیست
سیریٔ اربابِ باطن از غذائے معنویست — مرغِ روحِ عارفاں محتاجِ آب و دانہ نیست
ہر کجا روئے کنیم آید بہ پیشِ ما رخت — منحصر حسنِ تو اندر کعبہ و بتخانہ نیست

ذوقِ مستیٔ معلّیٰ تو چہ دانی زاہدا
جانبِ مسجد برو جائے تو در میخانہ نیست

برائے معرفتِ حق چہ حاجتِ پند است — بس ایں دلیل کہ ہر بندہ را خداوند است
بے سمورِ دلِ منعم آرزومند است — گدائے گوشہ نشیں در گلیم خورسند است
نگاہ دار خدایا مرا ز گردشِ دہر — ازیں زمانہ کہ ہر بے ہنر ہنرمند است
فغان و نالہ و فریاد و آہ و شور و بکا — برائے یک دلِ زارم مصیبتِ چند است

مگر کہ جائے بہ پہلوئے یار شد حاصل

کنون مزاجِ معلّے بحال و خورسند است

بجز درِ تو ندارم درِ دگر یا غوث   بحالِ زارِ منِ خستہ یک نظر یا غوث

دلم ز حالِ جہان ہست بے خبر یا غوث   کہ ہست وردِ زبان شام و ہر سحر یا غوث

ز نورِ فیضِ تو شد جانِ عاشقان روشن   فدائے خاکِ قدومت دل و جگر یا غوث

بغیرِ نامِ تو حسنِ عمل ندارم ہیچ   بہ نزدِ خویش برادر رہِ سفر یا غوث

ز فیضِ بخششِ تو مشکلم شود ہمہ حل   کنی بحالِ غریبم اگر نظر یا غوث

ز فرطِ شوقِ ملک حور میزند بوسہ   برآید از لب و دندانِ من اگر یا غوث

بکن مدد کہ سلامت بماند ایمانم   کہ ہست نفسِ شقی در پئے ضرر یا غوث

گناہگارم اگرچہ ولے غلامِ توام   بچشمِ لطفِ خفی سوئے من نگر یا غوث

نہ بے نصیب شود از درِ اجابتِ حق   بدہ دعائے منِ خستہ را اثر یا غوث

کریم ابنِ کریمی مبین گناہِ مرا   بکن ز فعلِ بدِ من تو درگذر یا غوث

بہ بخشِ جرمِ معلّے گدائے درگہِ تو
طفیلِ شاہِ رسل سید البشر یا غوث

نیست امشب یار در بر الغیاث   ہست خاطر بس مکدر الغیاث

ہر کرا دیدم بچین آغشتہ است   نیست بے کین صاف چون زر الغیاث

در شبستانِ غمش دارم چو شمع   جانِ سوزان دیدۂ تر الغیاث

جوش زد دریائے ہجر از سکون   کشتئ دل باخت لنگر الغیاث

این دلِ ما کرد آشفته چو زلف — انقلابِ چرخِ اخضر الغیاث
دستگیرے نیست ما را بے تو کس — فیض گستر ذرّه پرور الغیاث

بسکه از یاران معلّی یافت رنج
روز و شب گوید مکرّر الغیاث

چو شمع سوخت دل امشب بزمِ یار عبث — سرشکِ گرم فرو ریخت چشمِ زار عبث
کشاده چشم چو نرگس بانتظارِ وصال — نشسته ایم ز عمرے بکوئے یار عبث
ز سوزِ آتشِ نامهربانئ جانان — دلِ حزین شده همرنگِ لاله زار عبث
چو اشک از نظر افتاده بت خویشم — خیالِ مهر رخش کرده بیقرار عبث
نه گل رخے و نه ساقی نه باده و مطرب — چه مانده ایم بصد غم درین بهار عبث

بزیرِ خاک معلّی شوند هم نفسان
نشسته تو چه درخانه سوگوار عبث

روئے جانانهٔ من نیست بزیور محتاج — نیست چون ماه بآرایش دیگر محتاج
بسکه سودازده ام کاکلِ من حیرتِ نیست — همچو خورشید سرم نیست بافسر محتاج
نشود خانهٔ عاشق بچراغان روشن — هست از بس بفروغِ رخِ دلبر محتاج
دانهٔ آخرت از مزرعِ دنیا برگیر — هرکه آمد بجهان هست بمحشر محتاج
بهرِ اشیا رمن ده زرِ عالم یارب — هرکجا هست بصراف بود زر محتاج
میروم از پے جانان چه قدر بیتابم — نبود پهلوئے سیماب به بستر محتاج

ما فقیریم معلّی بتِ ما عالیجاه
میشود ذرّه بخورشیدِ منوّر محتاج

فرشِ مخمل چوں نباشد خواب باید در رواح
از مژه خنجر زابرو تیغ دارد یار من
من نمی گویم که خونِ من مریز اے نازنیں
شد دلِ دیوانه ام پابند موئے زلفِ تو
در گلستانِ جہاں چوں غنچۂ تصویرِ دل

بی تو در سوز و گدازم شمع ساں شام و صباح
نیست ظالم از پئے قتلم بعید ان صلاح
خاطرت در ہرچہ باشد ہست آں عینِ صلاح
نیستش از قیدِ آں زنجیر تا محشر فلاح
از نسیمِ صبح راحت رو ندید از افتتاح

اے معلّی یار آمد زود ساقی را بگو
پنبه بردار و ز مینا پُر کند ساغر ز راح

گشت مارا در فراقت اے شکر لب کامِ تلخ
میکند در بزمِ جاناں زہر خندِ حاسد ام
اے خوشا بیمار را امیدِ صحت رو نمود

ہمچو حنظل شد مرا شیرینیٔ آرام تلخ
خوابِ نوشینِ مرا در چشم صبح و شام تلخ
نوش دارویٔ لبِ او باشد از دشنام تلخ

اے معلّی ساختم با نوش و نیشِ روزگار
میخورم افیوں اگرچه ہست چوں بادام تلخ

صلی اللہ علیہ وسلم

دو عالم روشن از روئے محمّد
شبِ وعده بسانِ مشک از فر
بیا زارے فردش آید دو عالم

روا نہا تازه از خوئے محمّد
خجل از رنگِ گیسوئے محمّد
نمی ارزد بیک موئے محمّد

بود امروز هر کس پیرو شرع — شود سیراب از جوی محمد

ملائک در گنهگاراں چو پیچند — رسانم خویش را سوی محمد

بنفخ صور برخیزم کے از قبر — شوم زنده من از بوی محمد

رهائی یابم از پاداش عصیاں — زنیک ایمای ابروی محمد

کنند از کشمکش در حشر ما را — گریزم من به پهلوی محمد

معلی افتخارت ایں قدر بس
که گویندت سگ کوی محمد

شکر لله از ازل بس کامگارم ساختند — از مئے حسن بتاں گلگوں عذارم ساختند

بس بصد ارماں پئے دیدار دارم آرزو — بسکه خوباں از تغافل دلفگارم ساختند

چوں شهید خنجر تسلیم گشتم دوستاں — لخت خونین جگر لوح مزارم ساختند

بسکه پاشیدند از هجراں نمک بر زخم دل — همچو شمع بزم جاناں اشکبارم ساختند

اے معلی در جهاں هر درد و اندوهے که بود
جمله را نا دردمنداں روبکارم ساختند

بغیر ذکر حق آبادئ دلها نمی گردد — مکاں چوں از مکیں خالی شود ویرانه می گردد

شوی چوں از جماعت دور افتی در مصیبتها — فتد در آسیا از هم جدا چوں دانه می گردد

طلب کن از قلوب منکسر گر نور حق خواهی — که حاصل از تجسس گنج در ویرانه می گردد

چه قدر و منزلت خواهی مکن افشاء سر خود — ز لب رازے که شد بیروں بخلق افسانه می گردد

مطیعِ تو شود مخلوق کن روشن دلی حاصل — چو روشن شمع شد از دل فلک پروانہ میگردد
ہر امر اہلِ عالم منحصر بر حکمِ حق باشد — خلافِ حکمِ او حکمے کہ شد اِمضا نہ میگردد

اگر شانِ علو خواہی معلیٰ خاکساری کن
شجر گردد ۔ نہاں زیرِ زمیں چوں دانہ می گردد

عشق اگر فرمانروائے ملکِ جانِ من شود — آشکارا ایں ہمہ رازِ نہانِ من شود
در خریداری تو ہرگز ندارم جاں عزیز — بر سرِ بازار ہم گر امتحانِ من شود
قافلہ سالار شو اے ہمتِ مردانِ راہ — راہیِ مُلکِ عدم چوں کاروانِ من شود
با ہمہ عصیاں برآید وقتِ آخر کارِ من — نامِ تو آں دم اگر وردِ زبانِ من شود
آں مہِ بُرجِ رسالت گر شود مہمانِ من — مہرِ گردوں ہم فدائے آستانِ من شود
تا درِ درگاہِ شاہِ دیں رسانیدی مرا — شکرِ تو یارب ادا کے از زبانِ من شود
سر نہ پیچم گر ز حکمِ واجب التعمیلِ او — اے معلیٰ جملگی عالم از آنِ من شود

چو یادِ تو بدلم بار بار می آید — بباغِ سینۂ محزوں بہار می آید
صبا گرفتہ چو پیغامِ یار می آید — بروں ز سینہ دلِ بیقرار می آید
امیدِ وصلِ صنم چوں ہمی کند دلِ من — خیالِ زندگیِ مستعار می آید
پئے نثارِ رخِ او ز حق چو می طلبم — بدستِ گنجِ زرِ بے شمار می آید

شود خودی معلےٰ ز قلب و بیروں
چو یادِ روئے تو لیل و نہار می آید

چو طاقِ ابروئے تو سجدہ گاہِ من باشد
بہ انہمار نماز ایں گناہِ من باشد

بلند بخت اگر خضرِ راہِ من باشد
قیامِ من بگذرگاہِ ماہِ من باشد

بسوئے ہر کہ شود دیدۂ دلم مائل
دوام روئے تو پیشِ نگاہِ من باشد

زیادِ من نرود ذکرِ نامِ نامیٔ تو
ہمیں وظیفۂ شام و پگاہِ من باشد

شود بنامِ تو روحم جدا ز جسمِ کثیف
خدائے پاک در آندم گواہِ من باشد

زرخش چو جلوہ فگن بے نقاب می گردد
نہاں ز شرم بابر آفتاب می گردد

چو ذکرِ وصفِ رسالتمآب می گردد
نزولِ رحمتِ حق بیحساب می گردد

کسیکہ نفع نیابد ز فیضِ صحبتِ پیر
چو تشنہ ایست کہ اطرافِ آب می گردد

ز خلقِ ظاہرِ اہلِ دول اُمید مدار
کہ تشنہ سیر نہ ز آبے آب می گردد

مشو بعید ز انوارِ مرشدِ کامل
کہ ذرہ از دمِ او آفتاب می گردد

ز اشکِ دیدہ بکن انطفائے نارِ سقر
کہ سردِ آتشِ سوزاں آب می گردد

مشو ز جہل گرفتارِ دامِ نفسِ شقی
کسیکہ گشت مطیعش خراب می گردد

نزولِ رحمتِ حق می شود بر اہلِ نیاز
بسوئے پستی رواں موجِ آب می گردد

چو رحمِ او طلبی اختیار کن زاری
ز گریہ حاملِ رحمت سحاب می گردد

گزیں طریقِ تواضع کہ دل شود روشن
ز نورِ فیضِ قمر فیضیاب می گردد

بجز تضرع و زاری نمی رسد بمراد
کسیکہ موردِ رنج و عتاب می گردد

ز آستانهٔ شاهِ رسل مرو بیرون
کسیکه دور از و شد خراب می گردد

ز گفت و گوی او لب از قیل و قال ببند
ضخیم اگرچه معلی کتاب می گردد

بکثرت گناهان ز من دیده شد
دلِ یار ازین وجه رنجیده شد

ز زلفت سراسیمه گشته جهان
بهر تارِ موئے تو پیچیده شد

جمالت بمیزانِ ادراکِ عقل
نگنجید چون نیک سنجیده شد

نیاورد چون تابِ دیدارِ تو
نگه مثلِ لمعات ژولیده شد

چگونه توان دید حسنِ رخت
چو حیرت زده مردم دیده شد

شده مست از فرطِ شادی کلیم
چو آوازِ خاصِ تو بشنیده شد

شده چشمِ پاک درخشِ آفتاب
گلِ حسنِ روئی تو چون چیده شد

زهر شئے شده رنگِ وحدت نمود
نگه چون ز اغیار در دیده شد

بکن چاک تا جامهٔ نو رسد
لباسِ تنِ تو که بوسیده شد

شده جانِ من یادِ ساقی ز تو
مئے جامِ توحید نوشیده شد

چه سازم علاج از پئے عفو جرم
که سر بر قدم نیز مالیده شد

بمن گفت شو دور اے بے ادب
بخاک درش سر چو سائیده شد

معلی بکن سجدهٔ شکر ادا
گناهانِ تو جمله بخشیده شد

گر گزارم بہ کوئے یار افتد
حاسداں را بجاں شرار افتد
بچمن جلوہ گر کند یارم
برق در خرمنِ بہار افتد
یکدمے در جہاں نیاسودم
خاک بر فرقِ روزگار افتد
بیکند کارِ سرمہ در چشم
از سوادِ خطش غبار افتد
می شود بحر در فراقِ او
ہر سرشکے ز چشمِ زار افتد
مہرۂ چشمِ یار را دارم
زلفِ او در پیم چو مار افتد
بیتواے آئینہ غدار۔ دلم
ہمچو سیماب بیقرار افتد
یادِ زلفت کہ در دلم بگذشت
ہر زمانم گرہ بکار افتد

اے معلّی مرا ز شوقِ رخش
چاک در سینہ چوں انار افتد

مرا تا آں صنم در بر نباشد
ببالینِ تسلّی سر نباشد
شود نازل بلائے آسمانی
اگر در قوم پیغمبر نباشد
شہ عادل اگر باشد در اقلیم
نظامِ دنیوی ابتر نباشد
درِ جنت نہ گردد باز بر او
اگر لطفِ علیؑ رہبر نباشد
کجا او را ز دوزخ رستگاریست
غلامِ بندۂ قنبر نباشد
نیاید از ہنر در کار امداد
ہر آنکس را بلند اختر نباشد

شہِ کاشانۂ خویشم معلّی

چه شد بر سر اگر افسر نه باشد

شاهِ خوبان جریده می آید
از رقیبان رمیده می آید

محوِ حُسنِ خود است دلبرِ من
رو در آئینه دیده می آید

غنچه از شوقِ دیدنِ رویش
جامه بر خود دریده می آید

بے گنه دلربا پئے قتلم
تیغِ ابرو کشیده می آید

چون بپایان رسد شبِ محنت
صبحِ راحت دمیده می آید

ز دلم خون وا زرهِ دیده
قطره قطره چکیده می آید

چون معلی گریست شیرین کام
او لبش را مکیده می آید

اے پریرویان مرا از عشقِ خود مجنون کنید
پس بسنگِ کودکان از شهرِ خود بیرون کنید

گر نظاهر نیست حاصل دولتِ دیدارِ او
همچو من در دل خیالِ آن قدِ موزون کنید

سینهٔ دارم ز زخمِ تیغِ ابرو چاک چاک
مه رخان از حُسنِ خود بر وے نمک افزون کنید

از سمومِ دردِ هجران خاطرم افسرده است
از شرابِ وصل آخر چهرهٔ گلگون کنید

میخورم خونِ جگر از دستِ ساقیٔ زمان
از برائم جائے مئے پیمانهٔ پُر از خون کنید

اے بود مضمونِ فریادِ معلی کو بکو
اے پریرویان مرا از عشقِ خود مجنون کنید

تا گردشِ پیالهٔ چشمت تمام شد
در دیدهٔ خوابِ خسته دلان را حرام شد

عشقت نمود بسکه چو نالِ قلم ضعیف
چون نقشِ پا بکوئی تو مارا مقام شد

گر دیدیے خبر ز خود آنکس که چون کلیم
در طورِ قرب با تو دمے هم کلام شد

از بهرِ صیدِ مرغِ دلِ عاشقِ حزین
خالِ تو دانه و خمِ زلفِ تو دام شد

کم طالعی نگر ز برم رفت ناگهان
وحشی نهادِ من که پس از عمر رام شد

بنیاد کسے در آئینهٔ دل جمالِ دوست
چون من ز دوش زنگ زدائی ظلام شد

از پیشِ چشم رفت معلی گهے که یار
از نفخ صور شورِ قیامت قیام شد

یار چون گل شگفته می آید
همچو دُرِّ نسفته می آید

از حیا دلربا به محفلِ ما
روئے خود را نهفته می آید

خشمگین قولِ مدعی دلبر
در حقِ من شنفته می آید

اے پری رو میا در آغوشم
گر نشانِ تو جفته می آید

کن بلبلی خبر که مجنونت
از مژه راه رُفته می آید

از عدم هر چه در وجود آمد
الله الله گفته می آید

اے معلی کجا شود بیدار
بختِ آنکس که خفته می آید

بزمِ شبی که چون گلِ بهار خواهی آمد
ز هر ادا ناز و غمزه بوقار خواهی آمد

به تحذر شوقِ رویت به تنم روان در آید
تو شبے که شمع برکف بمزار خواهی آمد

بدلِ رقیب حاسد فتد آتشے زحسرت ‌ ‌ ‌ بہر از ناز چون تو بہ کنار خواہی آمد
اثری ز رنگِ گلزار نبود برو اگر تو ‌ ‌ ‌ بچمن چو کبک روزی بگزار خواہی آمد
چو حناحیات رنگی ز بقا بخود ندارد ‌ ‌ ‌ تو بگو مرا کہ کئے در دلِ زار خواہی آمد
ز شرابِ حسن مستی کہ نمیکنی تو یا دم ‌ ‌ ‌ چو میت رسد بیابان بخمار خواہی آمد

مہِ من بیا معلیٰ رمقی ہنوز دارد
پس ازین اگر بیائی بچہ کار خواہی آمد

چون مسیحا این بتان از جلوہ جانے مید ہند ‌ ‌ ‌ در خمِ گیسوئی خود دل را مکانے مید ہند
کشتگانِ خنجرِ مژگانِ خود را از خرام ‌ ‌ ‌ بے تکلف جانِ دیگر ہر زمانے مید ہند
از برِ نخلِ حلاوت بارِ قدِ نازنین ‌ ‌ ‌ عاشقان را لذتِ تازہ ہر آنے مید ہند
نقطۂ موہوم نقاشان گزارند از دہن ‌ ‌ ‌ عاشقِ دیوانہ را ہرگہ نشانے مید ہند
بہر صید مرغِ دل عشاق در دستِ بتان ‌ ‌ ‌ تیر از مژگان و از ابرو کمانے مید ہند
بست دل را ہر کہ با موئی میانِ او چو شمع ‌ ‌ ‌ سینۂ سوزان و چشمِ خون چکانے مید ہند
می کنند از ترشئی منت کم آخر خونِ تن ‌ ‌ ‌ ہر کہ را این ناکسان یک آب نانے مید ہند

از کلامت اے معلیٰ شہد می بارد مگر
شاہد انت از دہان خویش شانے مید ہند

ماہ را کردند حل در روئے جانان ساختند ‌ ‌ ‌ خاطرم را پنجۂ زلفِ پریشان ساختند
سالہا خوردند خونِ دل مہ و خورشید تا ‌ ‌ ‌ از لبِ رنگینِ او لعلِ بدخشان ساختند

چار عنصر در دہانِ غنچہ مانند نگار
صاف مروارید را گردند و دندان ساختند

این حکیمان اے معلّی از کجا آرم بدست
چارۂ دردِ مرا ازّمانِ پیتان ساختند

چون گرفتارِ بلائے زلفِ یارم کردہ اند
از کمندِ قیدِ ہستی رستگارم کردہ اند

کارسازا اینکہ در عالم شمارم کردہ اند
مبتلائے ہستیِ ناپائدارم کردہ اند

مائلِ نظارۂ نقش و نگارم کردہ اند
بے نصیب از جلوۂ دیدارِ یارم کردہ اند

عاشقِ چشم و رخ و گیسوئے یارم کردہ اند
مبتلائے گردشِ لیل و نہارم کردہ اند

پا بہ اوجِ ہستی از خاکساری میزنم
بر سرِ ملکِ ہستی شہریارم کردہ اند

نے توانم دست و پا در موجِ طوفانہا زنم
غرق در دریائے ناپیدا کنارم کردہ اند

سیرِ باغِ داغہائے سینۂ خود میکنم
اندرین فصلِ خزان محوِ بہارم کردہ اند

طوقِ مختاری بہ گردن پائے در زنجیرِ جبر
قیدئِ زندانِ جبر و اختیارم کردہ اند

در حضیضِ خاکساری مینوازم کوسِ فخر
نقشِ پائے رہروانِ کوئے یارم کردہ اند

می شتابم جانبِ جولانگہِ ملکِ عدم
بر سمندِ تیزِ عمر اے دل سوارم کردہ اند

سرمہ کافورِ دیدارِ تو دارم آرزو
بسکہ خوبان از تغافل دلفگارم کردہ اند

خون بہ رو یا نیکہ بزخمم نمک پاشیدہ اند
ہمچو شمعِ بزمِ جانان اشکبارم کردہ اند

اے معلّی در جہان ہر درد و اندوہیکہ بود
جملہ را نا دردمندان روبکارم کردہ اند

کارِ عالم ہمہ بر حکمِ قضا می باشد
ای خوشا بندہ کہ راضی بر ضا می باشد

یار ہر چند کہ مائل بہ جفا می باشد
شکوہ کردن نہ بگر شیوۂ ما می باشد

ہر طرف پیشِ نظر روئے خدا می باشد
قصد ہر سو کہ کنم سجدۂ ما می باشد

اے مسیحا مکن از بہر دلم فکر دوا
این نہ دردیست کہ محتاجِ دوا می باشد

ہست خواہانِ رہائی ز سرِ زلفِ بتان
دل کہ وابستہ زنجیرِ بلا می باشد

بر امیدِ کرم و لطفِ تو اے ربِّ غفور
نفسِ من مرتکبِ جرم و خطا می باشد

رزقِ ما ہست چو بر ذمۂ رزّاقِ کریم
بہر روزی بدلم فکر چرا می باشد

حکمِ خلّاق کہ چارہ نیست کسے را نہ درو
طاقتِ دم زدن و چون و چرا می باشد

بر غریبان مکن از بہرِ خدا جور و جفا
کہ نہ این شیوۂ اربابِ وفا می باشد

چشمِ بیمارِ تو اے نورِ نظر رشکِ مسیح
بہر دردِ دلِ عشاق دوا می باشد

خواہشِ جنت و انکار ز دوزخ چہ کنم
من ندانم کہ چہ منظورِ خدا می باشد

اے معلّیٰ کہ دلم ہست نہ خاکِ طپان
اثرِ شوخیٔ نقشِ کفِ پا می باشد

نیست بے تو نعمتِ عمرِ ابد جانا لذیذ
زندگانی خضر را باشد کجا تنہا لذیذ

بلبلانِ خستہ جان را بے گلِ رخسارِ تو
نیست سیرِ گلشنِ دنیا و ما فیہا لذیذ

رستگار است آنکہ دارد کامِ خود را زینہ چیز
عدل و احسان و سیوم ایتاءِ ذی القربیٰ لذیذ

تلخ کامی از فراقت اے شہِ خوبان مکن
از گلِ رخسار و قندِ لب و دہانِ ما لذیذ

از جگر دارم کباب از خونِ دل دارم شراب
نیست صحبت بے کباب و قلقلِ مینا لذیذ

آرزوئے بوسہ دارم گر بگیرم از لبت
از لبِ شیرینِ خود کن کامِ جانم را لذیذ

اے معلّے مختلط با جاہلاں ہرگز مشو
مردِ عاقل را نباشد صحبتِ آنہا لذیذ

صلی اللہ علیہ وسلم

ایکہ از نورِ تو جانِ انس و جاں شد جلوہ گر
از ضیائے فیضِ تو کون و مکاں شد جلوہ گر

ظلمتِ کفر و نفاق از دورِ عالم گشت دور
از ظہورِ تو زمین و آسماں شد جلوہ گر

پرتوِ خود ذاتِ تو چوں اندریں عالم فگند
از تہِ گنجِ عدم گنجِ نہاں شد جلوہ گر

ذاتِ پاکِ تو شبِ معراج چوں جلوہ فگند
از درِ بیت الحرم تا لامکاں شد جلوہ گر

از ضیائے نورِ رخسار و رخِ زیبائے تو
ہر گل و برگِ درختانِ جہاں شد جلوہ گر

از عرب چوں نورِ دینِ تو رسیدہ تا عجم
از فیوضِ او زمینِ این و آں شد جلوہ گر

ہست چوں نورِ خدا در ذاتِ پاکِ تو نہاں
از بیانِ وصفِ پاکِ تو زباں شد جلوہ گر

بوئے پیراہانِ تو در دل بصیرت ہا فزود
ہمچو چشمِ پیرِ کنعاں چشمِ جاں شد جلوہ گر

پرتوِ اجلال چوں افگند فیضِ عامِ تو
از فیوضِ ہر دلِ پیر و جواں شد جلوہ گر

چوں صبا آورد بوئے حسنِ تو اندر جہاں
چشمِ نرگس ہم بہ صحنِ بوستاں شد جلوہ گر

اے معلّے از چراغِ داغِ عشقِ مصطفٰے
بر دلم صد گنجِ اسرارِ نہاں شد جلوہ گر

در مقامِ قربِ حق چوں گشت جائے دستگیر
گردنِ جملہ ولی شد زیرِ پائے دستگیر

حرز جان خویش می سازند ارباب صفا — بر زمین آید نظر گر نقش پای دستگیر

کرد فضل حق عطا از بهر فیض عام خلق — نعمت محبوبیت خاص از برای دستگیر

طالب امداد ازو باشی که در وقت الم — حامی کار تو نبود کس سوای دستگیر

در دو عالم نوبت اسباب شاهی میزند — هر که از جان و دل خود شد گدای دستگیر

از درش هرگز مگردان رو که بهر نفع عام — ره نمی گردد ز حق دست دعای دستگیر

گردد ایمن از بلای صدمهٔ آفات حشر — جا گزین شاه هر که در زیر لوای دستگیر

از حوادث های چرخ و انقلابم خوف نیست — می پرد مرغ دل من در هوای دستگیر

در مقامش اولیا را هم رسائی مشکل است — هست بر عرش برین دولت سرای دستگیر

خارج اوصاف کمال اوست از حد بیان — کی شود از من ادا حق ثنای دستگیر

حق تعالی شد چو بر عرش دل او مستوی — هست بارحمان علی العرش استوای دستگیر

ذات و الائش چو شد فانی بذات پاک حق — غیر حق کس نیست در زیر قبای دستگیر

زیر ظل آستانش ای معلی جا گزین
می پرد در اوج قرب حق همای دستگیر

بیرخش بیرخش قرار قرار — میکند میکند فرار فرار

بیرخش بیرخش سلام سلام — میرسان میرسان بیار بیار

بر سرش بر سرش چو مهر چو مهر — بشنوم میشوم نثار نثار

سوختم سوختم چو شمع چو شمع — بنوازی بنوازی نگار نگار

میروم میروم چو رنگ چو رنگ	از کفش از کفش بهار بهار
میروم میروم بدنبالش	سایه وش سایه وش دیار دیار
ساقیا ساقیا صبوح صبوح	تا برو تا برد خمار خمار

از رهش از رهش معلی رفت
بامژه بامژه غبار غبار

بی سبب بی وجه و علت بی نقار	میخلم در چشم مردم همچو خار
می فتد از دست یاران صد گره	هر زمان چو شاخ گل ما را بکار
همچو نقطه دور افگنده ز خود	گرد هر کس گشته ام پرکار وار

ای معلی از گله لب را ببند
خصم خود را تو به حیدر واگزار

ای دل از غیر خدا چون مردم دنیا مترس	باش با حق همدم و از شورش و غوغا مترس
کردهٔ امر ذرا اگر روشن دل از حب علی ؑ	با گناه کوه از پرسش فردا مترس
مستی عاشق بود از جام مست دست یار	گر نباشد در کفت پیمانهٔ صهبا مترس
هر گره چون شاخ گل انداخت در کارت رقیب	میشود از ناخن الطاف جانان وا مترس
گرچه عمری شد که جانان برد با خود جان چو دل	باز آرد در تنت جان دلبر رعنا مترس

خصم دون دارد معلی از پیش فریادها
سگ چو بیند ماه را طالع کند غوغا مترس

دلِ گرفتارِ دامِ گیسویش
پائے جاں بستۂ سرِ مویش

میرسد ناوکِ مژہ پیہم
بردلم از کمانِ ابرویش

تا نہ بینم زخش چو نقشِ قدم
برنمی خیزم از سرِ کویش

بسکہ دل وا نشد ز لالہ و گل
می کنم سیرِ گلشنِ رویش

ہمچو گل در چمن ز بادِ صبا
غنچۂ دلِ شگفتہ از بویش

ہمچو آں آہوئے رمیدہ ز سنگ
میگریزم ز تندیٔ خویش

اے معلّیٰ مدار کار کہ چرخ
شد مشبّک ز ناوکِ مویش

شاملِ کفار یا در حلقۂ دیندار باش
ہر کجا باشی بباش و در خیالِ یار باش

می نماید راہِ ظلمت اکثر ایں نفسِ شقی
اے دلِ ناداں ز مکرِ ایں عدو ہشیار باش

می نخواہد غیرتِ او اختلاط و دخلِ غیر
تا توانی دور تر از صحبتِ اغیار باش

گر طمع داری کہ باشی یوم دیں در ظلِ عرش
ساکنِ کوئے نبی در سایۂ دیوار باش

گر تو میخواہی کہ گردد صحتِ کلّی حصول
چند در دار الشّفائی ایں دلِ بیمار باش

بستر راحت اگر خواہی مرو در راہِ عشق
دور تر از خواہشِ ایں منزلِ پُر خار باش

ہیچگہ مائل مشو از عزّ و جاہِ دنیوی
اے معلّیٰ در رہِ الفت ذلیل و خوار باش

اے شہان سودہ بدرگاہِ تو روئے اخلاص
کوئی خود ساخت مقرر دلِ شیدائم خاص

در جهان گوهر مقصود بدستش آید　　که زند غوطه بدریای طلب چون غواص
آمدم از ستم چرخ گریزان سویت　　جز در ت در نظر من نبود بسکه مناص
قید و محبوس خم زلف تو باشد دل این　　ساز از بهر خدا زود ازین قید خلاص
رفت روح تنم از زهر تغافل هایت　　زنده اش کن چو مسیحا ز دم خاص الخاص

ای معلی شدم از تیر نگاهش کشته
قاتلم را نبود هیچ بدل ترس قصاص

بسمل بکرد دلبر و بخشید جان عوض　　صبرم گرفت و کرد کرامت فغان عوض
بی یار زندگی نبود هیچ خوش مرا　　نستانم ار دهند تمام جهان عوض
آن شخص را که حسن عمل کرد در جهان　　او را دهند روز قیامت جنان عوض
در غفلت هوا و هوس زندگی گذشت　　این عمر رفته را نبود جز زیان عوض

یارم چو دید گشته معلی تنم چو مو
بخشید مهربان شده موی میان عوض

بعد ازین از کوی جانان پا کشیدنها غلط　　رشتهٔ الفت ز دلدارے بریدنها غلط
از گل عهد بتان دلربا بوئے وفا　　آمدن اول غلط دوم شمیدنها غلط
غنچهٔ دل را خبر کن در گلستان جهان　　با شدت چون گل گریبان را دریدنها غلط
همچو نقش پا ندارم قوت برخاستن　　بعد ازینم بر سر کویت رسیدنها غلط
گر ندارد جلوه ات بیدار امشب همچو شمع　　خواب کردنها غلط دل را رمیدنها غلط

ہمچو مرغِ رشتہ بر پا ماندہ ام در دستِ تو
از تو رستن ہا غلط از من پریدنہا غلط

کردہ ام جانا چہ من گوئی معلیٰ بعد ازین
لب مکیدنہا غلط در بر کشیدنہا غلط

دلم ز لذتِ گفتار می شود محظوظ
چنانکہ چشم ز دیدار میشود محظوظ

زیار نامہ داری بگو بہ قاصد
کہ گوش از خبر یار میشود محظوظ

کسے کہ بست بموئی میانِ او دل را
کجا ز صحبتِ اغیار میشود محظوظ

ز سیرِ لالہ و نرگس شگفتہ کے گردد
دلے کہ از گلِ رخسار میشود محظوظ

مدہ صبوح معلےٰ بدلبر مخمور
کہ جاں ز نرگس خمار میشود محظوظ

از جہاں برخاستہ آئینِ یاری الحفیظ
شد دل آزاری بعالم رسم جاری الحفیظ

رفتیم از خود ناز تیغ ابروئے آں نازنیں
خوردہ ام بر روئے خاطر زخم کاری الحفیظ

در شبستاں دیدہ نالاں چو مرا آموخت شمع
اضطراب و سوختن آئینِ زاری الحفیظ

تا خراماں از نظر بگزشت آں گلگوں غذار
در دلِ من میخلد ہر لحظہ خاری الحفیظ

کشتیم در قعرِ دریا لنگرِ خود باختہ
میکنم سعی و نمی بینم کناری الحفیظ

از بہار باغ و خزانی او چہ سود
نخلِ امید مرا چون نیست باری الحفیظ

اے معلیٰ خود بگو چون میتوانم زیستن
گر نباشد در برِ من گلعذاری الحفیظ

دارم سخنے از لبِ دلدار توقع
با نغمتِ پُر لذّتِ دیدار توقع

امروز کہ اسبابِ طرب ہست مہیا
دارد دلِ من جلوۂ دلدار توقع

از ساغرِ چشمش کہ جہاں گشت سیہ مست
ہم ہست مرا نشّۂ سرشار توقع

ہستند بتاں بسکہ سیہ چشم ندارم
زین فرقۂ وفا ذرّۂ زنہار توقع

کردم برہش فرشِ دل و دیدہ معلّیٰ
اکنوں گزرے ہست ازاں یار توقع

آنچہ با ما کرد ہجرِ یار ما دانیم و دل
سوزِ ہجراں را چو شمعِ زار ما دانیم و دل

گر دروشن پرتوِ شمعِ رخش بزمِ جہاں
قدرِ حُسنِ آتشیں رخسار ما دانیم و دل

بسکہ از دیر و حرم مطلب ہیچا منجر است
صلح و جنگِ کفر و دیں را عار ما دانیم و دل

میکنی اے شیخ چوں بالانشینی اختیار
اعتبارِ جبّہ و دستار ما دانیم و دل

زاہدِ خشک از مئے و میخوار دارد نفرتے
تر دماغیِ مئے سرشار ما دانیم و دل

کس چہ داند در تہِ خاکِ شہیدِ کربلا
قدرِ خاکِ سبحۂ ابرار ما دانیم و دل

اے معلّیٰ در حدیثِ ما و دل خلطے مکن
با تو گفتیم ایں سخن صد بار ما دانیم و دل

بشگفت بہ صحنِ چمن از بادِ صبا گل
ایں مژدہ رسانید بہ بلبل شدہ وا گل

بر حُسنِ دلاویز تو حُسنِ دگر افزود
چوں کرد بہ سر گوشۂ دستارِ تو جا گل

با روئے فروزاں ز چمن چوں تو گذشتی
گردید خجل دید چو رخسارِ تر اگل

بلبل بچمن بہرِ گل از بہر چہ نالد
دیدیم ندارد چو حنا رنگ بقا گل

دیدند کہ دل خستہ ہزار است طبیباں
کردند بر آتش ہمہ تجویز دوا گل

داریم معلیٰ ز شرر ریز زمانہ
چوں داغ پلنگاں تنِ خویش چہا گل

یا رسولِ ہاشمی ہر دم ثنا خوانِ توام
بلبلِ بے خان و ماں شیدائے بستانِ توام

اے سہی سروِ ریاضِ خلد قربانِ توام
راست میگویم فدائے قدِ ذیشانِ توام

صورتِ پروانہ دارم آتشِ داغِ جگر
مجمرِ سوزِ چراغِ روئے تابانِ توام

یا نبی روزے کہ عیسیٰ بر زمیں آید ز چرخ
از مرض ہائے گنہ محتاجِ درمانِ توام

خاکسار و عاجزم افتادہ در راہِ طلب
نقشِ پائے زائرِ درگاہِ ذیشانِ توام

چوں سرِ خود را نتابم از گدائی درت
اے شہِ عالم گدائے از گدایانِ توام

یا شفیعِ روزِ محشر مظہرِ ستر العیوب
با ہمہ چاکِ گریباں زیرِ دامانِ توام

یوسفِ مصرِ نبوت و اے عزیزِ جان و دل
کمترین ادنیٰ غلام از غلامانِ توام

در بلائے عشقِ تو پابندم اندر روزِ الست
مو بمو پیچیدۂ زلفِ پریشانِ توام

نے پزم سودائے نعمت ہائے جنت یا نبی
گوش بر آوازِ فضلِ خوانِ احسانِ توام

ہست ایں عرضِ معلیٰ در حضورِ عالیت
یا نبی مستدعیٔ انوارِ فیضانِ توام

جفا مکن کہ بدل طالبِ وفائے توایم
تو شاہِ ہر دو جہانی و ما گدائے تو ایم

چو دیدهٔ تو منوّر ز کحلِ مازاغ است — نگاهِ لطف بکن بندهٔ خدائے توایم
بروزِ حشر مراں از درِ شفاعتِ خود — غلامِ بارگهِ خاصِ کبریائے توایم
بجز گناه نه کردیم هیچ کارِ رضا — بدل اگرچه همه طالبِ رضائے توایم
بذاتِ پاکِ تو ختم است چوں مسیحائی — برائے دردِ دلی طالبِ دوائے توایم
بکار ویم بغیرِ تو نیست کس حامی — اگر وفا نکنی هم خوشیم از جفائے توایم
بده پناه تو از تابِ گرمیٔ محشر — شها فتاده تهِ سایهٔ لوائے توایم
ز فرطِ جرم شده مبتلائے بیماری — پئے شفا همه جویانِ خاکپائے توایم
دراں زماں که شود خوانِ بخششِ تو وسیع — ز دل شده همه تن گوش بر صلائے توایم

شریکِ حلقهٔ خدّامِ تو معلّے دار
امیدوارِ شفاعت ز فضلهائے توایم

بدل نه حسنِ عمل هیچ غیرِ این دارم — که نامِ پاکِ تو کنده برایں نگین دارم
خیالِ باده کشی در دلِ حزین دارم — ز پندِ پیرِ مغاں یاد نکته ایں دارم
بحشر ساز شریکِ گروهِ دین دارم — وسیله جز تو نه اے شاهِ مرسلین دارم
شود مرادِ دلم حاصل آں زماں که بصدق — بر آستانهٔ پاکِ درت جبین دارم
نگاهِ دیده بعالم رسد به نورِ یقین — ز خاکِ کوئے تو چوں چشمِ سرمگین دارم
امیدوارِ شفاعت ز فرطِ بارِ گناه — دلِ فسرده و چشمانِ شرمگین دارم
بجرم دور مفگن مرا ز زمرهٔ خویش — شمارِ لطفِ تو امید من همیں دارم

نیم چو لائقِ کارے ہمیں بس است مرا — که در گروهِ غلامانِ کمترین دارم

دمِ عنایتِ تو خضرِ راهِ من چو شود — قدم بصدق و صفا در رهِ یقین دارم

چو ذرهٔ در خورشیدِ عالمِ قدسم — دماغ خود بسرِ چرخِ چارمین دارم

کنم نظارهٔ کثرت جمالِ وحدت و بس — نه احولم که رخِ دیده را دو بین دارم

خیالِ نفسِ شقی زهرِ قاتل است همه — چرا نه خوف ازین مارِ آستین دارم

ز جمله اہلِ مذاهب جدا است مذهبِ عشق — نه کافرم نه یهودی نه گبر و دین دارم

بحیرتم چه کنم نظرِ یار وقتِ وصال — که جانِ خسته شکسته دلِ حزین دارم

بس است این که شوم بارکشِ ظلوم و جهول — نه جان و قبیله رس و عقلِ خرده بین دارم

رساند فخرِ غلامیٔ تو مرا به فلک — قیام اگرچه برابرِ سطحهٔ زمین دارم

طریقِ نعت گزینم بشعر گوئی و بس — چرا نظر به خیالاتِ نکته چین دارم

تمام عمرِ معلّٰی ثنائے او گویم
بجانِ خویش تمنا نه غیر ازین دارم

بسینه سوزِ درون تا بکے نهان دارم — که تابِ صبر نه من طاقتِ فغان دارم

ز قیدِ جسم برون گشته عزمِ جان دارم — گزشته ام ز مکان شوقِ لامکان دارم

بباید آنکه خرید این گنجِ اسرار است — که جنس های گرانمایه در دکان دارم

بدرد و رنج خدایا مگیر سخت مرا — که روئے صبر نه من تابِ امتحان دارم

اگر بمنزلِ مقصود ره برم چه عجب — که در ضعیفیٔ خود پیرِ نوجوان دارم

خیالِ غیر ازیں رو بدل نمی آید	کہ خوفِ رنجِ دلِ یارِ بدگمان دارم
خوشا دمیکہ رسم تا بکوئے منزلِ دوست	سرِ ارادتِ خود را بہ آستان دارم
مرا چو گردشِ چشمش در انقلاب فگند	شکایت از تو نہ اے دورِ آسمان دارم

گزشتہ ام چو معلّی ز فکرِ دشمن و دوست
چرا اُمیدِ عداوت ابن و آں دارم

بہر رنگے جمالِ یار دیدن آرزو دارم	زہر گل بوئے رخسارش شمیدن آرزو دارم
بہ بزمِ قربتِ جاناں رسیدن آرزو دارم	بہر سو در تلاشِ او دویدن آرزو دارم
بہ شوقِ جلوۂ نورِ تجلّی گاہِ ذاتِ او	ضیائے شمس در ہر ذرّہ دیدن آرزو دارم
چو مجنوں در سرِ لیلائے زلفِ عنبرینِ او	بہر صحرا سراسیمہ دویدن آرزو دارم
حجابِ غیریت برداشتہ از چشمِ وحدت بیں	زحُسنِ او گلِ نظارہ چیدن آرزو دارم
نمودہ کارِ خود تسلیم بر نعم الوکیل اے دل	بمیدانِ توکّل آرمیدن آرزو دارم
زہر دوکانِ بازارِ جہاں در فکرِ سودا ئیش	متاعِ حُسنِ یُوسف را خریدن آرزو دارم
خلاصی جستہ از دامِ تعلق ہائے دنیاوی	ببالِ شوق در راہش پریدن آرزو دارم

بگوشِ جاں معلّی از زبانِ بیزباں ہر دم
صدائے نغمۂ ہو ہو شنیدن آرزو دارم

وی غم کہ ز دل ستردہ بودم	با یار شراب خوردہ بودم
تریاقِ وصال گر نمی بود	از زہرِ فراق مردہ بودم

با یار رقیب را چو دیدم
از یار بدست من نیامد
او را چو روان بخانه دیشب
او کرد خوشم وگرنه چون گل
منظور شدم ز بسکه خود را
او را که بسر چو جان درآمد

دندان بجگر فشرده بودم
آن دل که به او سپرده بودم
پوشیده ز غیر برده بودم
از صرصر غم فسرده بودم
کمتر ز سگش شمرده بودم
لیموش صفت فشرده بودم

بے یار تمام شب معلی
بیتاب زرد و گرده بودم

دوش سرو قامتِ او بود شمعِ خانه ام
خوبیٔ زلفِ کج او راست آید کئے بشرح
در گلستان بلبل و قمری بسر برده بیان

گرد چون پروانه آخر جلوه اش ویرانه ام
بے تصنع صد زبان باشد اگر در شانه ام
هر یکے را رفت هوش از نالهٔ مستانه ام

من اینقدر که از آن زلفِ یار می ترسم
ازان زلف عروس جهان نه بستم دل
چنان بروئے چو خورشید تو کشایم چشم
اگرچه خاطرے چون گل شگفته دارم
ز ابروانِ خودے مه مکن اشارتها

نه از گزیدن دندانِ مار می ترسم
که از عواقب انجام کار می ترسم
ز خنجر مژه ات بیشمار می ترسم
ولے ز صرصرِ لیل و نهار می ترسم
کزین دو تیغچهٔ آب دار می ترسم

از آنکه طائرِ دل را اسیر خواهی کرد
زدامِ زلفِ تو بے اختیار می ترسم

جگر بسینۂ معلیٰ ازاں طپید در وصل
کہ از مفارقتِ گلعذار می ترسم

با نشّۂ ز چشمِ یار بُردیم
سعیٔ عجبے بہ کار بُردیم

رقصیم بہ بزمِ آں زری پوش
پنبہ بدمِ شرار بُردیم

ظاہر بہ رقیب راز کردیم
حاجت بَرِ نابکار بُردیم

چوں ابر ز آب چشم گریاں
از رہ گزرش غبار بُردیم

منصور صفت ز گفتنِ حق
خود را بہ کنارِ دار بُردیم

زلفِ بتِ خویش را گرفتیم
درد دیدہ ازیں دیار بُردیم

آں شعلۂ آہ ہست روشن
آں شمع کہ بر مزار بُردیم

از سوزِ غمش بہ دل معلیٰ
بس داغ بہ یادگار بُردیم

ہزار اشک بہ بزمِ تو ریختیم رفتیم
چو غنچہ بندِ قبا را گسیختیم رفتیم

ز سوزِ عشق تو لے شمع ہمچو پروانہ
بہ محفلِ تو پر و بال ریختیم رفتیم

گر نیست طاقتِ دیدار از تو باش اینجا
کہ من ز مہر چو انجم گریختیم رفتیم

دلم بہ کوئے تو گم شد ازاں بہ پردۂ چشم
غبارِ راہگذارِ تو بیختیم رفتیم

عروسِ دہر معلیٰ نیامدم در بر

که تا ز طولِ امل را گسیختم رفتم

هنوز با تو نیازے که داشتم دارم / چو شمع سوز و گدازے که داشتم دارم

در انتظارِ تو اے مرهمِ دلِ افگار / چو زخم دیدۂ بازے که داشتم دارم

ز تیره بختیٔ خود در قلمروِ امکان / چو زلف عمر درازے که داشتم دارم

اگرچه همدم باشم ز تو ولے ز امید / بروئے دل درِ بازے که داشتم دارم

کند بزنگِ دگر هر نفس رقیب سلوک / هنوز شعبده بازے که داشتم دارم

نه شد ز کجروئی چرخ شاد گاهے دل / غمِ نشیب و فرازے که داشتم دارم

سیاه بختیٔ را بیں چساں دلِ خود را / اسیرِ زلفِ درازے که داشتم دارم

نظر ز دیدنِ رویش نشد معلّیٰ اسیر / دراز رشتۂ نازے که داشتم دارم

امشب که ترا بہ بر ندارم / بر بالشِ عیش سر ندارم

بے روئے چو ماهِ تو عجب نیست / از خویش اگر خبر ندارم

از خوئ بدِ رقیب عمریست / در کوئے بتاں گزر ندارم

دستم نرسد بزلفِ جاناں / از بسکه بدست زر ندارم

صد شکر که من چو نرگس امروز / بر دستِ کسے نظر ندارم

پروازِ خیالِ من براوج است / هر چند که بال و پر ندارم

از نیک و بدِ جہاں معلّیٰ

بالله که من حذر ندارم

قربانِ یار میشوم و گریه می کنم	چون ابر زار میشوم و گریه می کنم
پروانه وار گرد تو ای شمع بزم ناز	هردم نثار می شوم و گریه می کنم
بیتاب هر زماں که ترا یاد می کنم	سیماب وار می شوم و گریه می کنم
در دامِ زلف چون دلِ سودازده ام	پا بندِ تار می شوم و گریه می کنم
در چشمت ای گل چمنِ دلبری چو خار	بے اعتبار می شوم و گریه می کنم
در بزمِ انتظارِ تو شبها بسانِ شمع	گرم اشکبار می شوم و گریه می کنم

چون رعد و برق و ابر معلی ببین که من
بیتاب بار میشوم و گریه می کنم

از فراقش چند نالم پیرِ کنعاں نیستم	چند دُر از دیده ریزم ابرِ نیسان نیستم
ریخت از من دردِ بال و پر و تاب و توان	تا بکے باشم صبور ایوبِ دوران نیستم
گلعذاران خنده ها دارند از پشت خمم	قد علم تا چند باشد سروِ بُستان نیستم
هست تکرار سخن دور از فصاحت در کلام	ضبط این معنی کنم تا چند سحبان نیستم
ملک دلها کرده ام تسخیر از افتادگی	حکمرانی بیش ازین تا کے سلیمان نیستم
گوش بر آوازِ من باشند تا کے خاص و عام	صاحبِ اعجاز و داؤد خوش الحان نیستم
نفسِ فرعون خوی اهلِ جاه را از راهِ کبر	باز دارم من چسانِ موسیٰ عمران نیستم
از برائے دولتِ ناپائیدارِ دهرِ دون	چند بر درها نشینم خانخانان نیستم

گردہ ام کنج قناعت اے معلّیٰ اختیار
چند باشم در تکاپو مہر تابان نیستم

ہمچو گل در مشت اے دل گر زرے میداشتم
در بغل من نیز ہر شب دلبرے میداشتم

کرد محرومم ز فیضِ صحبتِ جانان رقیب
می بریدم گردنش گر خنجرے میداشتم

عرشِ حق کان آشیانِ طائرِ روحِ منست
می پریدم از قفس گر شہپرے میداشتم

میزدم بر شیشۂ دل سکۂ آسودگی
از قناعت گر سپاہ و کشورے میداشتم

میکشیدم خط بطلان بر سرِ اہلِ جنون
چون دلِ خود پر ز داغش محضرے میداشتم

کشتیٔ من کے شدے سرگشتۂ طوفانِ سعی
نوح مانند از توکل لنگرے میداشتم

رنگِ دنیا را بطرزِ تازۂ می ریختم
چون خلیل اللہ با خود دیگرے میداشتم

میگرفتم کارِ دنیا را ز دیوانِ جہان
چون سلیمان گر بدست انگشترے میداشتم

مدعا را پیش می بردم ز ابنائے زمان
در مزاجِ خود اگر شور و شرے میداشتم

اے معلّیٰ آہ و گریہ پیش حق باشد عزیز
کاش من ہم نالہ و چشم ترے میداشتم

بیقراری در فراق از آفتاب آموختم
گریۂ چون پیرِ کنعان از سحاب آموختم

دیو کبرِ نفس را کردیم از خاطر بدر
خاکساری را ز فیضِ بوتراب آموختم

از کمالِ باطنم با ہیچ کس آگاہ نیست
کسبِ فیضِ معنویت از شراب آموختم

در تپِ ہجران و تابِ دوریِ خورشید روئے
گشتن از پہلو بہ پہلو از کباب آموختم

بسکه گردیدیم بیجا خانهٔ دل شد خراب — شیوهٔ بیهوده گردی تا ز آب آموختیم
هر که با ما هم نفس شد از دمِ ما شاد گشت — نغمه هاے روح پرور از رباب آموختیم

برنمی تابد دلِ ما حرفِ تندِ غیر را
این تنک ظرفی معلی از حباب آموختیم

دادی تو مرا جان زچه رو جان تو بخشیم — از ملکِ من آن چیست بگو آن تو بخشیم
من مفلسِ بے مایه تو سلطانِ غنی دل — پس من چه برای بے سر و سامان تو بخشیم
عالم همه پیشِ تو به دانگے نمی ارزد — آن جنس گران چیست که از آن تو بخشیم

دل در خمِ گیسوے تو بستیم و گذشتیم — چون گرد بکوے تو نشستیم و گذشتیم
بدمستیِ ما نیست ز پیمانهٔ ساقی — از چشمِ سیه مستِ تو مستیم و گذشتیم
از کعبه و بتخانه نداریم حدیثے — ما مستِ مے عهدِ الستیم و گذشتیم
با قافلهٔ سوز و الم از سرِ دنیا — همچون شرر از سنگ بجستیم و گذشتیم
چون باد صبا بسکه نمودیم تردد — از بندِ غمِ هجرِ تو رستیم و گذشتیم

با دلبرِ گل چهره و از سیرِ گلستان
صد شکر معلی که شگفتیم و گذشتیم

بلبل صفتِ نغمهٔ تو گفتیم و رفتیم — چون گل به گلستانِ تو بشگفتیم و رفتیم
با غیر چو دیدیم که ترا راز و نیاز است — از رشک چو زلفِ تو برآشفتیم و رفتیم

چوں راہ روِ منزلِ مقصود دریں باغ
در سایۂ سروِ تو دمے خفتم و رفتم
باقافلۂ حسرتِ جاں سوز ازیں شہر
چوں لالہ بدل داغِ تو بنہفتم و رفتم

خوش باش کہ در رشتۂ تحسین معلّی
دُر دانۂ ہر بیتِ ترا سُفتم و رفتم

حجابِ غیرت تاکے بروئے دلبر اندازیم
بیا زاہد کہ ایں پردہ ز چشمِ سر براندازیم
بیا ساقی شبِ وصل است مے در ساغر اندازیم
فسانۂ روزِ فرقت را بکنجِ دفتر اندازیم
زحالِ سوزشِ دردِ فراقِ او چہ می پرسی
جہاں سوزیم اگر در خرمنِ او اخگر اندازیم
سبب غیرِ او کس نیست چوں در عالمِ ہستی
بروئے جملہ اسبابِ جہاں خاکستر اندازیم
نگہداریم در پیشِ نظر الفقر فخری را
بیا خاکِ مذلت بر سرِ گنجِ زر اندازیم
تمنائے دلِ ما اے ہما از روزِ میثاق است
کہ مشتِ استخواں پیشِ سگِ کویش در اندازیم
بزہد و پارسائی راہِ مقصد چوں نشد حاصل
بیا رختِ سفر تا در طریقِ دیگر اندازیم
بہ بحرِ عشق پُر آفت رواں سازیم کشتی را
زخوفِ موج تاکے در سواحل لنگر اندازیم
کنیم انوارِ داغِ دل اگر اظہار در عالم
نشانِ داغِ حسرت بر دلِ اختر اندازیم
کنیم از چشمِ دل نظارۂ حسن و جمالِ او
وجودِ خود نمائی از نظر یکسر براندازیم
پئے تسخیرِ ملکِ جاں بجوشِ نشۂ مستی
کمندِ آہ را بر بامِ چرخِ اخضر اندازیم
نمازِ ظاہری چوں نیست واجب رندِ مستاں را
بپائے ساقیٔ میخانہ در سجدہ سر اندازیم

تمنائے دلی ہست اے معلّی تا دمِ آخر

ز زیر سایۂ دیوار کوشش بستر اندازیم

بهر جانب که می تازد نگاه شرمسار من
نمی آید نظر در چشم غیر روئے یار من

چه دعوائے عمل بخشد دل ناکرده کار من
بدست اوست پیچیده عنان اختیار من

کند از چشم رحمت گر تجلی گلعذار من
شود پیدا شرار طور از شمع مزار من

چناں مدهوش گر دیدم ز تاثیر نگاه او
نمی دانم کجا شد طاقت صبر و قرار من

بگردد مرغ جان من فدائے چنگل نازش
کند آں باز سلطانی اگر قصد شکار من

بکن اے سرو خوبی سیر باغ داغهائے دل
بهارے بے خزاں دارد مدام این لاله زار من

کرم فرما بسوئے کلبۂ احزان من گاهے
نمی دارد قیام این هستئی ناپائیدار من

کنم نظاره گر از چشم دل در عالم هستی
نمایاں هست هر سو جلوۂ حسن نگار من

نظر چوں بر خطاب معنئی لاتقنطوا دارد
شود مایوس کئی از تو دل امیدوار من

بجز تو از که گویم حالت بیتابئی خود را
که موقوف است بر فضل تو جمله کاروبار من

شود خم گردن جانم صبا از بار احسانت
بصحرائے مدینه گر فتد مشت غبار من

ز جرم من شدے نفرت گنهگاران عالم را
نبودے وصف ستاری تو گر پرده دار من

معلی رحمت او بیں که جرمم دیده می گوید
مشو نومید از الطاف من اے جاں نثار من

خودی بگذار و خود را بے نشاں کن
مکاں کن ترک و عزم لامکاں کن

ز مژگاں تیر و از ابرو کماں کن
بناز و عشوه قتل عاشقاں کن

نمی گویم چنیں کن یا چناں کن
نظر ہر دم بحکمِ کن فکاں کن

نفس را در ہوائش بادباں کن
روانہ کشتئ عمرِ رواں کن

ز فکرِ نفسِ سرکش در ضعیفی
طلب امداد از پیر و جواں کن

محبّاں را بہ تیغِ ناز کن قتل
حیاتِ بد نصیبِ دشمناں کن

ببزمِ او نشیں چوں شمع خاموش
زباں بند از بیانِ این و آں کن

شود ہر شئے بعالم جلوہ افزا
چو می فرمایدش حق ہر زماں کن

خلیلؑ آسا درِ ملکِ یقیں زن
رخِ وجہت وجہی سوئے آں کن

اگر خواہی نجات از سختئ مرگ
دلا نامِ نبیؐ وردِ زباں کن

عطا کن شربتِ دیدار جاناں
علاجِ جانِ زارِ عاشقاں کن

فنا کن ہستئ خود در وجودش
تنفر از خیالِ این و آں کن

بدل اُمیدوارِ فضلِ او باش
حذر از دعوئے ہر امتحاں کن

بگیر از ہر لباسے نو چو یعقوبؑ
تلاشِ یوسفؑ اندر کارواں کن

ز باطل بگذر و حق گو چو منصور
مقامِ دار را دار الاماں کن

دلِ روشن مرادہ یا الٰہی
سیہ روئے نصیبِ دشمناں کن

فگن بر دوشِ خود این طرۂ ناز
بدامِ زلف تسخیرِ جہاں کن

مکن اسرارِ دل بر کسے فاش
ز چشمِ خویش ہم کارِ زباں کن

چمن زارِ دلِ پُر داغِ ما را
شگفتہ از بہارِ بے خزاں کن

زخالِ و زلف این جا دانہ و دام
شکارِ مرغِ دلہا این و آن کن

زجور اے آسمان تیرے میفگن
حذر از آہِ آتش بارِ جان کن

دل از موجِ طلاطم ہائے خونبار
روانہ کشتیِ عمرِ روان کن

بشو خاکِ غبارِ خاکساران
گزر بر اوجِ ہفتم آسمان کن

اگر خواہی ثوابِ حج معلّٰی
طوافِ خانۂ پیرِ مغان کن

گل رانہ بود عاشقِ دیوانہ بہ از من
بلبل نہ زند چہچہہ مستانہ بہ از من

گوشید بشیریں کہ کند در دلِ من جا
فرہاد نہ کرد است بنا خانہ بہ از من

صد عاشقِ دیوانہ بہر موئے تو بند است
دارد خبر از زلفِ تو کے شانہ بہ از من

از کوتہیِ دست دل و زلفِ درازت
دارد کہ سرِ رشتۂ افسانہ بہ از من

از ساغرِ چشمت ہمہ مستند درین بزم
لیکن نبود سرخوشِ پیمانہ بہ از من

چون شعلۂ جوّالہ شدم دائرت اے شمع
کے گشت بگو گردِ تو پروانہ بہ از من

چون رازِ نہانم بدلِ خویش معلّٰی
پنہاں شدہ کے گنج بویرانہ بہ از من

بسکہ آن شوخ را ستودم من
قدرِ خود را بسبک نمودم من

در دلِ خاص و عام جا دارد
گشتۂ خویش را درودم من

رتبۂ من گذشت از افلاک
بسکہ سر را بپاش سودم من

ظاہر است این بعشقِ خود چوں مہ — حسن آں مہ جبیں فزودم من
در جنوں نیست ثانیٔ مجنوں — لیک گوئی سبق ربودم من
بگذرم از ملک اگر دانم — از کجا آدم چہ بودم من
گشتم آسودہ تا ز مرأتِ دل — رنگ زردِ ہوا زدودم من
نہ کشیدم گہے پشیمانی — آزمودہ نیاز مودم من
از ازل در قلمروِ حیرت — پادشاہِ جنوں جنودم من

شد معلے ز خود بہ نغمۂ خویش
دوش چوں این غزل سرودم من

بر اسیراں کرم تواں کردن — فارغ از قیدِ غم تواں کردن
بر مزارِ شہیدِ غمزۂ خویش — رنجہ گاہے قدم تواں کردن
مردگانِ فراق را زندہ — چوں مسیحا ز دم تواں کردن
دردِ ہجراں کہ عالمے دارد — با دلِ ریش ضم تواں کردن
یار آید اگر بہ کلبۂ من — چوں الف قد علم تواں کردن
دیدہ ام شد سفید چوں نرگس — بعد ازیں گریہ کم تواں کردن
دل بود خانۂ خدا بیشک — طوفِ بیت الحرم تواں کردن
نشنود پند تو اگر ناداں — لب ز گفتن بہم تواں کردن

دلِ معلے شد از کدورت پر

صاف چوں جامِ جم تواں کردن

حق بہ قرآں یاد کرد از خوئی زن | مکر باشد بستہ ہر موئے زن
انبیا و اولیا را صد بلا | آمدہ بر جانِ پاکاں سوئے زن
صحبت زن آفتِ مرداں بود | دور بہتر مرد از پہلوئے زن
کردہ ام گوش از بزرگاں بارہا | جاں سلامت کس نبرد از کوئے زن
افترا و فتنہ و کذبِ صریح | ہست موجِ کوہ کوہ جوئے زن
بر نیاید صاف دل جوئی بہشت | گر کند پیوستہ شست و شوئے زن
تا نفس را ہست آمد شد بہ تن | ہرگزم منما خدایا روئے زن
میکند رسوائے عالم مرد را | دشمنِ خونخوارہ قابوئے زن
دل گریزد ہمچو آہو بعد ازیں | بادیہ در بادیہ از بوئے زن
برکتے از خانہ بیروں می شود | گر نباشد خیرخواہ شوئے زن

اے معلّی کس ندید از زن وفا
جا مدہ دل را تو در گیسوئے زن

سراپا نشئہ ام چوں ساغرا یم میتواں گفتن | زسوزِ عشق بریانم کبابم میتواں گفتن
بگردم دشت چوں مجنوں برائے او بصد فریاد | ہمہ تن چشم گریانم سحابم میتواں گفتن
بود لب بستہ چوں اشراقیاں با ہر گفتارم | در جمعیت بہ بزمِ او کتابم میتواں گفتن
نمودم خویشتن را فرشِ راہِ خاکسارِ ہا | غبارم میتواں گفتن ترابم میتواں گفتن

چناں از اختلاطِ تشنگانِ چشمۂ دنیا ۔۔۔ گریزانم بیابانہا سرایم میتواں گفتن

معلّیٰ او ندارد گر دماغِ گفتگو با من
بگو از چشم یا ابرو جوابم میتواں گفتن

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے کہ دیہیمِ رسالت بر سرِ زیبائے تو ۔۔۔ وائے قبائے وحدتِ حق راست بر بالائے تو
اے مقامِ قابَ قوسین است ادنیٰ جائے تو ۔۔۔ غیرتِ عرشِ معلّیٰ درگہِ والائے تو
رشکِ مہرِ خاوری شد چہرۂ رعنائے تو ۔۔۔ قامتِ طوبیٰ فدائے قامتِ بالائے تو
ہست رشکِ مرغزارِ چرخ چوں صحرائے تو ۔۔۔ غیرتِ خلدِ بریں بامِ فلک فرسائے تو
از حدِ یثرب دلا بیروں منہ گیں پائے خود ۔۔۔ نیست جز کوئے محمدؐ مسکن و ماوائے تو
قطرہ شد زاں حیاتِ خضرؑ و عیسیٰؑ سبب ۔۔۔ آبِ حیوان است در لبہائے شکر خائے تو
بعد مردن ہم ز خاکِ گور بالا می پرد ۔۔۔ مرغِ جانم در ہوائے چترِ گردوں سائے تو
از سرِ گیسوئے شبِ تاریک از روزِ فراق ۔۔۔ ایں دلِ سودا زدہ تا کے پزد سودائے تو
آہ آتش بارِ من از شاخِ طوبیٰ بگذرد ۔۔۔ سر کشد در دل چو عشقِ قامتِ بالائے تو
یا شفیع المذنبیں یا رحمۃ للعالمیں ۔۔۔ روزِ محشر کن مداوائے دلِ شیدائے تو
مردمِ دیدہ بر آرد سر بہ فخرِ حورِ عیں ۔۔۔ توتیائے چشمِ من گردد چو خاکِ پائے تو
کے نیابد از خدا عمرِ حیاتِ جاوداں ۔۔۔ خضر چوں بوسد رکابِ کفِ والائے تو
چونکہ اے موسیٰ کند نورِ یدِ اللّٰہی ظہور ۔۔۔ با نکے دارد یدِ طولیٰ یدِ بیضائے تو
مہر ہم بر چرخِ اخضر دائماً بہرِ طواف ۔۔۔ میکند گردش بگردِ گنبدِ خضرائے تو

ذاتِ اقدس چون بنا شد رحمۃ للعالمین — آمد از دریائے وحدت گوہرِ والائے تو

اُمتِ مرحومۂ تو ہست افضل از اُمم — فخر بر دین است دین و ملتِ عزّائے تو

حاصل از خوانِ مدینہ گر شود نانِ شعیر — کے خورم اے موسئ عمران من و سلوائے تو

دیدے صحرائے مدینہ ناقۂ اے مجنون اگر — کے بسوئے نجد رفتے محملِ لیلائے تو

یک شبش در خواب بنما حُسنِ زیبا لطفت یا نبیؐ
این معلائے حزین تاکے بود سودائے تو

فرخندہ اے کسے کہ دلش شد فدائے تو — خوش طائرے کہ می پرد اندر ہوائے تو

از پرتوش شود مسِ تن زرِ جعفری — اکسیرِ خالص است اثرِ خاکِ پائے تو

بہرِ علاج سوئے مسیحا چہ میروی — دردِ دمی است اے دلِ ناداں دوائے تو

قدرِ علوئے رتبہ چہ دانند خاکیاں — عرشِ بریں است زینۂ دولت سرائے تو

سوئے شہِ مدینہ برو اے مریضِ عشق — خاکِ درش بس است برائے شفائے تو

ہر چند نیست نسبتِ خورشید ذرہ را — دل آشنائے صورتِ نا آشنائے تو

تو یاد او کنی و کند یاد او ترا
تو از برائے اوست معلّی برائے تو

اے صبا در گل و بلبل چہ سخن بود بگو — با تو در حقِ دلِ آشفتہ چہ فرمود بگو

از فراقش شدہ ام نالِ قلم یار چو شمع — کے کند جلوہ بہ بزمِ بر ما زود بگو

کفِ پا را صنم از رنگِ حنا آگین کرد — یا بخونِ نالۂ این دیدہ تر سود بگو

گشت آئینهٔ معلیٰ دلِ تو از رویش
زنگ غم مصقلهٔ لطف که بزدود بگو

شد از مهتاب عریان شب تنِ او
اگر بود از کتان پیراهنِ او

رها چون دل نخواهم کرد این بار
اگر آید بدستم دامنِ او

کسے دیوانهٔ اش باشد که خورده
ز طفلان سنگ بر خود چون منِ او

چرا سرگشتهٔ صحراست مجنون
که بود آغوشِ لیلیٰ مامنِ او

نگاهِ التفاتی داشت بر من
رقیب بد سیر شد رهزنِ او

مجرد شو که عیسیٰ را معلیٰ
نداده بر فلک ره سوزنِ او

میشود عقده کشا یارِ من انشاءالله
میرسد شمع شبِ تارِ من انشاءالله

نیستم تنگدل از رنگِ جهان چون غنچه
میگشاید گرهٔ کارِ من انشاءالله

گر دلم داغ تو دارد چه غم از پنبهٔ صبح
میرسد مرهمِ افگارِ من انشاءالله

چند سوزم ز درازئ شبِ هجر چو شمع
میشود صبح شبِ تارِ من انشاءالله

ظلمت از روے جهانِ دلِ غمگیں ببرد
آفتابِ رخِ دلدارِ من انشاءالله

بر کمرِ تیغِ علیٰ میخورد الله شود
مستعد هر که به پیکارِ من انشاءالله

چون فلک از صفتِ حیدرِ کرار بلند
میشود رتبهٔ اشعارِ من انشاءالله

عملِ صاعقه با هستیٔ بدخواه کند
شعلهٔ آهِ شرربارِ من انشاءالله

کفر و دیں اند بہم تو ام و زنار سبحہ
میشود رشتۂ زنارِ من انشاءاللہ

رفتہ رفتہ شود آویزہ گوشِ اقبال
درِ گنجینۂ گفتارِ من انشاءاللہ

بلبلان زار بگریند معلےٰ بہ فغاں
چوں شود وا گل دستارِ من انشاءاللہ

رسید آں یارِ من الحمدللہ
شگفتہ چوں چمن الحمدللہ

کند ہر دم بذکرِ یار حرکت
زبانم در دہن الحمدللہ

بسانِ خال بر رخسار اُو کرد
نگاہِ من وطن الحمدللہ

بعشقم رفت شیریں از خاطر
حدیثِ کوہ کن الحمدللہ

چو طوطی کرد آں آئینہ رخسار
مرا شیریں سخن الحمدللہ

نباشد صدر آرائے دلِ من
بغیر پنجتن الحمدللہ

اگر آلائی حق خواہی معلےٰ
بگو ہر دم چو من الحمدللہ

اے کہ از انوارِ خود روشن جہاں را کردہ
از ضیائے خود منور انس و جاں را کردہ

باعثِ ایجادِ عالم ہست ذاتِ پاکِ تو
از ظہورِ خویش پیدا این و آں را کردہ

ہست از ادراک بیروں رتبۂ والائے تو
در ادائے وصف قاصر ہر زباں را کردہ

تابعِ فرمانِ تو جن و بشر حور و ملک
زیرِ حکمِ خود زمین و آسماں را کردہ

راہِ توحیدِ خدا بر ما نمودی آشکار
دور از دلہائے ما وہم و گماں را کردہ

کے شود از ما ادائے شکرِ ہر احسانِ تو
روشن از نورِ ہدایت انس و جاں را کردهٔ

کرده ظاہر بر مسلمانان ہمہ احکامِ دیں
بستۂ احسانِ خود ہر این و آں را کردهٔ

مبتلا جان و دلِ ما بود در کفر و نفاق
از ضیائے نورِ ایماں روشن آں را کردهٔ

از فیوضِ جذبِ دل گشتیم اسیرِ زلفِ تو
بستۂ زنجیرِ احسانِ مؤمناں را کردهٔ

تازه کردی از بہارِ فیض باغِ جانِ ما
وز پئے اصلاحِ دل پیدا تو قرآں را کردهٔ

وصفِ تو کردن چہ داند ایں معلائے ضعیف
کند در اوصافِ خود تیغِ لساں را کردهٔ

اے محسن و منّانِ من از من چرا رنجیدهٔ
درد رہا درمانِ من از من چرا رنجیدهٔ

اے باعثِ ایجادِ من و اے موجدِ بنیادِ من
کن رحم بر فریادِ من از من چرا رنجیدهٔ

ہستم ضعیف و ناتواں کردم گناہ بیکراں
فضلِ تو ہست افزوں ازاں از من چرا رنجیدهٔ

کردم بسے جرم و گناہ دارم نہ ہیچک زادِ راہ
جز تو نمی دارم پناہ از من چرا رنجیدهٔ

بخشندهٔ عصیاں توئی و دردِ مرا درماں توئی
غفارِ ذی احساں توئی از من چرا رنجیدهٔ

مرا دیوانۂ رخسارۂ خود ساختی رفتی
ز عشقِ خود ہمچشمِ شرربدل انداختی رفتی

ز بندِ نشۂ ماہمی جاناں شدم فارغ
ز تا کا شانۂ جان و دلے را باختی رفتی

نہادم گردنِ تسلیمِ خود را پیشِ تو امّا
چہ پیش آمد نہ کشتی تیغِ ابرو آختی رفتی

ز تیمارِ دلِ عاشق کہ کردی اے شہِ خوباں
لوائے نیکنامی در جہاں افراختی رفتی

ز بزمم دوش دستی زہا جستی و با اغیار
بسانِ شمع از غیرت مرا یکدا ختی رفتی

زہستی طرفی از آمد شد نفسِ عزیز خود
معلی از جہان خود را اگر نشاختی رفتی

خجل از ہیبت ابرویت ہلالی
ثنا خوانِ مہِ رویت جمالی

کجا کیفیتِ چشمِ تو دارد
شرابِ نشۂ بخشِ پرتگالی

ز فیضِ لذتِ آبِ دہانت
شدم رطب اللسان ہمچو زلالی

دلم را مدتے شد کردہ ہمید
تو از تیر نگہ ہائے غزالی

چو آئینہ شوی با من مقابل
بخوانم ہمچو طوطی شعر حالی

خیالِ سرو قدِ نازنینت
مرا بخشید جانان فکرِ عالی

اگر یابم بنرمش رہ معلی
نخوانم جز غزلہائے وصالی

ماہِ من از عرب آمد بجمالے عجبے
بارخِ روشن و ابروئے ہلالے عجبے

جلوہ گر در نظرم اوست بحالے عجبے
چشمِ بد دور کہ ہستم بخیالے عجبے

در بشر شامل و بہتر ز ہمہ خلق و بشر
در جہاں گشتہ ظہورش بجمالے عجبے

بے زباں بے مدِ گوش بدل می شنوم
گفتگوئے عجبے حسنِ مقالے عجبے

گشتہ ام از اثرِ تابِ غمِ فرقتِ او
مبتلائے الم و رنج و ملالے عجبے

باطنِ من ہمہ مملوست بہ اسرارِ کمال
گرچہ ظاہر بتنم ہست زوالے عجبے

والضحیٰ وصف رخش ہست زلفش واللیل — مہ لقائے عجبے مہر جمالے عجبے

جامۂ غیریت از جسم خود افگندہ بروں — شد مشرف شب اسریٰ بوصالے عجبے

تابع او شدہ فوج ملک از حکم الٰہ — شان عالی عجبے جاہ و جلالے عجبے

ہمچو خال رخ محبوب ز فیض شہ دیں — گشتہ مقبول خدا حسن بلالے عجبے

مثلکم گفتنش از حکم خداوند جہاں — شان بےمثلی او راست مثالے عجبے

گشتہ در شکل بشر جلوۂ حق جلوہ فزا — ذی جمالے عجبے صاحب خالے عجبے

باطن او ہمہ واصل بحق در ظاہر — شامل خلق شدہ با خط و خالے عجبے

فیض یاب اثر رحمت او ہر دو جہاں — معدن جود و سخا بحر نوالے عجبے

خالقش گفت بہ قرآں لعلیٰ خلق عظیم — حسن خلقے عجبے نیک خصالے عجبے

ہست دل شیفتۂ چشم رسول عربی
اے معلی شدہ ام صید غزالے عجبے

بیا ساقی بدہ مے — کہ دل از مے شود حے

بگو بے بادہ باشم — خمار آلودہ تا کے

بگردد وا چو غنچہ — دلم بے مطرب و مے

شود مست مے حسن — بہار نیست بے دے

بیاد او نفس سنج — ہمیشہ ہست ہر شئے

بہار دولتش داشت — کجا جمشید و ہم کے

دلم را هیچ آرام
معلی نیست بی وی

دارم از یارِ خویش شکوه بسی	گو کسی بشنود حدیث کسی
ای فلک ماند ورِ تو بخوشی	بخشیدیم در جهان نفسی
آئینه زان عذار می خواهم	بجدا نیست غیر ازین هوسی
که بمیدانِ عشقِ او چون من	تاخت مانندهٔ صبا فرسی
در گذر کاروان و من در خواب	گرد بیدار نالهٔ جرسی
سیر گاهِ مست در جبروت	گشته ناسوت بهرِ من نفسی
از لبش بند می شود لب من	گاهِ بوسه ز شهد چون مگسی
بشره رفته ام گزرگاهت	پس خرامان بیا که نیست خسی

ای معلی غنیمت است اکنون
نرسد نفع و هم ضرر ز کسی

چون خبر نیست ز حالِ کسی	نیست ترا رنج و ملالِ کسی
بهرِ پریدن به هوائی وصال	نیست مجالِ پر و بالِ کسی
پیشِ فقیران تو انگر مزاج	هیچ نیرزد زر و مالِ کسی
دانه و دام است پئی مرغِ دل	وصفِ جمالِ خط و خالِ کسی
من صفتِ یار کنم گر بیان	هیچ نگنجد بخیالِ کسی

دور ز تشبیہ چو تنزیہ اوست | نیست برا و راست مثالِ کسے
بر عمل اے زاہدِ خود بیں مناز | قرعۂ فضل است بفالِ کسے
جز بخیالاتِ صنم ہیچ نیست | من چہ کنم باز خیالِ کسے
ہستئ ما جملہ کہ مالِ خداست | باز چہ نازیم بمالِ کسے
ق
آنکہ ز خوانِ کرم و فضلِ تو | رد نشدہ دستِ سوالِ کسے
باز رساں تا بدرِ اکرمم | بے مدد و منتِ مالِ کسے

جز رہِ تسلیم معلّیٰ مرو
باز مجو نقصِ کمالِ کسے

در فضیلتِ جشنِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

بیا کہ محفلِ میلادِ مصطفیٰ ایں جاست | نزولِ رحمتِ پروردگارِ ما اینجاست
بدل اگر اثرِ عشقِ مصطفیٰ داری | بیا کہ مجمعِ عشاقِ بے ریا اینجاست
قدم نمودہ ز سر با ادب تو اے طالب | بجشنِ خاص ز اخلاصِ دل بیا اینجاست
ملک ز چرخ طبق ہائے نور میریزند | بیا کہ جلوۂ انوارِ کبریا اینجاست
ز فیضِ نورِ سراجِ منیرِ عالمِ قدس | ظہورِ روشنئ قدرتِ خدا اینجاست

ز پرتوِ شرفِ ذکرِ سیّدِ عالم — ضیائے جلوۂ حق نازل از سما اینجاست

ز چرخ حور و ملک جوق جوق می آیند — کہ ذکرِ مولدِ سلطانِ انبیاء اینجاست

ز عکسِ روشنیٔ او زمانہ پُر نور است — بیا ببیں کہ عجب حسنِ دل کشا اینجاست

بکن نظارہ بیا و ببیں ز دیدۂ دل — کہ گنجِ جلوۂ فیضانِ حق چہا اینجاست

ز ہر چراغ نمودار شعلۂ طور است — ز ذرّہ ذرّہ عیاں مہرِ پُر ضیا اینجاست

بیا و از دہنِ غنچہ ایں صدا بشنو — کہ ہر گل از شرفِ خوش جاں فزا اینجاست

بیا کہ ہست دریں بزم ہر مسیح نفس — برائے دردِ دلِ اہلِ دین دوا اینجاست

بیا بیا کہ دریں جا شوی زرِ خالص — پئے صلاحِ مسِ جہل کیمیا اینجاست

بکامیابیٔ مقصد بیا کہ موقع خاص — پئے حصولِ مرادات و مدعا اینجاست

بیا کنیم دُعا بہر شاہ و سلطنتش — کہ بہر دفع بلا موقع دعا اینجاست

نظامِ ملکِ دکن شاہ آصف ذیجاہ — کہ ذاتِ او سببِ حفظ و امنِ ما اینجاست

سلامت او صد و سی سال شادمان ماند — کہ از عدالتِ او امن جا بجا اینجاست

بہ ظلِ عاطفتش شاد باد اولادش — ظہورِ دورِ زماں را قیام تا اینجاست

صبا بہ شاہِ مدینہ رساں درود و سلام — بگو کہ مجمعِ خدّامِ با وفا اینجاست

بگو تو از رہِ اخلاصِ باطنی ہر کس — اُمیدوارِ عنایاتِ تو شہا اینجاست

بگو یکے ز غلامانِ تو معلّٰے ہم — بقیدِ نفس گرفتار و مبتلا اینجاست

بر آستانۂ عالی طلب بکن او را — کہ در بلائے تعلق اسیر یا اینجاست

قصیدہ

در تہنیتِ جشنِ جوبلی چہل سالہ حضورِ پرنور اعلیحضرت بندگانِ عالی نواب میر محبوب علیخان بہادر آصف سادس سلطانِ دکن غفران مکان علیہ الرحمہ

اے کہ در کوئے جلالت ذرہ شانِ آفتاب
زینۂ بامِ مکانت سائبانِ آفتاب

چون ندارد تابِ دیدارِ رخت از حسرتش
میکند گردش نگاہِ ناتوانِ آفتاب

ہست مصروفِ طوافِ آستانش زان سبب
او ازانِ جانم و جانم ازانِ آفتاب

خاکپائے شحنۂ عدلت شود گر سرمہ اش
دیدۂ خفاش گردد پاسبانِ آفتاب

گر کند نظارۂ شانِ عقابِ ہیبتت
مرغِ ہوش آید برون از آشیانِ آفتاب

تا نگردد فیضیابِ نورِ باطن از درت
بر نہ تابد اخترِ بختِ جوانِ آفتاب

طرۂ دستارِ تو دارد کلہ گوشہ بر اوج
افگند تا پرتوِ خود بر مکانِ آفتاب

چون ز خوانِ نعمتت زلہ ربائی میکند
زان سبب گشتست پر زر جرمدانِ آفتاب

کرد چون با شوشۂ چترت خیالِ ہمسری
زرد شد رنگِ رخ چون زعفرانِ آفتاب

پرتوِ نورِ سعادت بر جہان می افگند
میر محبوب علی شہ (غفران مکان) رازدانِ آفتاب

طبعِ روشن گر بسنجد نورِ عقلت را باو
منکشف گردد ہمہ رازِ نہانِ آفتاب

گرم رو گردید در گردِ جہان بہرِ صلاح
لمعۂ عدلِ تو چون شد حکمرانِ آفتاب

همسری چون کرد با حسنِ رخت هر روز و شب — می فرستد فوجِ ظلمت بر مکانِ آفتاب

شمس نورِ خویشتن بروے نمی سازد نثار — بردرت تا خم نگردد آسمانِ آفتاب

تا نه گردد او خریدار متاعِ حسنِ تو — پر نشد از گوهرِ مقصد دکانِ آفتاب

سرد پیشِ حسنِ تو شد گرم بازاری او — هست ارزان زان سبب حسنِ گرانِ آفتاب

حاسد از حسنت نه بیند هست مثلِ شپره — تا نه بیند جلوهٔ زینت نشانِ آفتاب

اے شهِ ملکِ دکن عادل سخی با دل کریم — کس نه یابد چون تو در وهم و گمانِ آفتاب

کور گردید است چشم او ز دیدِ حسنِ تو — مثلِ شپره هر که می جوید نشانِ آفتاب

هر که با تو در دلِ خود کاشت تخمِ حاسدی — سوخت گشت او بحکمِ قهرمانِ آفتاب

در تمناے حصولِ جامِ بزمِ عیشِ تو — گشت ازان بادهٔ رطلِ گرانِ آفتاب

شاه بر هر ذرهٔ عالم ز فیضِ عامِ خود — سایه افگنده چو نورِ بیکرانِ آفتاب

گر خمارِ دیدهٔ مستت فزاید کیفِ عشق — خونِ دل گردد شرابِ ارغوانِ آفتاب

گشته عالم را ز جودِ تو چنان حاصل غنا — کس نمی گردد گهے سائل به نانِ آفتاب

چون نه نازم من که شاها از ضیاے مدحِ تو — روشنی طبعِ من شد همزبانِ آفتاب

کیست کو بر روشنی طبعِ من تحسین کند — زین جهان رفت است عیسیٰ فی جهانِ آفتاب

از ضیاے فیضِ مدحت اے مهِ برجِ شرف — شهرهٔ آفاق گردیدم بسانِ آفتاب

وصفِ آصف حد ندارد اے علی بر دعا — مختصر کن این بیانِ داستانِ آفتاب

آفتابِ عمر و اقبالِ تو اے شاهِ دکن — باد تابان هست تا دورِ زمانِ آفتاب

باد عالم بهره یاب از فیض خوان نعمت	بر سماط چرخ تا باقیست نان آفتاب
باد زیر تیغ قهرت گردن اعدای تو	هست تا تیر شعاعی در کمان آفتاب
جشن سال مولد تو ای شه ملک کن	باد صد چل سال تا دور زمان آفتاب

بر سر اولاد و اعیان باش قائم بامراد
هست قائم در جهان تا عزّ و شان آفتاب

در مدح حضرت غفران مکان علیه الرحمه

حمد خدا که از گل هستی بهار یافت	صد رنگ تازگی چمن روزگار یافت
حیوان و جن و انس و ملک جماد و نبات	از ذکر او وظیفه لیل و نهار یافت
هم نعت آنکه از پی ایجاد جمله خلق	ذاتش مدار کار دو عالم قرار یافت
آن شافعی که حامی کار نجات ماست	تسکین بروز حشر از و جان ما نزار یافت
از حرمت طفیل صحابه و آل او	دل هرچه خواست از کرم کردگار یافت
بر بندگان مواهب احسان و نعمتش	هرچند از دهان نتواند شمار یافت
آری عطای او چه شمارد بدل کسی	در ضمن نعمتی چو کرم صد هزار یافت
عادل شهی که کرد مقرر برای ما	بهتر از و کسی نتوان شهریار یافت
شاهی که هست رستم دوران خطاب او	از بندگی او شرف اسفندیار یافت

در عہدِ تو رسیدہ بہ فیروز طالعی — بر روزگارہا شرف این روزگار یافت

در نامِ تو چو نسبتِ محبوب با علیؑ است — تیغِ تو در غزا مدد از ذو الفقار یافت

اصلاحِ ما ز غصۂ گرم چو برقِ تو — طوری کہ خلق منفعتِ ریل و تار یافت

از شاخِ خشک میوۂ تر برگ نو دمید — قوت چو نامیہ ز شہِ نامدار یافت

آوازۂ عدالتِ تو شہرہ چون فگند — کسریٰ بغیر گور نہ جائے قرار یافت

مطلع دوم

یک ذرہ ہم بدل خلشِ ریگزار یافت — گل اگرچہ جائے خویش بہ پہلوئے خار یافت

گنجِ ہنر کہ بود نہان زیرِ خاکِ جہل — ہر کس درین زمانہ بدل آشکار یافت

گردید از و بدہر معطر مشامِ جان — چون بوئے زلفِ نافۂ مشکِ تتار یافت

زیباست ناز مادرِ گیتی اگر کند — زیرا کہ ظلِ تو خلفے در کنار یافت

از پائے لغزِ دہ ہر چہ پرواست زانکہ شاہ — در راہِ شرعِ حق قدمِ استوار یافت

از چشمِ بد عدوئے تو چون ماہیت تو دید — جائے قرار او تہِ مرقد قرار یافت

ہر احتیاج مند کہ آمد بہ پیشِ تو — ہر حاجتے کہ داشت بلا انتظار یافت

از باعثِ عدالتِ تو اے شہِ نظام — ہر انتظامِ ملک بمرکز قرار یافت

نام تو گرچہ آصف جاہ ہست در خطاب — حکمِ تو ہمچو حکمِ سلیمانی قرار یافت

از بندِ تیغِ تست عیان فتح جنگ ہا — نصرت ز حق معرکۂ کارزار یافت

در ہر ممالک است مظفر چو ذاتِ تو — سالاریِ سپاہِ وفادار یار یافت
رخشِ تو از تبخترِ شوکت دمِ خرام — نازد بخویشتن کہ چو تو شہسوار یافت
فیلِ سواریِ تو بہ فیضِ قدومِ تو — اصحابِ فیل در نظرِ خویش خوار یافت
از فیضِ جود و بخششِ تو در جہاں کسے — محتاجِ ہیچ کس نہ بملک و دیار یافت
دارد کلاہ گوشۂ فخرش بر آسماں — از لطفِ تو ہر آنکہ بدربار بار یافت
بادا وجودِ دشمنِ تو پائے مالِ او — در دوستی ہر آنکہ قدم اُستوار یافت
خالی چو داشت دستِ طلب از عطائے تو — زاں رو شرارِ آتشِ حسرت چنار یافت
چہ کند شمارِ بخششِ بے انتہائے تو — ہر کس کہ مال و گنج و گہر بیشمار یافت
سفتم بہ نظم چوں دُرِ مضموں بمدحِ تو — ہر نقطہ آب و تابِ دُرِ شاہوار یافت
در نظم کار از ہمہ شد پیش کارِ او — چوں خلعتِ وزارتِ تو پیشکار یافت
در حسنِ انتخاب شہا بخت یاورت — دستور ہم مدبر و عالی وقار یافت
وصفش ز حد فزوں است معلی بحق دعا — دلِ مژدۂ قبول ز پروردگار یافت
دستِ دعا بصدق بسوئے فلک فراشت — از حق چو ایں نوید دلِ بیقرار یافت
یارب بدہ نوید کہ عمرِ شہِ دکن — تعدادِ سالِ گرہ فزوں از شمار یافت
ہر آرزوئے او کہ بود نفع بخشِ او — مقصودِ دل ز رحمتِ پروردگار یافت
یارب بدہ بشارت آں ہم بگوشِ من — شہ حاجتے کہ داشت بلا انتظار یافت
بہرِ فزودِ دولت و اقبال و عمرِ شہ — بافالِ نیک مژدہ دلم بار بار یافت

در مدح نواب انتظام جنگ بہادر

رسید مژده که نواب مستطاب آمد
سپہر جودِ امیرِ فلک جناب آمد

گره کشائے عقود و مراصدِ عالم
کلیدِ قفلِ فتوحاتِ شیخ و شاب آمد

انیسِ غمزدہ ہا مونس شکستہ دلان
ظہیرِ گوشہ نشیناں روانِ حجاب آمد

دماغہا نشود چوں بہ طیب عطر اندوز
کہ از دیارِ ختن بوئی مشکناب آمد

برائے ردِّ شیاطین گمرہ کفرہ
ز اوجِ فضلِ خدا ناوکِ شہاب آمد

پیمبری ز خداوندِ رتبہ آحق
برائے تصفیہ ملک با کتاب آمد

شد از سموم جہاں خشکزار چوں آں ملک
برائے نزہتِ سرسبزیش سحاب آمد

سپید دیدہ شد از انتظار عالم را
ولیک زانچہ فیضِ او شتاب آمد

کباب شد جگر از آتشِ توقفِ او
اگرچہ زود تر از نشّئہ شراب آمد

معِ سپاہ فرنگ انتظام جنگ دلیر
برائے صیدِ عصافیر چوں عقاب آمد

ہزار لشکرِ کز خان بہادرِ دوراں
بعونِ پنجتن پاک کامیاب آمد

نشستہ بود مخلّش درانزوائے خمول
کنوں ز پردہ بروں ہمچو آفتاب آمد

بہر کجا کہ درین آنکہ بود بدخواہش
چو شاخ بید ز رعشش در اضطراب آمد

چو گل شگفتہ متعلی دل از نسیم کسے
کہ قطبِ دولہ ز دولہا با خطاب آمد

قطعہ

صلی اللہ علیہ وسلم

اے جلوہ نورِ کبریائی — زیبندہ شانِ مصطفائی
ہرچند نہ گوییت خدائی — لیکن ز خدا نہ ہم جدائی

قطعاتِ عید

بدہر زآمدِ عیدِ صیام دِل شاد است — ز مقدمش دلِ مؤمن مسرت آباد است
بمؤمنین ز طفیلِ صلوٰۃ و صوم و زکوٰۃ — ورودِ رحمتِ حق دولتِ خدا داد است

دیگر

مہِ صیام چو بگذشت روزِ عید آمد — بشارتِ شرف از بہرِ ما پدید آمد
بہ فضلِ حضرتِ حق از ادائے صوم و صلوٰۃ — نویدِ اجر پئے مومنِ سعید آمد

دیگر

نویدِ آمدِ عیدِ مہِ صیام آمد — بشارتِ شرف و فضل در انام رسید
طفیلِ صوم و صلوٰۃ از خزینۂ رحمت — مرادِ خاطرِ اربابِ دیں بکام رسید

قطعات تواریخ

تاریخ تخت نشینی حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ

چو آمد میر محبوب علیخان (غفران مکان)
معلی گفت تاریخ جلوسش

ز مہد ناز بر اورنگ شاہی
بماند قایم این ظل الٰہی
١٢٨٥ ھ

در تہنیت جشن جوبلی چہل سالہ حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ

جشن چل سالہ مبارک جوبلی شہریار
در سن فصلی معلی ہاتف غیبی بہ من

شد درین ایام از فضل خدائی لایزال
عمر شہ تا یکصد و سی سال ہا دا گفت سال
١٣١٥ ف

تاریخ آوردن ریل در مدینہ منورہ بعہد خلیفۃ المسلمین سلطان عبد الحمید خان فرمانروائے ترک دولت عثمانیہ

گرد جاری ریل در ملک عرب
مصرعہ سالش معلی گفت دل

چون شہ عبد الحمید ذی کرم
شد مشرف از مدینہ ریل ہم
١٣٢٦ ھ

تاریخ دورہ حضرت آصف سابع سلطان دکن خلد اللہ ملکہ بمقام راجورہ و الغ احمد پور بزمانہ ولیعہدی

افگند ظل عاطفت خود بر اہل ملک
شہزادہ بہادر عالی بہ نیک فال

سالِ قدومِ نیک معلیٰ نمود عرض	راجورہ شد زمقدمِ شہزادہ باکمال
	۱۳۲۶ھ

تاریخ طبع رسالہ اثبات مولود مصنفہ حضرت مولانا فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ استاد سلطان دکن خلد اللہ ملکہ

چو حضرت مولوی انوار اللہ	کتاب عمدہ تر تصنیف فرمود
جزاک اللہ فی الدارین خیرا	کہ از مضمونِ او فرحت بیفزود
معلیٰ گفت سالِ طبع فصلی	جوابِ منکر و اثباتِ مولود
گر آں را از لب طاہر بخوانی	ہلالی سن شود حاصل تراز ود
	تدخلہ ۹ ۱۳۲۷ھ

تاریخ تشریف آوری اعلیحضرت امیر کابل سراج الملۃ والدین در ہندوستان

خوشا زماں کہ بہندوستاں شہِ کابل	سراجِ ملت و دیں آمدہ بشوکتِ جم
زفرطِ شوق معلیٰ برائے سالِ قدوم	چہار بار (سحابِ کرم) بگفت دلم
	۳۳۱ × ۴ ۱۳۲۴ھ

تاریخ کنده گی چاه بنا کرده مولوی عبد الواحد صاحب

بنا چوں کرد عبد الواحد ایں چاہ	کہ فیضش باقیات الصالحات است
معلیٰ گفت تاریخ بنائش	نزولِ چشمۂ آبِ حیات است
	۱۳۲۴ھ

تاریخ انتقال نواب شمس الملک مغفور

گوئے اوصافِ نیک وخلقِ حسن — ز جہاں چوں ربود شمس الملک
کن معلی سنِ وفات رقم — بجہاں رفت زود شمس الملک
۱۳ ھ ۲۴

تاریخ تعمیر مسجد بنا کردہ مولوی عبد الرحیم صاحب وکیل سمستان پالونچہ

مع اخوان دلا عبد الرحیم ایں — بنا چوں کرد از بہرِ عملِ خیر
معلی از لبِ آمیں سنش گفت — جزاک اللہ فی الدارین الخیر
۱۳۱۵ = ۱ + ۱۳ ھ ۲۴

تاریخ طبع دیوان نعتیہ مصنفہ مہاراجہ سر یمین السلطنت بہادر شاد دام اقبالہ

وزیر ملک شہ دکن چوں نعتِ شاہِ رسل — دُرِ معانی روشن بسلکِ مضموں سفت
دل معلی بتاریخ طبعِ دیوانش — پسندِ خاطرِ شاہِ امم بود سن گفت
۱۳ ھ ۲۵

تاریخ سفر رحمت آباد ہمراہی حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ استاد سلطان دکن خلد اللہ ملکہ

چوں ز درگاہِ مکرم شرف اندوز شدم — ہمرہ قبلۂ دیں قدوۂ اربابِ رشاد
اے معلی دلِ من فقرۂ تاریخ سفر — گفت اللہ مبارک سفرِ رحمت آباد
۱۳ ھ ۲۵

تاریخ وفات حضرت مولانا مولوی مسیح الزماں خاں صاحب قدس سرہ استاد حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ

اے معلی چوں مسیحائے زماں — رفت از دنیا بسوئے خلد زود

دراداے شکر تاریخ وفات	گفت روحش (یاغفور یا ودود) ۱۳ ہجری ۲۸

تاریخ انتقال اہلیہ مولوی حمید الزمان صاحب خلف حضرت مولوی مسیح الزمان خان علیہ الرحمہ بہ صنعت تدخلہ

زوجہ اہلیہ مولوی حمید زماں شنیدم از لب اہل ارم ہمیں خوانش	بشوق دید لقا پیش کبریا آمد بجلسہ گاہ جناں فضل النساء آمد ۱۳۲۹ + ۱ = ۱۳۲۹ھ

قطعہ تاریخ بصنعت تدخلہ و تخرجہ نسبت وفات حسرت آیات حضرت آصف سادس غفران مکان و تخت نشینی حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ

رخت از شاہی اقلیم دکن او برفت و بمقامش آمد	میر محبوب علی چوں بر بود شاہ عثمان علی نیک وجود ۱۱۷۶ + ۱۵۳ = ۱۳۲۹ھ

تاریخ تشریف آوری حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ بمکہ مسجد بغرض ادای نماز جمعہ در زمانۂ تخت نشینی ۱۳۲۹ھ

نظام ملک دکن شاہ آصف سابع بہ بست و ہشتم ماہ صیام در مسجد چو گشت جان و دل اہل دین ازو خرسند پس از دعاے فراواں سروش معلی گفت	شدہ بحسن عمل رہنماے راہ ہدا بیامد و بنمود اداے حکم خدا ازیں عمل شدہ بروے دل زمانہ فدا شہ علیم صلوۃ جمعہ کرد ادا ۱۳۲۹ھ

تاریخ طبع حیات مسیح سوانح حضرت مولانا مسیح الزمان خان صاحب مغفور استاد سلطان دکن جعفر غفران علیہ

سانحات عمر استاد نظام	گشت چوں تالیف با حال صحیح
بهر تاریخش معلّے فی البدیه	گفت سال و نام تاریخ مسیح ۱۳۰۲۶

دیگر

ذی فضل مولوی مظفر حسین خاں	تالیف چوں نمود رساله نکو سرشت
تاریخ او بگفت معلّی بن سرش	احوال صدق و نیک مسیح الزماں نوشت ۱۳۲۹ھ

تاریخ عقد قاضی احمد الدین صاحب فرزند مولوی محمد حمید الدین صاحب برادر خرد حضرت مصنف

گشت چوں عقد برادرزاده ام	با عروس دختِ عم مه لقا
اے معلّی سالِ تقریبش بگو	نیک آهنگ احمد الدین کتخدا ۱۳۲۹ھ

تاریخ مراجعت فرمائی حضور پرنور اعلحضرت بندگانعالی حضرت آصف سابع سلطان دکن خلد اللہ ملکه ازاجمیر شریف

از مزار خواجه اجمیر گشته مستفیض	بازپس آمد شهِ ملکِ دکن مسرور شاد
اے معلّی عرض کردم مصرعهٔ سالِ سفر	واپس از اجمیر آمد شاهِ قیصر با مراد ۱۳۳۰ھ

تاریخ تشریف آوری حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکه در مدرسه نظامیه دکن

چو شد در مدرسه رونق افروز	کمان هر یک به تسلیمش شده خم

بجو سالِ قدومش اے معلّے	بیا شاہا بیا باخیر مقدم ۱۳ ھ ۳

اشعارِ متفرقہ

بجز ذاتِ قدیم خاص وے را	بقائے نیست حاصل ہیچ شئے را
میانِ انقلاب دورِ گردوں	بخاک آرد سرِ کاوس وکے را
بہ پندار اینکہ مستِ بادۂ عشق	بجامِ جم فروشد جام مے را
اینکہ نام تو زبان را راحت است	ذکرِ تو روحِ روان را راحت است
فیضِ عشقِ تست فیض او چہا	یادِ تو جانِ جہاں را راحت است
شب گزشتہ نہ تنہا زتپ بدن میسوخت	دلم ز سوزِ تو چوں شمعِ انجمن میسوخت
زگرمئ نگہ یارِ آتشیں جولاں	چو شمع دوش زسر تا بپائے من میسوخت
جاں بستہ سلاسلِ زلفِ رسائے تست	مرغِ دلم اسیرِ کمند بلائے تست
چو قصدِ آمدنت بر مزارِ من باشد	بخلق موجبِ عز و وقارِ من باشد
دمے زیادِ رخ و زلفِ تو نیم غافل	ہمیں وظیفہ لیل و نہارِ من باشد
صبا چو وقت صحرا ز مدینہ می آید	بہار تازہ بگلزارِ سینہ می آید
بطوفِ گنبدِ خضرائے سیّدِ عالم	خوشا دلیکہ زسر تا بزینہ می آید
خاکِ من بے سبب اے یار مریز	رنگِ حسرت بدلِ زار مریز
طائرِ دل کے پر دبر اوج ہنگامِ شباب	وقتِ شب ہا مرغ پنہاں در زمین میشود

ترکِ اسبابِ جہاں در رہ جاناں کردم	خوب سامانِ دلِ بے سر و ساماں کردم
بہ ذکرِ حق دلِ منصور وار میدارم	مدام وردِ زباں نامِ یار میدارم
سرِ مشتاق خم با حمدِ رب کن	فدائے نامِ سلطانِ عرب کن
بگوشِ من کند القابِ شیریں مقالِ من	بکن فیضِ نگاہِ خویش را محوِ خیالِ من
شدم غرقِ گناہاں اے مہِ صاحب کمالِ من	نگاہی کن بہ لطفِ خویشتن بر خستہ حالِ من
بگوشِ من ہمی گوید بتِ شیریں مقالِ من	کہ جز فانی شدن حاصل نمیگردد وصالِ من
بیانِ حسنِ او چہ کند زبانِ کج مقالِ من	کہ وصفِ او بروں است از حدِ وہم گمانِ من
اے کہ دردِ تو دوائے جانِ من	کفرِ تو سرمایۂ ایمانِ من
شرحِ حالِ بے نہایت وصفِ تو	ہست بیروں از حدِ امکانِ من
اے گلبنِ زیبندۂ گلزارِ خدائی	گویم نہ خدایت مگر از وے نہ جدائی
اے آنکہ ز روئے تو عیاں شانِ خدائی	حسنیکہ تو داری بکس آں را نہ نمائی
ہر کجا یاری رود خود را	ہمچو سایہ ردیف گردیش
ہست ایں دیوِ نفس رہزنِ دیں	بریاضت ضعیف گردیش
نعتِ دلبر بہارِ عیش و طرب	اے معلیٰ خریف گردیش

مناجات بدرگاہِ ربّ الحاجات

اے کریم کارساز بے نیاز | در مصیبت بندگان را چارہ ساز
ما ہمہ محتاجِ درگاہِ تو ایم | چون گدا استادہ بر راہِ تو ایم
گرچہ آلودہ گناہان ایم ما | لیک بر امید احسانیم ما
انچہ احسانہا نمودی ز ابتدا | آن عنایتہا ندارند انتہا
حد ندارد رحمت و اکرام تو | جیب عصیان پیشِ لطفِ عام تو
بے طلب ما را عطا کردی وجود | از عنایاتِ خود اے ربِّ ودود
در عدم بر ما عطائے بے شمار | از کرم کردی تو اے پروردگار
وسبب ما را سبب ہم توئی | جام این جملہ جہان را جم توئی
لیک شکرِ تو نہ کردم پنجگاہ | وائے بر فعلِ من و حالِ تباہ
در غلامانِ حبیبِ خود مرا | آفریدی اے شہِ ارض و سما
در گروہِ اہلِ سُنّت نام زد | ہم مرا کردی تو اے ربِّ صمد
حبِ اہلِ بیت و اکرامِ بتول | الفتِ اصحاب و اولادِ رسول
در دلم محکم تو کردی از کرم | شاملم کردی بسلکِ غوثؒ ہم
پیر ہم دادی جوان بخت و کریم | عالمِ شرع و طریقت مستقیم
حامیِ شرع و طریقت را پناہ | از جبینش ظاہر انوارِ الٰہ
با زر و مال اندرین دنیائے دون | عزّت و جاہم عطا کردی فزون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُناجات

اے کریم کارساز بے نیاز
واقفِ مقصودِ دلِ داناے راز

ذاتِ تو منّان و غفار الذّنوب
خالق و رزّاق ستّار العیوب

رحم کن بر حالِ زارِ اہلِ دیں
از طفیلِ شاہِ ختم المرسلیں

جز درِ تو نیست چوں جائے دگر
از کجا آریم وائے دگر

گردن از بارِ گنہ خم می شود
شرم دامن گیرِ ہر دم می شود

در دہن گرچہ زباں داریم ما
مہرِ خجلت بر دہاں داریم ما

واقفِ رازِ دلِ ہر کس توئی
حسبِ قولِ مولوئی معنوی

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو
ایمنی از تو مہابت ہم ز تو

نخلِ حاجت را ثمر بخشیدئی
ہم دعا را تو اثر بخشیدئی

ہست بر عالم کشادہ خوانِ تو
درد و درماں جملہ در فرمانِ تو

بر در آمد بندۂ بگریختہ
آبروئے خود بعصیاں ریختہ

تو علیمی تو کریمی اے رحیم
جرمِ ما را بخش اے ربِّ کریم

شه نظام الملک یا آصف نشان جاه ما — تا صد و سی سال ماند شاد و با

زیر ظل او همه اولاد او — شادمان مانند هم احفاد او

تخت و تاج او بود قائم بدهر — با ملک و جاه او و را عمر بدهر

خیرخواهان و همه اعیان او — شاد و خوش مانند در قربان او

بانی مجلس و جمله حاضرین — جمله خدام شفیع المذنبین

گر دو الطاف تو یا رب همه — نیک باد انجام کار ما همه

عرض ما را ای خدا مقبول کن
از معلّی این دعا مقبول کن

المنّة المبین

بالخیر

تقریظ

عالیجناب راجہ راجایان مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت جی سی ایس آئی پیشکار و سابق وزیر اعظم ریاست حیدرآباد دکن دام اقبالہ

ہمارے دکن کے مجلس شعرا میں جہاں نامی شعرا بزم افروز ہوتے رہے ہیں انہیں روشن دماغوں سے شبستانِ سخن کے روشن چراغ ہمارے مولانا محمد مظفر الدین معلی بھی تھے جو استادِ سخن شیخ حفیظؒ کے شاگرد رشید تھے شیخ حفیظ فقیر کے جدامجد مہاراجہ چندولال کے دربار کے نامی شعرا کے گروہ میں ممتاز تھے ان کا کلام افسوس ہے کہ جمع نہیں ہوا چیدہ چیدہ اشعار لوگوں کی زبانوں پر رہ گئے ہیں۔ معلّاؒ مرحوم سے فقیر کو ابتدائے سخن گوئی میں تلمذ تھا معلّی مرحوم باخدا نہایت خلیق حلیم الطبع ذی مروت اور علم دوست تھے تین مرتبہ حج بیت اللہ اور چار مرتبہ مدینۂ منورہ کی زیارت سے شرف حاصل کیا تھا بڑے متقی پرہیزگار اور شب بیدار تھے نماز پنجگانہ تو اُن کا فریضہ تھا مگر تہجد کو بھی کبھی قضا نہیں کیا۔ آپ کی صحبت میں فقراء ابرار علمائے باعمل اور شعرائے نازک خیال کا مجمع رہتا تھا۔

آپ کی محفل بلا لحاظ مذہب ملت نہایت وسیع تھی۔ سرمایۂ علمی آپ کی گرانقدر زندگی کا راس المال تھا حضرت معلی نے ۸۰ سال کی عمر پائی اور ۲۶ شوال ۱۳۳۵ھ یکشنبہ کی رات میں گیارہ بجے راہئ عالم بقا ہوئے حضرت معلی نے اپنے انتقال کی تاریخ خود فرمائی تھی وہ یہ ہے۔

اے معلی گرچہ ہوں عصیاں میں غرق	رحمتِ خالق پہ تکیہ ہے میرا
رَحْمَتِی سَبَقَتْ عَلٰی غَضَبِی عیاں	بہر بخشایش وشیقہ ہے میرا
کہ اسی رحمت کی سبقت کے سبب	شافعِ محشر وسیلہ ہے میرا
رب کریم اور ہیں حبیبؐ اس کے کریم	دو کریموں پر بھروسہ ہے میرا
جاں نکلکر جسم سے کہتی ہے سن	بخشنے والا اب اللہ ہے میرا
	۱۳۳۵ھ

حضرت معلّٰی طبعاً شاعر ہونیکے علاوہ عروض میں ایک حد تک تبحر رکھتے تھے۔ آپ نے درد بھرا دل پایا تھا۔ کلام میں عجیب سوز و گداز اور جذبات کے اثرات ہر ایک بات سے پیدا تھے آپ کا دیوان تین حصوں پر منقسم ہے۔ حصۂ اول اردو نعتیہ۔ حصۂ دوم اردو عشقیہ۔ قصائد مدحیہ۔ قطعات مناجات وغیرہ۔ حصۂ سوم فارسی۔ محمد ریاض الدین علی ریاض فرزند رشید حضرت معلّٰی مرحوم مستحق شکریہ ہیں جنھوں نے اپنی سعی بلیغ سے اپنے والد ماجد کی تصنیف پریشان کو ایک جگہ جمع کر دیا اور دیوان کی صورت میں چھپوا کر پبلک کے سامنے پیش کیا ہے۔

قطعہ تاریخ طبع دیوان

معلّٰی کا دیوان اعلیٰ چھپا ہے
لطیف و فصیح و بلیغ و سلیس
جو پوچھے کوئی سال تاریخ اس کی
کہو شاد نظمِ معلّٰی نفیس
۱۳ ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان از جلیل القدر جناب مولوی حافظ جلیل حسن صاحب المتخلص بہ جلیل نواب فصاحت جنگ بہادر

خوشا فکر معجز نظام معلّٰی
زہے چشمۂ فیض عام معلّٰی
ز خورشید افزوں فروغ معانی
ز گردوں بلند است نام معلّٰی
ز انوار دیوان والاست روشن
کہ این است ماہِ تمام معلّٰی
چہ عنقائے مضمون چہ مرغان دلہا
ہمہ اوفتادہ بدام معلّٰی
چہ مسکیں چہ دردی چہ سرشار حالی
ہمہ مست صہبائے جام معلّٰی
جلیل این چنیں گفت تاریخ طبعش
کہ الہام غیبی کلام معلّٰی
۱۳ ھ

دیگر

مزہ آتش تر کا دیتا ہے کیا کیا
ہر اک گرم مضمونِ نظمِ معلّٰی
جلیل اس کی تاریخ مستانہ کہئے
یہ ہے جامِ گلگون نظمِ معلّٰی
۱۳۴۰ ھ

[illegible]

قطعات تاریخ [illegible] تخلص [illegible]

ریاض معلّی کے ہر شعر کو	بجا ہے جو الہام غیبی کہو
ہیں [illegible] دل کے اسرار ہیں	کلام ایسا کیوں کر نہ مقبول ہو
کیا [illegible] نے یہ نام اچھا ریاض	بجا ہے کہ دارین میں خوش ہو
[illegible] طبع دیوان کہا غیر نے	ریاض معلّا ہمایوں کہو
	۱۳۰۴ھ

از نتائج مولوی حکیم عاشق حسین صاحب [illegible]

دل کشا ہے ریاض خوش اسلوب	تازہ تر ہے چمن معلّیٰ کا
طبع کا سال یہ ہی ہاتف	دل نشیں ہے سخن معلّیٰ کا
	۱۳۰۴

قطعات تاریخ نتیجہ فکر شیریں کلام مشہور انام مولوی سید الغوث صاحب جعفری چشتی قادری نقشبندی سہروردی [illegible]

المتخلص بہ ضرغام برادر زادہ حضرت معلّی علیہ الرحمۃ

چو گلزار اشعار دیدم بدیدم	بہ گلگشت چوں نزد حافظ مصلّی
سن طبع مطبوع ضرغام آمد	بگو نیک دیوان ریاض معلّی
	۱۳۰۴ھ

دوسرا قطعہ

شدہ چھاپ دیوان چو گلہائے تازہ	با فضال و الطاف ایزد تعالیٰ
سن فصلی بنوشت ضرغام طرفہ	پسندیدہ دلہا ریاض معلّیٰ
	۱۳۰۴ ف

تیسرا قطعہ

چھپا جب یہ دیوان تو دل نے کہا ہے ضرغام سنہ صوری و معنوی	سراپا یہ شایانِ تقدیس ہے دو سنہ زیب تیرہ سو اکتیس ہے ۱۳ ف ۳۱

چوتھا قطعہ

ہے معلّی کا معلّے سر بسر دیوان چھپا طبع کا سنہ کہیے اے ضرغام صوری معنوی	حبّذا تصنیف نیکو مرحبا بر حالِ طبع تیرہ سو چالیس ہجری ہے معلّے سالِ طبع ۱۳ ہہ ۴۰

قطعۂ تاریخ طبع از حضرت مولوی محمد سعد الدین صاحب قبلہ المتخلص بہ سعد جاگیر دار اربر دربیتقی حضرت معلّی علیہ الرحمہ

دیوانِ معلّے کی تعریف یہ ادنیٰ ہے	ہر شعر بجائے خود اعلیٰ سے بھی اعلیٰ ہے
اندازِ بیاں دلکش پھر اُس پہ زباں شُستہ	سب کچھ ہے غرض اس میں ہر کیا کہوں کیا ہے
اور دیں آمد ہے - آمد میں اثر پنہاں	نیرنگیٔ مضموں میں اک وسعتِ معنیٰ ہے
ہر حرف نگینہ ہے بس خاتمِ مضموں کا	الفاظ کی بندش بھی سونے پہ سُہاگا ہے
آئینِ محبت کا آئینہ اسے کہئیے	حیرانیٔ عاشق کا بے مثل سراپا ہے
حسن اور محبت کے منظوم کرشمے ہیں	حالِ دلِ مجنوں ہے وصفِ رخ لیلیٰ ہے
بے شبہ حقائق کا ملتا ہے سبق اس سے	دریائے معارف کا گویا دُرِ یکتا ہے
منشائے حقیقی ہے نعتِ شہِ دیں اس کا	دیرینہ ریاضت کا مقبول نتیجا ہے
اسرار نہاں بیشک ہوتے ہیں عیاں اس سے	الفاظ کی کثرت ہیں وحدت کا معمّا ہے
اصلاح عقائد کی کرتا ہے بہر صورت	ایمان کا حامی ہے خضر رہِ عقبیٰ ہے
تاریخ کہی ہیں نے اے سعد یہ چھپنے کی	دیوانِ معلّا کیا فیضانِ معلا ہے ۱۳ ہہ ۴۰

نتیجۂ فکر جناب صوفی مولوی محمد مشرف علی صاحب مشرف ساکن سکندر آباد تلمیذ حضرت معلّی علیہ الرحمہ

وہ استاد میرے جناب معلّی
دکن کے بزرگوں میں اک نامور تھے

نہیں ان کی تعریف کی مجھ میں قدرت
بیاں سے زیادہ ہیں اوصاف ان کے

مرتب ہوا جب یہ دیوان ان کا
نہایت تردد سے اور کوششوں سے

رکھا نام اس کا "ریاض معلّی"
کہ تا ہوں معطر دماغ اس سے سب کے

کہا طبع کا سال میں نے مشرف
ریاض معلّی کے گل ہائے اچھے

قطعۂ تاریخ طبع از جناب سید اعظم اللہ حسینی صاحب اطہر وکیل ضلع پربھنی تلمیذ حضرت معلّی علیہ الرحمہ

تجلی نما ہے ریاض اور رضواں
ہیں چاروں جو فرزند حضرت معلّا

یہ اچھا نتیجہ ہے کوشش کا ان کی
"ریاض معلّی" دکن میں جو نکلا

سن طبع ہجری کہا میں نے اطہر
ہے عمومی معلّی کا یہ باغ اچھا

معلّی کی یا چھوڑ کر بس الف گر
تو ہجری کا سنہ سال فصلی بھی ہوگا

قطعۂ تاریخ طبع از جناب خواجہ شفیع حسن صاحب عارف فرزند ارجمند جناب ہاتف مد ظلہ

ریاض معلّی دکن میں چھپا
بدل جس کا مشتاق تھا اک جہاں

ہمیشہ رہے گی بہارِ ریاض
معلّی کا ہے گلشن بے خزاں

غزل فارسی اور اردو میں ہے
یہ اک گلستاں ہے یہ اک بوستاں

کہی خوب عارف نے تاریخ طبع
ریاض معلّی عزیز دلاں

قطعۂ تاریخ نتیجہ فکر مولوی محمد مجاہد الدین صاحب مجاہد فرزند حضرت معلّی علیہ الرحمۃ

بفضل خدا و طفیل محمد
چھپا جب یہ دیوان مرے قبلہ گہ کا

مجاہد کہی میں نے تاریخ فصلی
ہوا طبع نیکو ریاض معلّا

صحت نامہ ریاض معلی حصہ سوم و دیباچہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲	۸	یا ید	یا بد
۳	۵	دائم	دائم
۳	۱	ہشت	ہست
۴	۴	نہ ہم کردد	نہ خم گردد
۱۰	۱۰	اخلاص	خلاص
۲۰	۱۵	تواضح	تواضع
۲۲	۸	زلف	زلفت
۲۶	۱۲	حصیص	حضیض
۲۶	۱۴	سرہم	مرہم
۳۳	۱۵	باغ	باغِ دنیا
۳۸	۵	عداوت	عداوت از
۴۰	۱۰	ان شعلہ	از شعلہ
۴۴	۱۵	بلبل صفت نغمہ تو	وصف تو چو بلبل چمن
۴۶	۱۳	وصف دستاری	وصف ستاری
۴۸	۳	طلاطم	تلاطم
۱	۱۱	بزد	پزد
		بحق در	بحق و در
		بہار	بہارے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۸	۸	نفسے	قفسے
۶۴	۱۳	شہ نظام	نظام ملک
۶۷	۷	صیام آمد	صیام رسید
۷۰	۵	۱۵-۱۳	۲۵ ۱۳م
۷۲	۲	تاریخ مسیح	تاریخ مسیح
		۲۶ ۱۳۰	۲۹/۱۳
۷۴	۱۴	صرب	طرب

صحت نامہ دیباچہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۶	.	نواب افضل الدولہ آصفجاہ خامس
۵	۵	ملکہ	بلکہ
۱۰	۲۱	امراللہ	امیراللہ
۱۱	۱۹	حضرت معلی	حضرت معلی نے
۱۳	۱۷	وا	ہوا
۱۹	۱	کہ	اور
۲۲	۱۰	پہچہانتے	پہچانتے
۲۷	۴	حمایت نامہ اسلام	حمایت نامہ ایمان
۲۷	۲۱	دل سے دور	دل سے کم
حصہ دوم ۵۵	۱۲	جس دن	جس دن سے

کتاب [illegible] تعلیق

[illegible] حسام الدین [illegible]

[illegible] تعلیق